ذکر میلاد پر مشتمل قرآنی آیات مع تفسیر و تشریح نیز دلائل میلاد پر ایک ایسی کتاب

جس کے مطالعہ سے ہر دل لذت عشق نبی ﷺ سے منور ہوگا

میلادِ مصطفیٰ بکلامِ خدا

علامہ مولانا قاری محمد یاسین قادری شطاری

مکتبہ اعلیٰ حضرت
داتا دربار مارکیٹ، لاہور
042-37247301
0300-8842540

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب: میلادِ مصطفیٰ بہ کلامِ خدا

مؤلف: قاری محمد یاسین قادری شطاری ضیائی

ونظر ثانی: 0333-4289323

پروف ریڈنگ: محمد شکیل قادری شطاری 0333-4030407

کمپوزر: قاری محمد یاسین قادری شطاری ضیائی، کاموکی

صفحات: 304

تعداد: 1100

سال اشاعت: 2016ء/1437ھ

قیمت: 300

ناشر: مکتبہ اعلیٰ حضرت، دربار مارکیٹ، سستا ہوٹل، لاہور

کتاب دستیاب ہے

☆ مکتبہ اشرفیہ، مریدکے شیخوپورہ

☆ قاری محمد یاسین قادری شطاری ضیائی، جامع مسجد حیدری، کاموکی

☆ مکتبہ الحبیب والطبیب بالمقابل جامع مسجد عمر چشمہ فیضِ محمدی عمر روڈ (موبائل مارکیٹ) کاموکی گوجرانوالہ

فہرست

حرفِ آغاز (وجہِ تالیف اور اسلوبِ تحریر)	11
دعوتِ اسلامی کا سوفٹ ویئر	13
ایک اور وجہِ تالیف	16
میلادِ مصطفیٰ بکلامِ خدا	17
مفہومِ منت	18
ہر تعریف اللہ کی حمد ہے	19
رب تعالیٰ بلند ذکر پسند فرماتا ہے	20
ایک اور دلیل	23
حدیثِ قدسی	23
باب 1 تذکیر بایام اللہ	25
بنی اسرائیل سے نعمتیں یاد کرنے کا تقاضا	25
ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا	26
امتِ مصطفیٰ ﷺ سے تقاضا کہ نعمتیں یاد کریں	27
(اور طریقہ مسلمین میلاد النبی ﷺ مناتا ہے)	28
اللہ کا ذکر کرنے والے محبوبِ الٰہی	29
نماز مکمل کرنے کے بعد ذکر	29
ذکرِ الٰہی کرنے کا ایمان والوں کو حکم	31

شانِ نُزول	31
موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو نعمت یاد کرنے کا حکم دیا	31
فرشتے اللہ کا ذکر کرتے ہیں	32
ساری مخلوق ذکر کرتی ہے	33
ذکر کی طرف توجہ نہ کرنے کا انجام	34
ذکرِ الٰہی سے غافل رہنا، ناپسندیدہ ہے	37
سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو نعمت یاد کرنے کا حکم	38
سیدنا ہود علیہ السلام کی قوم کو حکم کہ نعمتیں یاد کریں	39
شعیب علیہ السلام کی قوم مدین کو نعمت یاد کرنے کا حکم	39
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر کرنے کا حکم	40
مومنوں کو ذکر کا انعام	41
اللہ کی نعمت مسلمانوں کو یاد کرنے کا حکم	41
لڑائی میں ذکرُ اللہ	42
موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کے دن یاد دِلانے کا حکم	43
اَیامُ اللہ سے مراد	43
بغیر حکمِ خدا بھی انبیاء کرام علیہم السلام نعمتوں کی یاد دِہانی کراتے تھے	44
بوقتِ ذکرِ الٰہی کافروں کا ردِ عمل	44
یادِ خدا کے فوائد	44
ذکر سے غفلت باعثِ وبال	45
سیدنا زکریا کو سیدنا یحییٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کی خوشخبری	46

سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کی یاد کا حکم	49
یادِ ابراہیم علیہ السلام کا حکم	49
سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی یاد کا حکم	49
سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کی یاد کا حکم	49
یاد و ذکر سے منہ پھیرنے کا انجام	50
قرآن ذکرِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم	51
غفلت ناپسندیدہ امر	52
حج اور ذکر اللہ کا حکم	52
جانور نعمت ہیں، عطا ہوں تو اس پر شکر کرو	53
اللہ کے بندوں کو کوئی کام ذکرِ الٰہی سے نہیں روکتا	54
ذاکر ہدایت والا، بے ذکر گمراہ	54
قرآن پڑھنے کا حکم	56
ذکرِ الٰہی افضل عبادت ہے	57
ایمان والوں کو نعمتوں کی یاد کا حکم	57
غزوۂ احزاب کا مختصر بیان	58
ذاکر کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نمونۂ حسنہ	60
اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کثرت سے اور صبح شام کرو	60
عام لوگوں کو نعمتِ الٰہی یاد کرنے کا حکم	61
سیدنا داؤد علیہ السلام کی یاد کا حکم	61
ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو	62

صبر سیدنا ایوب علیہ السلام	62
ذکر کے مزید فائدے	63
انبیاء کرام علیہم السلام کی یادیں اور نعمتیں	63
ذکر اللہ نہ کرنا سنگ دلی ہے	64
یادِ خدا سے دلوں کا سمٹنا	65
سواری پر بیٹھ کر ذکر اللہ	66
ذکرِ رحمن سے لاپرواہی، شیطان کی تعیناتی	66
حضرت ہود علیہ السلام کی یاد	67
نصیحت ہر ایک کو فائدہ مند نہیں ہے	67
جو ذکر سے منہ پھیرے اس سے منہ پھیر لو	68
نماز کے بعد ذکرِ الٰہی	68
اللہ کے بندے ہر حال میں ذکر کرتے ہیں	69
ان کی قسم جو ذکر کا القاء کریں	70
ذکر میں کامیابی	70
ذکرِ محبوبِ خدا کی رفعت	70
باب 2	72
ذکرِ میلاد قرآن میں	72
آدم علیہ السلام کی پیدائش	72
موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش	73
سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش	75

دوبارہ بیانِ عیسیٰ علیہ السلام	81
سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کی پیدائش	87
سیدنا یحییٰ علیہ السلام کا ذکر	90
یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر	92
ایک قول پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد	93
رب کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے عہد و پیمان لیا	95
آیت کا شانِ نزول	96
حضور آ گئے ہیں	97
جہنمیوں کی چیخ و پکار	100
سیدنا یوسف علیہ السلام کی پیدائش	102
سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش	103
سیدنا اسحاق علیہ السلام کی پیدائش	106
سیدنا اسحٰق علیہ السلام کے فرزند سیدنا یعقوب علیہ السلام کی پیدائش	107
سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش	108
سیدنا ابراہیم و اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی دعا	109
سیدنا سلیمان علیہ السلام کی پیدائش	110
اُمّ البشر سیدہ حوا رضی اللہ عنہا کی پیدائش	111
نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش	112
باب 3 اعمالِ حصولِ ثواب	114
کھانا کھلانا ثواب و عبادت ہے	114

نہ کھلانے والوں کی مذمت	114
آیت کا شانِ نزول	115
کپڑے اور کھانے کا ایصالِ ثواب کرنا	115
ایصالِ ثواب کے علاوہ بھی کھانا کھلانا ثواب	116
درود و سلام پڑھنا	116
درود و سلام کے متعلق احکام	117
قرآنِ پاک کی تلاوت	118
شانِ نزول	119
کئی نیکیوں کو جمع کرنا جائز ہے	120
باب 4	122
میلاد النبی اور سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم	122
اہل سنت کی تمام تر محافل پر، جو بھی ہوں جیسی ہوں، اعتراض	122
جواب یہ ہے	123
ایسے لوگوں کا انجام	126
ایک اشکال اور اس کا حل	129
باب 5 شرک کیا ہے؟	131
شرک تین طرح کا ہے	131
شرک کیا ہے اور کیا شرک نہیں ہے	133
ایک وضاحت	133
باب 6 حرفِ آخر	137

یاد کرو اور یاد دلاؤ	137
(اُذْکُرْ) یا (اُذْکُرُوْا)	138
ایک معمہ اور اس کا حل	138
لفظِ بعث اور آمدِ مصطفیٰ (معنوی تحقیق)	139
سیدنا عزیر علیہ السلام کا قصہ	139
بادشاہ کی تقرری کا اصل قصہ	146
"جَآءَ" اور "جَآءُوْا" کے الفاظ اور میلاد	148
شانِ نزول	149
توجہ طلب بات	152
لفظ "ارسال"	162
شانِ نزول	165
رسل، یا، رسول، کا لفظ	170
شانِ نزول	173
خبردار! ہوشیار!	175
قرآن کی تلاوت کرنا حکمِ الٰہی	176
تلاوتِ قرآن سننا پسندیدہ عمل ہے	177
شانِ نزول	177
قرآن کی تلاوت نہ سننا غیر پسندیدہ	178
نعتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسندیدہ عمل	179
حدیث شریف سے نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	181

باب 7	193
قرآن میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر	193
اللہ کے ذکر کے ساتھ رسول کا ذکر	193
لفظ محمد (ﷺ) کا استعمال	245
لفظ "احمد"	248
لفظ رسول کا ذکر (تنہا)	249
اللہ و رسولہ (اکٹھا)	250
لفظ "النبی"	251
لفظ "الرسول"	279
مزمل	282
مدثر	283
الرسول، النبی یکجا	283
لفظ انت، یا صیغہ خطاب	289
کچھ حوالہ جات مزید	295
621 بار لفظِ "قُل"	295
"کَ" "تَ" بے شمار	295
ایک سوال	296
براہ کرم آپ بھی کچھ کیجیے!	296
شعورِ نعت	298
نعت اعلیٰحضرت	299

حرفِ آغاز

وجہ تالیف اور اسلوبِ تحریر

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے شیخ طریقت، شیخ الحدیث والتفسیر محرمِ اسرارِ خفی وجلی حضرت علامہ مولانا مفتی ابوالضیاء محمد علی فاروقی، قادری، شطاری، مجددی، رحمہ اللہ تعالیٰ، دیگر بزرگوں اور اساتذۂ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی دعاؤں کا صدقہ، دینی امور میں کچھ خدمت کی توفیق ملی، حکم استاذِ محترم حضرت علامہ مولانا محمد منشا تابش قصوری مدظلہ العالی کے مطابق "الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم" (میلادِ مصطفیٰ بزبانِ مصطفیٰ) کی کمپوزنگ، تصحیح، تخریج اور ترجمہ وغیرہ کا موقع ملا، کام مکمل ہو رہا تھا کہ آپ نے حکم فرمایا، اس پر کچھ تقریظ، مقدمہ یا ابتدائیہ وغیرہ لکھو۔

آپ کے حکم پر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر قلم اٹھایا تو دیکھا کہ علامہ مولانا محمد عبدالحق الہ آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً نے تحقیق کا حق ادا کیا اور عظیم کام سرانجام دیا کہ وہ احادیث جمع فرمادیں جن میں ولادت کا کسی بھی طرح ذکر تھا، پھر علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے خیالاتِ عالیہ کو درج فرمایا، حتیٰ کہ میلاد کے خلاف فتویٰ دینے والی پارٹیوں کے رشتہ داروں نے بھی تسلیم کیا کہ میلاد کا پروگرام ایک احسن ترین پروگرام ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کی محبت کا ثبوت ہے، دلیل ہے، تقاضا ہے، اس کا کرنا بہتر اور کرنے سے روکنا برا ہے، جیسا کہ "الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم"۔ پڑھنے والے پر واضح ہوگا تو میرا ذہن اس طرف گیا کہ میں وہ تمام آیات جمع کروں جن میں ولادت کا ذکر ہو، خواہ ولادت کسی کی بھی ہو، تاکہ میلاد کو قرآن سے قطعی طور پر بیان کیا جاسکے کہ کتنا مستحسن عمل ہے، اور جب ربِ کریم خود بیانِ ولادت فرما رہا ہے تو پھر

ہمیں بیان کرنے میں اوراس کی محافل قائم کرنے میں کیا حرج ہے، کیا مضائقہ ہے، اس لیے میں نے پہلے وہ آیات جمع کیں جن میں رب العالمین نے مادہ اشتقاق "ولد" کے کسی بھی صیغہ کو ذکر کیا، پھر وہ آیات جن میں بنانے، تخلیق کرنے، بھیجنے اور آنے کا ذکر ہے، کہ جب ربِ کریم جل جلالہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم یا کسی اور نبی ورسول کی آمد کا ذکر کرے تو شرک نہیں، اس کی مخلوق کرے تو کیوں کر شرک ہے، یا کیا ربِ کریم قرآن میں شرک کی تعلیم دیتا ہے؟ اگر نہیں تو اہتمامِ میلاد میں کوئی بھی سستی نہیں ہونی چاہیے، اور اگر ہاں تو سوچ لیں انجام کیا؟

نیز کچھ ان الفاظ کی تحقیق، جو اس موضوع سے متعلق ہو سکتے تھے، بھی شاملِ مضمون کر لی ہے، اور آیاتِ قرآنِ پاک ذکر کرتے وقت اس بات کا دھیان رکھا ہے کہ مضمون لمبا نہ ہو جائے، اور صرف آیت لکھ کر "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" سے ترجمہ نقل کر کے "خزائن العرفان" سے متعلقہ مضمون کو نقل کرتا گیا ہوں، اس بات سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کی ہے، کہ اپنی طرف سے تبصرہ کروں، البتہ عنوان قائم کر کے اس طرف اشارہ کر دیا ہے۔ نیز حصولِ برکت کے لیے آیت پوری ہی نقل کی گئی ہے، اور اس سے متعلق تفسیر بھی، تاکہ قاری پر آیت کے مضمون کو سمجھنے میں مشکل نہ ہو۔

یہ سارا کام میں نے صرف ان ہی دو عظیم کتابوں سے لیا ہے، یعنی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" مصنف ومترجم: مجددِ دین وملت، امامِ اہل سنت حضرت علامہ مولانا مفتی جنابِ محترم محمد احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور "خزائن العرفان" مصنف ومفسر: صدرالافاضل حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ، اگر فرصت ہوتی اور دیگر تفاسیر سے بھی مدد لیتا تو ایک عظیم کتاب بن جاتی۔ اگر کچھ قدرِ قلیل کسی اور کتاب سے آ گیا ہو تو وہ "القلیل کالمعدوم" ہی ہے!

جب مضمون پورا ہو گیا تو میں نے اسے استاذِ محترم کی خدمت میں پیش کر دیا کہ

تحسین یا تردید جو بھی اس کا حق ہو، فرمادیں۔آپ نے مضمون ملاحظہ فرمانے کے بعد بہت ہی زیادہ تحسین فرمائی، اور ساتھ ہی فرمایا: کتاب کے لیے اور لکھو، یہ تحریر لمبی ہوگئی ہے، اس سے کتاب کا حجم بڑھ جائے گا، اسے الگ سے چھاپنے کا انتظام کرو۔

پھر قلم تھاما، تو ''میلاد النبی اور سیرۃ النبی''، موضوع مقرر کرتے ہوئے ایک تحریر لکھی، جسے دیکھ کر آپ نے فرمایا: ''اسے اپنی کتاب کے ساتھ ہی چھاپ لینا''۔ پھر میں نے ایک اور نظر کرتے ہوئے اس کو مکمل کر دیا ہے۔

یہ تحریر صرف اور صرف میلادِ مصطفیٰ منانے والوں اور ماننے والوں کی راہنمائی کے لیے ہے، کسی غیر یا معترض کے لیے نہیں، اس لیے ہر کوئی اپنی حدود کا تعین خود ہی فرمالے! اس کا نام {میلادِ مصطفیٰ بکلامِ خدا} مقرر کیا ہے، کیوں کہ "الدر المنظم فی بیانِ حکم مولد النبی الاعظم"، پر کام کیا تو استاذِ محترم نے اس کا نام ''میلادِ مصطفیٰ بہ زبانِ مصطفیٰ''، رکھا جس سے مجھے اس کام کی طرف رغبت ہوئی، اور میں نے کلامِ خدا کو اس کا ماخذ بنایا، اس لیے یہ نام رکھا اور کام پورا ہوا، **الحمد للہ!**

نیز اذ، اذا، اذکر، اذکروا، جاء، بعث، ارسال، رسول، رسل، نبی، انبیاء وغیرہ الفاظ کی تحقیق بھی من وجہ ساتھ ہے، اس حوالہ سے کہ ان الفاظ کو ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کی آمد کا تذکرہ کیا، اور پھر انہیں یاد رکھنے یا کرنے کا حکم بھی صادر فرمایا۔

دعوتِ اسلامی کا سوفٹ ویئر

اس کتاب میں مجھے ایک بڑی آسانی رہی ہے کہ میں نے ''دعوتِ اسلامی''، [اللہ تعالیٰ تا قیامِ قیامت اسے قائم ودائم رکھے، اور اس کے واسطے سے اسلام کا فیض جاری وساری رہے] کے ''سوفٹ ویئر'' ''القرآن الکریم'' سے بھر پور فائدہ اٹھایا کہ کمپوزنگ تمام مضمون کی نہ کرنا پڑی، وہاں سے لے کر میں ان پیج میں پیسٹ کرتا گیا، اس طرح مجھے

تحقیق وتحریر میں آسانی بھی ہوئی اور جلدی بھی ہوگئی، ورنہ معلوم نہیں کہاں تک یہ کام موخر ہوتا اور مکمل بھی ہوتا یا نہ، اس حوالے سے دعوتِ اسلامی کے وہ دوست جنہوں نے یہ کام کیا، یا کرنے کا مشورہ دیا، یا کرنے میں مدد دی، یا کوئی اور دامے درمے تعاون کیا، سی ڈیز بنا کر نشر کیں، اور ساتھ ہی اس سوفٹ ویئر سے نقل کا طریقہ بھی بتا دیا، گویا اجازت ہوگئی، سب شکریہ کے مستحق ہو کر مشکور وممنون ہیں۔

اس طرح کئی کام، ذہن میں آتا ہے کہ ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کا صدقہ توفیق عطا کرے کہ ایسے کام کرتا رہوں، اور جن بزرگ حضرات سے کسبِ فیض ہوا، ان کو ہماری طرف سے دنیا وآخرت میں راحت پہنچے، اور وہ خوش ہو کر ہمارے حق میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعائے بخشش ورحمت کریں، اور خصوصاً میرے آقا، مدنی مدینے والے کا فیضِ نظر نصیب ہو جائے۔

کمپیوٹر کی کمپوزنگ نے بھی مجھے بہت فائدہ دیا، اور میں سمجھتا ہوں کہ کسی نہ کسی طرح تحریر سے وابستہ رہنے والے علماء کو تحریر میں کمپیوٹر سے ضرور مدد لینی چاہیے، اس میں کسی دوسرے کا دخل بالکل نہیں رہتا اور تصحیح بھی کافی حد تک ہوتی رہتی ہے کہ بار بار پڑھتے ہوئے لکھا جاتا ہے اور غلطی بہت ہی کم رہ جاتی ہے۔ یہ بات اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اگر کاتب نالائق مل جائے تو اپنی طرف سے جو چاہے داخل کر دیتا ہے، جیسا کہ اعلیٰ حضرت کی نعتیہ کتاب میں کاتب خائن تھا، اس نے اپنی طرف سے اشعار داخل کر دیے، جس کا ازالہ بعد میں بہت مشکل سے ہوا۔

اور بندہ کاتب کے پاس یا کمپوزر کے پاس چکروں سے بھی بچ جاتا ہے، جب فرصت ملے، جتنا ہو سکے اتنا کام کر لے، نہ کوئی کسی سے وعدہ خلافی کی پریشانی، نہ کوئی جھگڑا اس لیے کہ کسی کو کوسنے دینے بھی الگ ٹینشن ہے، اور پھر حسنِ خلق کے بھی خلاف ہے، ربِّ کریم ہمیں حسنِ خلق کی توفیق عطا فرمائے! آمین بجاہ النبی الامی عندالله القوی!

-الدر المنظم فی بیانِ حکم مولد النبی الاعظم۔ پر جو کام ہوا ہے، میرے نزدیک ناکافی ہے، میرے جی میں یہ آتا تھا کہ اس پر اسماء الرجال کے حوالہ سے کام ہونا چاہیے، اور یہ ثابت ہونا چاہیے کہ علماء محدثین جب اپنے شاگردوں کو یہ احادیث پڑھاتے تھے تو ان کی تعداد کتنی ہوتی تھی، کہ اجتماع ثابت ہو، اور مجھے معلوم ہے کہ وہ بڑے بڑے مجمعوں کو احادیث رسول پڑھایا کرتے تھے، تو اس طرح ان احادیث کو پڑھاتے ہوئے محفل میلاد النبی ہو جاتی تھی، مگر یہ مجمع کی بات کرنے کی کیا ضرورت ہے، محفل تو چند افراد یا محض افرادِ خانہ سے ہی ہو سکتی ہے، لہٰذا یہ بات مسلمہ ہے کہ ہر محدث سے اس کے شاگردوں نے پڑھا تو محفل ہو گئی، اور اس طرح ہر محدث کے پڑھانے سے اس کے شاگردوں کے درمیان محفل میلاد ہوتی رہتی تھی، یہ وہ بات ہے جسے ہمارے اساتذۂ کرام نے جاری رکھا ہوا تھا کہ وہ اپنے شاگردوں کو پڑھاتے ہوئے محافل کر لیا کرتے تھے، اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے، ذکرِ رسول جس کو کرنا نہیں آتا، ہمارے نزدیک وہ لذتِ ایمان و اسلام سے محروم ہے۔

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے
ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی
ذکر سب پھیکے جب تک نہ مذکور ہو
حسنِ نمکین والا ہمارا نبی

اس کام کی فرصت ایک خاص عنایتِ کریمانہ ہے، ورنہ

ع مجھ میں تو کوئی بات نہ تھی

اس کتاب میں آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کرتے ہوئے 447 آیات ذکر کی گئی

ہیں۔ایسا ہوسکتا ہے کہ کوئی آیت دوبارہ مذکور ہو،اس کی وجہ یہ ہوگی کہ وہ آیت کسی دوسرے عنوان کے تحت آئی ہوگی، اس لیے اسے الگ مستقل آیت شمار کیا گیا ہے۔آیات کا ترجمہ اور تشریح بھی جو ذکر کی گئی ہے، ظاہر ہے اس کے بغیر بات واضح نہیں ہوتی، مگر بعض جگہ آیت کا مفہوم تو موضوع کے مطابق ہے، مگر تشریح پوری موافق نہیں، تو وہاں پر پوری تفسیر سے غرض یہ ہے کہ قاری کو آیت کے معانی ومفاہیم سمجھنے میں دقت نہ ہو۔

ایک اور وجہِ تالیف

اس کتاب کی تالیف کا جہاں ایک یہ سبب ہے کہ "الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم" کی خدمت میں کامیابی ہوئی، دوسرا سبب یہ ہے کہ طلباء ایسے سوالات اکثر پوچھتے رہتے ہیں، ان کو جوابات دیے جاتے رہے، پھر انہیں یک جا کر دیا گیا ہے، تاکہ طلباء کے پاس یہ کتاب ہو تو وہ اس سے راہنمائی لے لیں۔

اظہارِ تشکر و امتنان

اس کتاب کی اشاعت کا ذمہ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور نے لیا۔ اشاعتِ دین بھی ایک اہم کام ہے جو بہت بڑے اجر وثواب کا سبب ہے، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی کا ذریعہ ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ صاحبِ مکتبہ "مولانا محمد اجمل قادری صاحب" کو اس طرح کے کام کرتے رہنے کی توفیق دے اور مکتبہ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے!اور ان سے اس خدمتِ دین کو قبول فرمائے!

قاری محمد یاسین قادری شطاری ضیائی
مدرس: مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد حیدری کامونکی
خطیب وامام: جامع مسجد عمر چشمہ فیضِ محمدی کامونکی
سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ شطاریہ ضیائیہ لاہور
سرپرست، امامِ اعظم ٹرسٹ کامونکی

آقا کی ثنا خوانی دراصل عبادت ہے
ہم نعت کی صورت میں قرآن سناتے ہیں

میلادِ مصطفیٰ بکلامِ خدا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين • والصلوٰة والسلام على من وُلِدَ و اصطُفِيَ من العالمين • بُعِثَ رحمةً لِّلْعالمين • محبوب رب العالمين • شفيع الاولين والآخرين حتى العالمين • نوره نور رب العالمين • امره امر رب العالمين • اطاعته اطاعة رب العالمين • ذكره ذكر رب العالمين • حبه حب خالق العالمين • ذكره فى اى نهج كان مطلوبا و مقصودًا لِإلٰهِ العالمين • الدليل عليه { صلوا عليه و سلموا تسليما } كلام ملك العٰلمين • من تنفر عن ذكره مردود الناس بل العالمين الدليل عليه فى كتاب عالم العالمين • شفاعته حرز و كهف للعالمين • من ذا الذى تكلم يوم القيمة عند الله الا سيد ولد آدم حتى العالمين • يقول ربه ارفع راسك ، قل تسمع ، واشفع تشفع ، سل تعطى ، يحضر افراد العالمين • نحن لا نتعلق ولا نتصل مع الذين خالفوا امره وخسروا فى العالمين • لاننا نعمل على مانقول فى القنوت "نخلع ونترك من يفجرك" لتحصيل كرم ارحم الراحمين على العالمين • وعلى آله و اصحابه الذين فضلوا بعد الانبياء على الامم من العالمين • واولياء امة نبينا محمد صلى الله عليه وسلم وعلمائها سرج العالمين • و على سائر امته التى

امۃ وسط بنسبۃ شفیع العالمین۔ اما بعد!

اللہ جل جلالہ کے رسول سیدنا ومولانا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کی دنیا میں تشریف آوری اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے، کیونکہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

1 لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾ (آل عمران)

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ (کنز الایمان)

مفہومِ منت واحسان

منّت نعمتِ عظیمہ کو کہتے ہیں اور بے شک سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت نعمتِ عظیمہ ہے، کیوں کہ خلق کی پیدائش جہل وعدمِ درایت وقلتِ فہم ونقصانِ عقل پر ہے تو اللہ تعالیٰ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان میں مبعوث فرما کر انہیں گمراہی سے رہائی دی اور حضور کی بدولت انہیں بینائی عطا فرما کر جہل سے نکالا اور آپ کے صدقہ میں راہِ راست کی ہدایت فرمائی اور آپ کے طفیل میں بے شمار نعمتیں عطا کیں۔ وہ رسول سیّدِ عالم خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ (خزائن العرفان، صدر الافاضل علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ)

جب کوئی محسن احسان کرے، ذی شعور اس کا بدلہ وشکریہ ضرور کرتا ہے، اور کرنا بھی چاہیے، عقلاً، شرعاً، عرفاً، ہر طرح سے پسندیدہ ہے، فرمانِ الٰہی ہے:

2 مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾ (سورۂ نساء)

اور اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم حق مانو اور ایمان لاؤ اور اللہ ہے صلہ دینے والا جاننے والا۔ (کنز الایمان)

اس آیت سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

① شکر کرنا ضروری ہے۔

② شکر کرنے سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے، کیوں کہ جس کا شکر ہے وہ خوش ہوتا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ۔

جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا شکریہ ادا نہیں کیا۔

معلوم ہوا لوگوں کا شکریہ ادا کرنا بھی پسندیدہ ہے، اور اللہ کے شکر کا سبب ہے، اور تمام علماء کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے شکریہ کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی حمد وثنا کی جائے، اس کی عبادت کی جائے۔

ہر تعریف اللہ کی حمد ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب نعمتوں سے بڑی نعمت و انعام ہیں۔ آپ کی آمد پر شکریہ، حمد وثنا اور عبادات کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت خوانی بصورتِ نظم ونثر کر کے کیا جائے گا۔ اس پر کوئی یہ اعتراض نہ کرے کہ نعت نبی کی، شکر اللہ کا، یہ کیسے ہوگا؟ کیونکہ جواب یہ ہے کہ حمد وثنا اور عبادات شکر ہیں، اس لیے کہ الحمد کا معنی تمام حضرات یہ ہی کرتے ہیں کہ تمام خوبیاں، تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ہی ہیں، جب یہ بات ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اللہ تعالیٰ کی حمد ہی ہوگی کیونکہ وہ نبی کریم کی نعت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہے اور ہر تعریف اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے۔ اس لیے محفل میلاد میں ہم نعت پڑھیں، قرآن پڑھیں یا احادیث پڑھیں سب میں اللہ کی حمد اور رسول کی نعت ہے، سب جائز ہے اور ضروری ہے۔

اگر کسی کو یہ اعتراض یا مشکل پیش آئے کہ اللہ کی نعمت پر شکریہ ادا کرنا تو ہوا مگر نہ ہر نعمت پر شکریہ ہے اور نہ ہی ہر نعمت پر واجب ہے، اور نہ ہی اس طرح جلسے جلوس کرتے ہوئے، شکریہ ادا کرنا، کہ رب تو آہستہ بھی سنتا ہے۔

تو اس مشکل کا ① حل یہ ہے کہ آپ آہستہ ہی اللہ کا اس پر شکریہ کر لیا کریں کہ اس نے ہمیں اپنا حبیب ومحبوب عطا فرمایا اور ان کی امت سے بنایا۔

② رب تعالیٰ بلند ذکر پسند فرماتا ہے

قرآن پاک میں ہے:

3 فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا وَ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾ (بقرہ)

پھر جب اپنے حج کے کام پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ اور کوئی آدمی یوں کہتا ہے کہ اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں دے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں {کنز الایمان}

زمانہ جاہلیت میں عرب حج کے بعد کعبہ کے قریب اپنے باپ دادا کے فضائل بیان کیا کرتے تھے۔ اسلام میں بتایا گیا کہ یہ شہرت وخود نمائی کی بیکار باتیں ہیں بجائے اس کے ذوق وشوق کے ساتھ ذکرِ الٰہی کرو۔

یادِ محمد یادِ خدا ہے کس کی شان گھٹاتے یہ ہیں
عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ، فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

مسئلہ: اس آیت سے ذکرِ جہر وذکرِ جماعت ثابت ہوتا ہے۔ {خزائن العرفان}

نیز قرآن مجید میں ہے:

4 وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ ○ (الضحیٰ/۱۱)

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ {کنزالایمان}

نعمتوں سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عطا فرمائیں اور وہ بھی جن کا حضور سے وعدہ فرمایا۔ نعمتوں کے ذکر کا اس لیے حکم فرمایا کہ نعمت کا بیان کرنا شکرگزاری ہے۔ {خزائن العرفان}

(۳) یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر نعمت پر شکر کرنا چاہیے، چھوٹی بڑی کی کوئی بات نہیں۔

(۴) یہ بھی معلوم ہوا کہ بیانِ نعمت بہ نیتِ شکر پسندیدہ، نیکی اور عبادت ہے۔ اس بات کا کوئی اعتبار نہیں کہ بلند آواز سے ہو یا آہستہ ہو۔ کیونکہ نعمت کا چرچا اور بیان کم از کم ایک آدمی کو بھی سنائیں تو آواز بلند ہو ہی جائے گی، "فَحَدِّثۡ"، نے اس بات کو واضح کر دیا، ورنہ گھر میں تنہائی میں بیٹھ کر ایک آدمی کہے کہ اللہ نے مجھے علم دیا، اللہ نے مجھے بیٹا دیا، اللہ نے مجھے تندرستی دی، تو یہ تحدیث نہیں ہے، تحدیث کے لیے کسی کو سنانا ضروری ہے۔

عربی لغت المعجم الوسیط میں ہے:

حَدّثَ: بات کرنا، خبر دینا، حدیث روایت کرنا۔

بالنعمة: اظہارِ نعمت کرنا، نعمت پر شکر کرنا۔

فلانًا الحدیث وبہ : کسی سے حدیث بیان کرنا، خبر دینا۔

ان میں سے جو بھی معنی مراد لو، اس میں دوسرے کا دخل ہے، جب دوسرے کو دخل ہے تو آواز بلند کرنا پایا گیا، اب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ایک کو تو سنا سکتے ہیں اور دو کو یا زیادہ کو نہیں سنا سکتے کیوں کہ تحدیث نعمت ہے، اور وہ جتنا زیادہ ہو بہتر ہے۔

نیز دل میں باتیں کرنا تحدیث نہیں ہے، اس کے لیے تَضَرُّعًا وَّ خِیۡفَةً کے الفاظ قرآنِ پاک میں ہیں:

5 وَاذۡكُرۡ رَّبَّكَ فِيۡ نَفۡسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيۡفَةً وَّدُوۡنَ الۡجَهۡرِ مِنَ الۡقَوۡلِ

بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ ﴿۲۰۵﴾ (اعراف)

اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو، زاری اور ڈر سے، اور بے آواز نکلے زبان سے، صبح اور شام، اور غافلوں میں نہ ہونا۔ (کنزالایمان)

اوپر کی آیت (4) کے بعد اس آیت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف سننے والے کو خاموش رہنا اور بے آواز نکالے دل میں ذکر کرنا یعنی عظمت وجلالِ الٰہی کا استحضار لازم ہے کذافی تفسیر ابنِ جریر۔ اس سے امام کے پیچھے بلند یا پست آواز سے قرأت کی ممانعت ثابت ہوتی ہے اور دل میں عظمت وجلالِ حق کا استحضار اور ذکرِ قلبی ہے۔

مسئلہ: ذکر بالجہر اور ذکر بالِاخفاء دونوں میں نُصوص وارِد ہیں، جس شخص کو جس قسم کے ذکر میں ذوق وشوقِ تام واخلاصِ کامل مُیَسّر ہو اس کے لیے وہی افضل ہے، کذافی ردّالمحتار وغیرہ۔ شام: عصر ومغرب کے درمیان کا وقت ہے، ان دونوں وقتوں میں ذکر افضل ہے، کیونکہ نمازِ فجر کے بعد طلوعِ آفتاب تک اور اسی طرح نمازِ عصر کے بعد غروب تک نماز ممنوع ہے، اس لیے ان وقتوں میں ذکر مُستَحب ہوا، تاکہ بندے کے تمام اوقات قربت وطاعت میں مشغول رہیں۔

6 وَذَكِّرْهُمْ بِاَیّٰىمِ اللّٰهِ

اور ان کو اللہ کے دن یاد دِلاؤ۔

اس آیت پاک میں بھی یاد دِلانے کا حکم ہے، بالکل "فَحَدِّثْ" کی طرح اس پر بھی گفتگو ہوسکتی ہے، یہ حکم بھی دوسروں سے متعلق ہے، اس طرح اس آیت سے بھی جمعیت ثابت ہوتی ہے، اور لفظ "هُمْ" نے اس کو اور پکا کر دیا ہے، کہ ان کو اکیلے اکیلے یا جمع کر کے یاد کراؤ، پابندی کوئی نہیں ہے۔ معلوم ہوگیا کہ محافل میلاد پر اس حوالہ سے بھی کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا اور منانا جائز ہے، کسی طرح کی کوئی قباحت، برائی، بدعت، شرک والی بات نہیں، بلکہ کارِ ثواب ہے، اللہ تعالیٰ کی خوشی کا سبب ہے، اس کے حکم پر عمل ہے، قرآن

پاک پر عمل ہے، قرآن کے عین مطابق ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کا ذکر کیا اور پھر اس کے کرنے کا حکم بھی دیا، تو جس کام کا حکم خود ربِ کریم دے وہ حرام، بدعت، شرک وغیرہ کیسے ہوسکتا ہے!

7 وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ﴿۷﴾ (طٰه)

اور اگر تو بات پکار کر کہے تو وہ تو بھید کو جانتا ہے اور اسے جو اس سے بھی زیادہ چھپا ہے۔ (کنز الایمان)

تفسیرِ بیضاوی میں قول سے ذکرِ الٰہی اور دعا مراد لی ہے اور فرمایا ہے کہ اس آیت میں اس پر تنبیہ کی گئی ہے کہ ذکر و دعا میں جہر اللہ تعالیٰ کو سنانے کے لیے نہیں ہے بلکہ ذکر کو نفس میں راسخ کرنے اور نفس کو غیر کے ساتھ مشغولی سے روکنے اور باز رکھنے کے لیے ہے۔

ایک اور دلیل

نبی کریم ﷺ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک دن گھر تشریف لے گئے تو آپ بلند آواز سے قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے، آپ نے پوچھا ایسی بلند آوازی کیوں؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں سونے والوں کو جگاتا ہوں...... آپ کو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اِخْفِضْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا" (اپنی آواز کچھ پست کرلو) بلند ذکر سے منع نہ فرمایا، بلکہ آواز کو کچھ آہستہ کرنے کا فرمایا، جیسا کہ شیئا سے مفہوم ہو رہا ہے، معلوم ہوا بلند ذکر ممنوع و حرام نہیں۔ اور صاحب کتاب امام ابوداؤد کی طرف سے باب کا نام مقرر کرنا بھی اس مفہوم کو واضح کرتا ہے (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، ابواب قیام اللیل، باب فی رفع الصوت بالقراءۃ فی صلوٰۃ اللیل)

حدیث قدسی

پھر اللہ تعالیٰ کا فرمان حدیثِ قدسی کی صورت میں ہے:

اِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِيَ ○ (صحیح ابن حبان:3464)

جب میں یاد کیا جاؤں گا تو آپ بھی میرے ساتھ یاد کئے جاؤ گے۔

یادِ محمد یادِ خدا ہے　　کس کی شان گھٹاتے یہ ہیں

اللہ کا ذکر بصورتِ اذان بلند ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کا ذکر بھی بصورتِ اذان ہی بلند ہوگا، اگر آہستہ ہو تو نماز میں سلام و درود کی طرح آہستہ ہی ہوگا، منع کوئی بھی نہیں ہے۔

ے　　اذاں کیا جہاں دیکھو ایمان والو

(حسن رضا)　　پسِ ذکرِ حق ذکر ہے مصطفیٰ کا　　(ذوقِ نعت)

ے　　کہ پہلے زباں حمد سے پاک ہولے

تو پھر نام لے وہ حبیبِ خُدا کا

ہر ذکر اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، اور ذکرِ مصطفیٰ بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، اور ذکرِ الٰہی کرنا لازم ہے۔

دل کو اُن سے جدا خدا نہ کرے　　بے کسی لوٹ لے خدا نہ کرے

دل میں روشن ہے شمعِ عشقِ حضور　　کاش جوشِ ہوس ہوا نہ کرے

باب 1

تذکیر بایام اللہ

آقا کی ثنا خوانی دراصل عبادت ہے

ہم نعت کی صورت میں قرآن سناتے ہیں

قرآنِ پاک میں رب کریم نعمتوں کو یاد رکھنے کا حکم دے رہا ہے:

بنی اسرائیل سے نعمتیں یاد کرنے کا تقاضا

سورۂ بقرہ میں ہے:

7 يٰبَنِىٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِىَ الَّتِىۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَاَوۡفُوۡا بِعَهۡدِىۡٓ اُوۡفِ بِعَهۡدِكُمۡ ۚ وَاِيَّاىَ فَارۡهَبُوۡنِ ﴿۴۰﴾ بقرہ

اے یعقوب کی اولاد! یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا، اور میرا عہد پورا کرو، میں تمہارا عہد پورا کروں گا، اور خاص میرا ہی ڈر رکھو۔ {کنزالایمان}

وہ احسان یہ کہ تمہارے آباء کو فرعون سے نجات دلائی، دریا کو پھاڑا، ابر کو سائبان بنایا، ان کے علاوہ اور احسانات جو (قرآنِ پاک کی آیات میں) آگے آتے ہیں، ان سب کو یاد کرو، اور یاد کرنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کر کے شکر بجالاؤ، کیونکہ کسی نعمت کا شکر نہ کرنا ہی اس کا بھلانا ہے۔

مسئلہ: اس آیت میں شکرِ نعمت ووفاءِ عہد کے واجب ہونے کا بیان ہے۔ {خزائن العرفان}

8 يٰبَنِىٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِىَ الَّتِىۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَاَنِّىۡ فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۴۷﴾ (بقرہ)

اے اولادِ یعقوب! یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا، اور یہ کہ اس سارے زمانہ پر تمہیں بڑائی دی۔ {کنزالایمان}

اور سورہ بقرہ میں ایک اور جگہ ہے:

9 فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾

تو میری یاد کرو، میں تمہارا چرچا کروں گا، اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔

ذکر تین طرح کا ہوتا ہے: (۱) لسانی (۲) قلبی (۳) بالجوارح۔

ذکرِ لسانی: تسبیح، تقدیس، ثناء وغیرہ بیان کرنا ہے، خطبہ، توبہ، استغفار اور دعا وغیرہ اس میں داخل ہیں۔

ذکرِ قلبی: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا یاد کرنا، اس کی عظمت و کبریائی اور اس کے دلائلِ قدرت میں غور کرنا، علماء کا استنباطِ مسائل میں غور کرنا، بھی اسی میں داخل ہیں۔

ذکر بالجوارح: یہ ہے کہ اعضاء طاعتِ الٰہی میں مشغول ہوں، جیسے: حج کے لیے سفر کرنا، یہ ذکر بالجوارح میں داخل ہے، نماز تینوں قسم کے ذکر پر مشتمل ہے؛ تسبیح و تکبیر، ثناء و قراءت تو ذکر لسانی ہے، اور خشوع و خضوع، اخلاص، ذکرِ قلبی، اور قیام، رکوع و سجود وغیرہ ذکر بالجوارح ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

تم طاعت بجالا کر مجھے یاد کرو میں تمہیں اپنی امداد کے ساتھ یاد کروں گا۔

صحیحین کی حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر بندہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو ایسے ہی یاد فرماتا ہوں اور اگر وہ مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں۔ قرآن و حدیث میں ذکر کے بہت فضائل وارد ہیں اور یہ ہر طرح کے ذکر کو شامل ہیں ذکر بالجہر کو بھی اور بالاخفاء کو بھی۔ {خزائن العرفان}

10 وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۘ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾ (بقرہ)

اور اللہ کی آیتوں کو ٹھٹھانہ بنالو، اور یاد کرو اللہ کا احسان جو تم پر ہے، اور وہ جو تم پر کتاب اور حکمت اتاری تمہیں نصیحت دینے کو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، اور جان رکھو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ {کنزالایمان}

کتاب سے قرآن اور حکمت سے احکام قرآن و سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہے۔ {خزائن العرفان}

☆ جب اللہ کی نعمت، کتاب اور حکمت کو یاد کریں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد ضرور آئے گی۔

11 فَاِنۡ خِفۡتُمۡ فَرِجَالًا اَوۡ رُكۡبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنۡتُمۡ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمۡ مَّا لَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۳۹﴾ بقرہ

پھر اگر خوف میں ہو تو پیادہ یا سوار جیسے بن پڑے، پھر جب اطمینان سے ہو تو اللہ کی یاد کرو جیسا اس نے سکھایا جو تم نہ جانتے تھے۔ {کنزالایمان}

12 وَاذۡكُرۡ رَّبَّكَ كَثِيۡرًا وَّسَبِّحۡ بِالۡعَشِىِّ وَالۡاِبۡكَارِ ﴿۴۱﴾ آل عمران

اور اپنے رب کی بہت یاد کر، اور کچھ دن رہے اور تڑکے اس کی پاکی بول۔

امتِ مصطفیٰ سے تقاضا کہ نعمتیں یاد کریں

13 وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا ۚ وَاذۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ اِذۡ كُنۡتُمۡ اَعۡدَآءً فَاَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوۡبِكُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِهٖۤ اِخۡوَانًا ۚ وَكُنۡتُمۡ عَلٰى شَفَا حُفۡرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنۡقَذَكُمۡ مِّنۡهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَـكُمۡ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ ﴿۱۰۳﴾ آل عمران

اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا، اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم میں بیر تھا، اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے، اور تم ایک غار دوزخ کے کنارے پر تھے تو اس

نے تمہیں اس سے بچا دیا۔ اللہ تم سے یوں ہی اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم ہدایت پاؤ۔ {کنز الایمان}

"حَبْلِ اللهِ" کی تفسیر میں مفسرین کے چند قول ہیں: بعض کہتے ہیں اس سے قرآن مراد ہے، مُسلم کی حدیث شریف میں وارد ہوا کہ قرآن پاک حبل اللہ ہے، جس نے اس کا اتباع کیا وہ ہدایت پر ہے، جس نے اُس کو چھوڑا وہ گمراہی پر۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حبل اللہ سے جماعت مراد ہے، اور فرمایا کہ تم جماعت کو لازم کرلو کہ وہ حبل اللہ ہے جس کو مضبوط تھامنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(تم فرقہ بازی نہ کرنا) جیسے کہ یہود و نصارٰی متفرق ہو گئے۔ اس آیت میں اُن افعال و حرکات کی ممانعت کی گئی جو مسلمانوں کے درمیان تفرق کا سبب ہوں۔ طریقۂ مسلمین، مذہبِ اہلِ سنت ہے، اس کے سوا کوئی راہ اختیار کرنا، دین میں تفریق ہے اور ممنوع ہے۔

(اور طریقۂ مسلمین میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانا ہے)

اور اسلام کی بدولت عداوت دور ہو کر آپس میں دینی محبت پیدا ہوئی، حتیٰ کہ اَوس اور خزرج کی وہ مشہور لڑائی جو ایک سو بیس سال سے جاری تھی اور اس کے سبب رات دن قتل و غارت کی گرم بازاری رہتی تھی، سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مٹا دی اور جنگ کی آگ ٹھنڈی کر دی اور جنگ جو قبیلوں میں الفت و محبت کے جذبات پیدا کر دیئے۔ {خزائن العرفان}

14 وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ (آل عمران)

اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں، اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں، اور گناہ کون بخشے سوا اللہ کے، اور اپنے کیے پر جان بوجھ کر اَڑ نہ

جائیں۔ {کنزالایمان}

یعنی اُن سے کوئی کبیرہ یا صغیرہ گناہ سرزد ہو۔ اور توبہ کریں اور گناہ سے باز آئیں اور آئندہ کے لیے اس سے باز رہنے کا عزم پختہ کریں کہ یہ توبہ مقبولہ کی شرائط میں سے ہے۔ {خزائن العرفان}

ذکرِ الٰہی کے وقت توبہ قبول ہوتی ہے، محفل میلادُ النبی میں ذکرِ رسول ذکرِ الٰہی ہے۔

اللہ کا ذکر کرنے والے محبوبِ الٰہی

15 اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ (آل عمران)

جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے، اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں، اے رب ہمارے! تو نے یہ بیکار نہ بنایا، پاکی ہے تجھے، تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے! {کنزالایمان}

یعنی تمام احوال میں ذکر کرتے ہیں: مسلم شریف میں مروی ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام اَحیان میں اللہ کا ذکر فرماتے تھے، بندہ کا کوئی حال یادِ الٰہی سے خالی نہ ہونا چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے: جو بہشتی باغوں کی خوشہ چینی پسند کرے، اُسے چاہیے کہ ذکرِ الٰہی کی کثرت کرے۔ {خزائن العرفان}

اس سے معلوم ہوا اللہ کا ذکر کرنے والے اللہ کے پیارے ہیں۔

خدا اُن کو کس پیار سے دیکھتا ہے ‏ ‏ جو آنکھیں ہیں محوِ لقائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر سب پھیکے جب تک نہ مذکور ہو ‏ ‏ حسن نمکین والا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نماز مکمل کرنے کے بعد ذکر

ارشادِ الٰہی ہے:

16 فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾ سورۃ نساء

پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے، پھر جب مطمئن ہو جاؤ تو حسبِ دستور نماز قائم کرو، بے شک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔ {کنز الایمان}

یعنی ذکرِ الٰہی کی ہر حال میں مداومت کرو اور کسی حال میں اللہ کے ذکر سے غافل نہ رہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر فرض کی ایک حد مُعَیَّن فرمائی سوائے ذِکر کے، اس کی کوئی حد نہ رکھی، فرمایا: ذکر کرو، کھڑے، بیٹھے، کروٹوں پر لیٹے، رات میں ہو یا دن میں، خشکی میں ہو یا تری میں، سفر میں اور حضر میں، غناء میں اور فقر میں، تندرستی اور بیماری میں، پوشیدہ اور ظاہر۔

مسئلہ: اس سے نمازوں کے بعد بغیر فصل کے کلمہ توحید پڑھنے پر استدلال کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ مشائخ کی عادت ہے، اور احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے، (تو پھر جلسے جلوسوں میں بھی استدلال درست ہوا، اور بالواسطہ ذکرِ مصطفیٰ ذکرِ اِلٰہ ہی ہے۔)

مسئلہ: ذکر میں تسبیح، تحمید، تہلیل، تکبیر، ثناء، دعا سب داخل ہیں۔ {خزائن العرفان}

17 وَ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ مِیْثَاقَهُ الَّذِیْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ۫ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۷﴾ (سورۃ مائدہ)

اور یاد کرو اللہ کا احسان (کہ تمہیں مسلمان کیا) اپنے اوپر، اور وہ عہد جو اس نے تم سے لیا جب کہ تم نے کہا ہم نے سنا اور مانا، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔ {کنز الایمان}

(عہد) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرتے وقت شبِ عقبہ اور بیعتِ رضوان میں (لیا گیا)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم ہر حال میں (ہم نے سنا، مانا) {خزائن العرفان}

ذکرِ الٰہی کرنے کا ایمان والوں کو حکم

18 یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْۤا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ فَكَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ سورۃ مائدہ

اے ایمان والو! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو، جب ایک قوم نے چاہا کہ تم پر دست درازی کریں تو اُس نے ان کے ہاتھ تم پر سے روک دیئے، اور اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے۔ {کنز الایمان}

شانِ نزول: ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منزل میں قیام فرمایا، اصحاب جدا جدا درختوں کے سائے میں آرام کرنے لگے، سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار ایک درخت میں لٹکا دی، ایک اعرابی موقع پا کر آیا اور چھپ کر اس نے تلوار لی اور تلوار کھینچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا: اے محمد! تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ، یہ فرمانا تھا کہ حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے ہاتھ سے تلوار گرا دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار لے کر فرمایا کہ تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ کہنے لگا کہ کوئی نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ (تفسیر ابو السعود) {خزائن العرفان}

موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو نعمت یاد کرنے کا حکم دیا

19 وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْكُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ

﴿۲۰﴾ (سورۂ مائدہ)

اور جب موسیٰ نے کہا اپنی قوم سے کہ اے میری قوم اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو کہ تم میں سے پیغمبر کئے اور تمہیں بادشاہ کیا اور تمہیں وہ دیا جو آج سارے جہان میں کسی کو نہ دیا۔ {کنز الایمان}

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ پیغمبروں کی تشریف آوری نعمت ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس کے ذکر کرنے کا حکم دیا کہ وہ برکات وثمرات کا سبب ہے۔ اس سے محافلِ میلادِ مبارک کے موجبِ برکات وثمرات اور محمود و مستحسن ہونے کی سند ملتی ہے۔

یعنی آزاد و صاحبِ حشم وخدم اور فرعونیوں کے ہاتھوں میں مقید ہونے کے بعد ان کی غلامی سے نجات حاصل کر کے عیش و آرام کی زندگی پانا بڑی نعمت ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں جو کوئی خادم اور عورت اور سواری رکھتا وہ مَلِک کہلایا جاتا ہے (اللہ تعالیٰ کے احسان) جیسے کہ دریا میں راہ بنانا، دشمن کو غرق کرنا، مَن اور سلویٰ اُتارنا، پتھر سے چشمے جاری کرنا، اَبر کو سائبان بنانا وغیرہ۔ {خزائن العرفان}

فرشتے اللہ کا ذکر کرتے ہیں

20 اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۷﴾ (مومن)

وہ جو عرش اٹھاتے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں، اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے؛ اور اس پر ایمان لاتے؛ اور مسلمانوں کی مغفرت مانگتے ہیں، اے رب ہمارے! تیرے رحمت وعلم میں ہر چیز کی سمائی ہے، تو انہیں بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور

تیری راہ پر چلے، اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ (کنزالایمان)

یعنی ملائکۂ حاملینِ عرش، جو اصحابِ قرب اور ملائکہ میں اشرف و افضل ہیں اور وہ ملائکہ کہ عرش کا طواف کرنے والے ہیں، انہیں کرّوبی کہتے ہیں، اور یہ ملائکہ میں صاحبِ سیادت ہیں؛ اور سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کہتے؛ اور اس کی وحدانیت کی تصدیق کرتے ہیں۔ شہر بن حوشب نے کہا کہ حاملینِ عرش آٹھ ہیں، ان میں سے چار کی تسبیح یہ ہے: "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ" اور چار کی یہ: "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ"۔ اور بارگاہِ الٰہی میں اس طرح عرض کرتے ہیں۔

فائدہ: دعا سے پہلے عرضِ ثنا سے معلوم ہوا کہ آدابِ دعا میں سے یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی جائے پھر مراد عرض کی جائے۔

ساری مخلوق ذکر کرتی ہے

21 وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلَآئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾ (رعد)

اور گرج اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی بولتی ہے اور فرشتے اس کے ڈر سے، اور کڑک بھیجتا ہے تو اسے ڈالتا ہے جس پر چاہے، اور وہ اللہ میں جھگڑتے ہوتے ہیں اور اس کی پکڑ سخت ہے۔ (کنزالایمان)

گرج یعنی بادل سے جو آواز ہوتی ہے، اس کے تسبیح کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس آواز کا پیدا ہونا خالق، قادر، ہر نقص سے منزّہ کے وجود کی دلیل ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ تسبیح رعد سے یہ مراد ہے کہ اس آواز کو سن کر اللہ کے بندے اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ بعض مفسّرین کا قول ہے کہ رعد ایک فرشتہ کا نام ہے جو بادل پر مامور ہے اس کو چلاتا ہے۔

اس کی ہیبت و جلال سے اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ صاعقہ وہ شدید آواز ہے جو جَوّ (آسمان و زمین کے درمیان) سے اترتی ہے، پھر اس میں آگ پیدا ہو جاتی ہے، یا عذاب، یا موت، اور وہ اپنی ذات میں ایک ہی چیز ہے، اور یہ تینوں چیزیں اسی سے پیدا ہوتی ہیں۔ (خازن)

ذکر کی طرف توجہ نہ کرنے کا انجام

شانِ نُزول: حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرب کے ایک نہایت سرکش کافر کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے اپنے اصحاب کی ایک جماعت بھیجی، انہوں نے اس کو دعوت دی، کہنے لگا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ربّ کون ہے جس کی تم مجھے دعوت دیتے ہو؟ کیا وہ سونے کا ہے یا چاندی کا، یا لوہے کا یا تانبے کا؟ مسلمانوں کو یہ بات بہت گراں گزری اور انہوں نے واپس ہو کر سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ایسا اکفر، سیاہ دل، سرکش دیکھنے میں نہیں آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کے پاس پھر جاؤ، اس نے پھر وہی گفتگو کی اور اتنا اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت قبول کر کے ایسے رب کو مان لوں جسے نہ میں نے دیکھا نہ پہچانا۔

یہ حضرات پھر واپس ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ حضور اس کا خُبث تو اور ترقی پر ہے، فرمایا پھر جاؤ، بہ تعمیل ارشاد پھر گئے، جس وقت اس سے گفتگو کر رہے تھے اور وہ ایسی ہی سیاہ دلی کی باتیں بک رہا تھا، ایک ابر آیا؛ اس سے بجلی چمکی اور کڑک ہوئی؛ اور بجلی گری اور اس کافر کو جلا دیا۔ یہ حضرات اس کے پاس بیٹھے رہے، اور جب وہاں سے واپس ہوئے تو راہ میں انہیں اصحابِ کرام کی ایک اور جماعت ملی، وہ کہنے لگے: کہیے، وہ شخص جل گیا! ان حضرات نے کہا: آپ صاحبوں کو کیسے معلوم ہو گیا؟ انہوں نے فرمایا سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس وحی آئی ہے۔ "وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ

وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ" (خازن)۔

بعض مفسّرین نے ذکر کیا ہے کہ عامر بن طفیل نے اربد بن ربیعہ سے کہا: محمدِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس چلو، میں انہیں باتوں میں لگاؤں گا تو پیچھے سے تلوار سے حملہ کرنا، یہ مشورہ کرکے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور عامر نے حضور سے گفتگو شروع کی، بہت طویل گفتگو کے بعد کہنے لگا کہ اب ہم جاتے ہیں اور ایک بڑا جرار لشکر آپ پر لائیں گے، یہ کہہ کر چلا آیا، باہر آکر اربد سے کہنے لگا کہ تو نے تلوار کیوں نہیں ماری؟ اس نے کہا جب میں تلوار مارنے کا ارادہ کرتا تھا تو تُو درمیان میں آجاتا تھا۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کے نکلتے وقت یہ دعا فرمائی۔ "اَللّٰهُمَّ اكْفِهِمَا بِمَا شِئْتَ" جب یہ دونوں مدینہ شریف سے باہر آئے تو ان پر بجلی گری، اربد جل گیا اور عامر بھی اسی راہ میں بہت بدتر حالت میں مرا۔ (حسینی)

22 تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾ (اسراء)

اس کی پاکی بولتے ہیں ساتوں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں، اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی نہ بولے، ہاں تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے، بے شک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔ (کنز الایمان)

زبانِ حال سے اس طرح کہ ان کے وجود صانع کی قدرت وحکمت پر دلالت کرتے ہیں، یا زبانِ قال سے، اور یہی صحیح ہے، احادیثِ کثیرہ اس پر دلالت کرتی ہیں اور سلف سے یہی منقول ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہر زندہ چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور ہر چیز کی زندگی اس کے حسبِ حیثیت ہے۔ مفسّرین نے کہا کہ دروازہ کھولنے کی

آواز اور چھت کا چٹخنا، یہ بھی تسبیح کرنا ہے، اور ان سب کی تسبیح سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی انگشتِ مبارک سے پانی کے چشمے جاری ہوتے ہم نے دیکھے، اور یہ بھی ہم نے دیکھا کہ کھاتے وقت میں کھانا تسبیح کرتا تھا۔ (بخاری شریف)

حدیث شریف میں ہے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو میری بعثت کے زمانہ میں مجھے سلام کیا کرتا تھا۔ (مسلم شریف)

ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لکڑی کے ایک ستون سے تکیہ فرما کر خطبہ فرمایا کرتے تھے، جب منبر بنایا گیا اور حضور منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو وہ ستون رویا، حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے اس پر دستِ کرم پھیرا اور شفقت فرمائی اور تسکین دی۔ (بخاری شریف) ان تمام احادیث سے جماد کا کلام اور تسبیح کرنا ثابت ہوا۔

اور اس پر دیگر کئی آیات دلالت کرتی ہیں، حدیث شریف میں ہے:

31923۔ مَامِنْ شَیْءٍ إِلَّا یَعْلَمُ أَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ إِلَّا کَفَرَۃُ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ (کنز العمال)

کوئی شے نہیں، مگر وہ جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، مگر کچھ کافر جن اور انسان۔

معلوم ہوا کہ ہر شے اللہ کا ذکر کرتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جانتی ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اور کوئی شے منکرِ رسول نہیں ہے تو مومن ہوئی، اور جو مومن ہے اسے ذکرِ رسول بصورتِ درود و سلام کرنے کا حکم ہے، اس لیے ہر جانور کیا ہر شے ذکرِ رسول کرتی ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر جن وانس کا استثناء فرمایا، جو جانتے ہیں وہ کافر نہیں ہیں، اور جو کافر نہیں وہ مومن ہوئے۔

	عید میلاد منوندے نیں نصیباں والے نعت دی بزم سجوندے نیں نصیباں والے باوضو ہو کے تے منہ کر کے مدینے وتے نام سوہنے دا پکوندے نے نصیباں والے ذکر کردے نیں تے سندے نیں عرب دے چن دا	
	انج نصیباں نوں جگوندے نے نصیباں والے بے مراداں نوں کوئی سار نئیں نعتاں دی	
	نعت سندے تے سنوندے نے نصیباں والے ہر بہانے مرے سرکاردا ناں لے لے کے دل دی دنیاں نوں وسوندے نے نصیباں والے ریس کرسکدا اے کون ایسیاں خوش بختاں دی گیت میلاد دے گوندے نے نصیباں والے	(حنیف نازش)

ذکرِ الٰہی سے غافل رہنا ناپسندیدہ ہے

23 اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾(مائدہ)

شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں بیر اور دشمنی ڈلوا دے شراب اور جوئے میں اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے تو کیا تم باز آئے۔{کنز الایمان}

اس آیت میں شراب اور جوئے کے نتائج اور وبال بیان فرمائے گئے کہ شراب خوری اور جوئے بازی کا ایک وبال تو یہ ہے کہ اس سے آپس میں بُغض اور عداوتیں پیدا ہوتی ہیں اور جوان بدیوں میں مبتلا ہو وہ ذکرِ الٰہی اور نماز کے اوقات کی پابندی سے محروم ہو

جاتا ہے۔

ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں اُمت رسول اللہ کی

سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نعمت یاد کرنے کا حکم

24 اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾ (سورۃ مائدہ)

جب اللہ فرمائے گا: اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! یاد کر میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی ماں پر، جب میں نے پاک روح سے تیری مدد کی، تو لوگوں سے باتیں کرتا پالنے میں اور پکی عمر کا ہو کر، اور جب میں نے تجھے سکھائی کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل، اور جب تو مٹی سے پرند کی سی مورت میرے حکم سے بناتا، پھر اس میں پھونک مارتا، تو وہ میرے حکم سے اُڑنے لگتی، اور تو مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے شفا دیتا، اور جب تو مردوں کو میرے حکم سے زندہ نکالتا، اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکا، جب تو ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر آیا تو ان میں کے کافر بولے کہ یہ تو نہیں مگر کھلا جادو {کنز}

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو اللہ تعالیٰ نے پاک کیا اور جہاں کی عورتوں پر ان کو فضیلت دی۔ حضرت جبریل سے آپ علیہ السلام کی مدد کی کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہتے اور حوادث میں ان کی مدد کرتے۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے نزول

فرمائیں گے، کیونکہ کہولت (پختہ عمر) کا وقت آنے سے پہلے آپ اُٹھا لیے گئے، نُزول کے وقت آپ تینتیس ۳۳ سال کے جوان کی صورت میں جلوہ افروز ہوں گے اور بمصداق اس آیت کے، کلام کریں گے، اور جو پالنے میں فرمایا تھا ''اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ'' وہی فرمائیں گے۔

ایک اور نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہود کے شر سے محفوظ رکھا، جنہوں نے حضرت کے معجزاتِ باہرات دیکھ کر آپ کے قتل کا ارادہ کیا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمان پر اُٹھا لیا اور یہود نامراد رہ گئے۔ {خزائن العرفان}

سیدنا ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کو حکم کہ نعمتیں یاد کریں

25 اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِى الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ (اعراف)

اور کیا تمہیں اس کا اچنبھا ہوا کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نصیحت آئی تم میں کے ایک مرد کی معرفت، کہ وہ تمہیں ڈرائے، اور یاد کرو جب اس نے تمہیں قومِ نوح کا جانشین کیا اور تمہارے بدن کا پھیلاؤ بڑھایا، تو اللہ کی نعمتیں یاد کرو کہ کہیں تمہارا بھلا ہو۔ {کنز الایمان}

یہ اس کا کتنا بڑا احسان ہے۔ پھر بہت زیادہ قوت وطُولِ قامت عنایت کیا اور ایسے مُنعِم پر ایمان لاؤ اور طاعات وعبادات بجالا کر اس کے احسان کی شکر گزاری کرو۔

{خزائن العرفان}

شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم مدین کو نعمت یاد کرنے کا حکم

26 وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۪ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ (اعراف)

اور ہر راستہ پر یوں نہ بیٹھو کہ راہ گیروں کو ڈراؤ اور اللہ کی راہ سے انہیں روکو جو اس پر ایمان لائے اور اس میں کجی چاہو، اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے، اس نے تمہیں بڑھا دیا، اور دیکھو فسادیوں کا کیسا انجام ہوا۔ {کنز الایمان}

ے ذکر روکے، فضل کاٹے، نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

اور دین کا اِتباع کرنے میں لوگوں کے لیے سدِّ راہ نہ بنو۔

تمہاری تعداد زیادہ کردی تو اس کی نعمت کا شکر کرو اور ایمان لاؤ۔

بہ نگاہِ عبرت پچھلی اُمتوں کے احوال اور گزرے ہوئے زمانوں میں سرکشی کرنے والوں کے انجام و مآل دیکھو اور سوچو۔ {خزائن العرفان}

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر کرنے کا حکم

27 وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ (اعراف)

اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو، زاری اور ڈر سے، اور بے آواز نکلے زبان سے، صبح اور شام، اور غافلوں میں نہ ہونا۔ {کنز الایمان}

آیت: 24 کے بعد اس آیت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف سننے والے کو خاموش رہنا اور بے آواز نکالے دل میں ذکر کرنا، یعنی عظمت و جلالِ الٰہی کا استحضار، لازم ہے۔

مسئلہ: اِس سے امام کے پیچھے بلند یا پست آواز سے قراءت کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، اور دل میں عظمت و جلالِ حق کا استحضار اور ذکرِ قلبی ہے۔

مسئلہ: ذکر بالجہر اور ذکر بالِاخفاء دونوں میں نُصوص وارِد ہیں، جس شخص کو جس قسم کے ذکر میں ذوق و شوقِ تام و اخلاصِ کامل میسّر ہو، اس کے لیے وہی افضل ہے۔

شام؛عصر و مغرب کے درمیان کا وقت ہے، ان دونوں وقتوں (صبح وشام) میں ذکر افضل ہے، کیونکہ نمازِ فجر کے بعد طلوعِ آفتاب تک، اور اسی طرح نمازِ عصر کے بعد غروب تک، نماز ممنوع ہے، اس لیے ان وقتوں میں ذکر مُستحب ہوا، تا کہ بندے کے تمام اوقات قربت وطاعت میں مشغول رہیں۔ {خزائن العرفان}

مومنوں کو ذکر کا انعام

28 اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۲﴾ (سورہ انفال)

ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کو یاد کیا جائے، اُن کے دل ڈر جائیں، اور جب اُن پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں، ان کا ایمان ترقی پائے، اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کریں۔ { کنز الایمان}

شانِ نزول: حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت ہم اہلِ بدر کے حق میں نازِل ہوئی، جب غنیمت کے معاملہ میں ہمارے درمیان اختلاف پیدا ہوا، اور بدمزگی کی نوبت آ گئی، تو اللہ تعالیٰ نے معاملہ ہمارے ہاتھ سے نکال کر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا، آپ نے وہ مال برابر تقسیم کر دیا۔ {خزائن العرفان}

معلوم ہوا، اختلاف کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی یاد بہت ہی مفید ہے۔

اللہ کی نعمت مسلمانوں کو یاد کرنے کا حکم

29 وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ اَنْتُمْ قَلِیْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِی الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ یَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَ اَیَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ (انفال)

اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے، مُلک میں دبے ہوئے ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں اُچک نہ لے جائیں، تو اس نے تمہیں جگہ دی؛ اور اپنی مدد سے زور دیا؛ اور ستھری

چیزیں تمہیں روزی دیں، کہ کہیں تم احسان مانو۔ {کنزالایمان}

اے مؤمنین مہاجرین! ابتدائے اسلام میں ہجرت کرنے سے پہلے مکۂ مکرمہ میں (جب تم تھوڑے اور کمزور تھے؛) قریش تم پر غالب تھے؛ اور تم (ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں اُچک نہ لے جائیں)؛ تو اس نے تمہیں جگہ (مدینہ طیبہ میں) دی؛ اور اپنی مدد سے زور دیا؛ اور ستھری چیزیں (یعنی اموالِ غنیمت جو تم سے پہلے کسی اُمت کے لیے حلال نہیں تھے) تمہیں روزی دیں، کہ کہیں تم احسان مانو۔ {خزائن العرفان}

لڑائی میں ذکر اللہ

30 يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾ (انفال)

اے ایمان والو! جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو، تو ثابت قدم رہو اور اللہ کی یاد بہت کرو کہ تم مراد کو پہنچو۔ {کنزالایمان}

اس سے مدد چاہو اور کُفّار پر غالب ہونے کی دعائیں کرو۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو ہر حال میں لازم ہے کہ وہ اپنے قلب وزبان کو ذکرِ الٰہی میں مشغول رکھے اور کسی سختی و پریشانی میں بھی اس سے غافل نہ ہو۔ {خزائن العرفان}

31 اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾ (رعد)

وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں، سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔ {کنزالایمان}

اس کے رحمت و فضل اور اس کے احسان و کرم کو یاد کر کے بے قرار دلوں کو قرار و اطمینان حاصل ہوتا ہے، اگرچہ اس کے عدل و عتاب کی یاد دِلوں کو خائف کر دیتی ہے، جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا:

32 "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ"

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ مسلمان جب اللہ تعالیٰ کا نام لے کر قسم کھاتا ہے، دوسرے مسلمان اس کا اعتبار کر لیتے ہیں اور ان کے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے۔ {خزائن العرفان}

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ کے دن یاد دِلانے کا حکم

33 وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۔

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیریوں سے اجالے میں لا اور انہیں اللہ کے دن یاد دِلا بے شک اس میں نشانیاں ہیں ہر بڑے صبر والے شکر گزار کو (سورۂ ابراہیم:5) {کنزالایمان}

نشانیاں مثل عصا و ید بیضا وغیرہ معجزاتِ باہرہ۔

اَیامُ اللہ سے مراد

قاموس میں ہے کہ ایامُ اللہ سے اللہ کی نعمتیں مراد ہیں۔ حضرت ابنِ عباس و اُبی بن کعب و مجاہد و قتادہ رضی اللہ عنہم نے بھی ایامُ اللہ کی تفسیر (اللہ کی نعمتیں) فرمائیں۔ مقاتل کا قول ہے کہ ایامُ اللہ سے وہ بڑے بڑے وقائع مراد ہیں جو اللہ کے امر سے واقع ہوئے۔ بعض مفسّرین نے فرمایا کہ ایامُ اللہ سے وہ دن مراد ہیں جن میں اللہ نے اپنے بندوں پر انعام کئے، جیسے کہ بنی اسرائیل کے لیے مَن و سلویٰ اتارنے کا دن، حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے دریا میں راستہ بنانے کا دن۔ (خازن و مدارک و مفرداتِ راغب)

ان ایامُ اللہ میں سب سے بڑی نعمت کے دن، سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت و معراج کے دن ہیں، ان کی یاد قائم کرنا بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔ اسی طرح اور بزرگوں پر جو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہوئیں یا جن ایام میں واقعاتِ عظیمہ پیش آئے، جیسا کہ دسویں محرم کو کربلا کا واقعۂ ہائلہ، ان کی یادگاریں قائم کرنا بھی تذکیر بایامِ اللہ میں

داخل ہے۔ بعض لوگ میلاد شریف، معراج شریف اور ذکرِ شہادت کے ایام کی تخصیص میں کلام کرتے ہیں، انہیں اس آیت سے نصیحت پذیر ہونا چاہیے۔ {خزائن العرفان}

بغیر حکم خدا بھی انبیاء کرام علیہم السلام نعمتوں کی یاد دہانی کراتے تھے

34 وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَیُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ ﴿۶﴾ (ابراہیم)

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: یاد کرو اپنے اوپر اللہ کا احسان، جب اس نے تمہیں فرعون والوں سے نجات دی، جو تم کو بُری مار دیتے تھے، اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیاں زندہ رکھتے اور اس میں تمہارے رب کا بڑا فضل ہوا { کنز الایمان

(نیز) حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کا اپنی قوم کو یہ ارشاد فرمانا تذکیر ایام اللہ کی تعمیل ہے۔ {خزائن العرفان}

بوقتِ ذکرِ الٰہی، کافروں کا ردِ عمل

35 وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾

اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف ڈال دیئے ہیں کہ اسے نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں ٹینٹ (گرانی جس کے باعث وہ قرآن شریف نہیں سنتے {خزائن العرفان})

اور جب تم قرآن میں اپنے اکیلے رب کی یاد کرتے ہو، وہ پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں نفرت کرتے۔ (اسراء) { کنز الایمان}

یادِ خدا کے فوائد

36 اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰٓی اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾ (کہف)

مگر یہ کہ اللہ چاہے، اور اپنے رب کی یاد کر جب تو بھول جائے، اور یوں کہہ کہ قریب ہے کہ میرا رب مجھے اس سے نزدیک تر راستی کی راہ دکھائے۔ {کنز}

یعنی جب کسی کام کا ارادہ ہو تو یہ کہنا چاہیے کہ ان شاء اللہ ایسا کروں گا، بغیر ان شاء اللہ کے نہ کہے۔

شانِ نزول: اہلِ مکہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جب اصحابِ کہف کا حال دریافت کیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کل بتاؤں گا، اور ان شاء اللہ نہیں فرمایا تھا، کئی روز وحی نہیں آئی، پھر یہ آیت نازل فرمائی۔

تو پھر ہم کون ہیں، کہ بے یادِ الٰہی کیسے رب ہم سے راضی ہو؟

یعنی ان شاء اللہ تعالیٰ کہنا یاد نہ رہے تو جب یاد آئے کہہ لے۔ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب تک اس مجلس میں رہے۔ اس آیت کی تفسیروں میں کئی قول ہیں بعض مفسرین نے فرمایا: معنٰی یہ ہیں کہ اگر کسی نماز کو بھول گیا تو یاد آتے ہی ادا کرے۔ (بخاری ومسلم) بعض عارفین نے فرمایا: معنٰی یہ ہیں کہ اپنے ربّ کو یاد کر جب تو اپنے آپ کو بھول جائے، کیونکہ ذکر کا کمال یہی ہے کہ ذاکر مذکور میں فنا ہو جائے۔

ذکر و ذاکر محو گردد بالتمام   جملگی مذکور ماند والسلام

یعنی ایسے معجزات عطا فرمائے جو میری نبوّت پر اس سے بھی زیادہ ظاہر دلالت کریں، جیسے کہ انبیاء سابقین کے احوال کا بیان، اور غیوب کا علم، اور قیامت تک پیش آنے والے حوادث و وقائع کا بیان، اور شقّ القمر اور حیوانات سے اپنی شہادتیں دلوانا وغیرہا۔
(خازن وجمل) {خزائن العرفان}

ذکر سے غفلت باعثِ وبال

37 وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا

تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾
(کہف)

اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے، اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں، کیا تم دنیا کی زندگی کا سنگار چاہو گے، اور اس کا کہانہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا، اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا، اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔ {کنز الایمان}

یعنی اخلاص کے ساتھ ہر وقت اللہ کی طاعت میں مشغول رہتے ہیں۔

شانِ نُزول: سردارانِ کُفّار کی ایک جماعت نے سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمیں غُرباء اور شکستہ حالوں کے ساتھ بیٹھتے شرم آتی ہے، اگر آپ ہمیں انھیں صحبت سے جدا کر دیں تو ہم اسلام لے آئیں اور ہمارے اسلام لے آنے سے خَلقِ کثیر اسلام لے آئے گی۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازِل ہوئی۔

سیدنا زکریا کو سیدنا یحییٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کی خوشخبری

38تا40 ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ﴿۲﴾ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ﴿۳﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَ اشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّ لَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿۴﴾ (مریم)

یہ مذکور ہے تیرے رب کی اس رحمت کا جو اس نے اپنے بندہ زکریا پر کی، جب اس نے اپنے رب کو آہستہ پکارا، عرض کی: اے میرے رب! میری ہڈی کمزور ہو گئی اور سر سے بڑھاپے کا بھبھوکا پھوٹا، اور اے میرے رب! میں تجھے پکار کر کبھی نامراد نہ رہا۔ {کنز}

(آہستہ پکارا) کیوں کہ اِخفاء، ریا سے دُور اور اخلاص سے معمور ہوتا ہے، نیز یہ بھی فائدہ تھا کہ پیرانہ سالی کی عمر میں جب کہ سن شریف پچھتر یا اسّی برس کا تھا، اولاد کا طلب کرنا احتمال رکھتا تھا کہ عوام اس پر ملامت کریں، اِس لیے بھی اس دعا کا

اِخفاء مناسب تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ضعفِ پیری کے باعث حضرت کی آواز بھی ضعیف ہوگئی تھی۔ (مدارک، خازن)

(میں تجھے پکار کر کبھی نامراد نہ رہا) ہمیشہ تو نے میری دعا قبول کی اور مجھے مستجاب الدعوات کیا{خزائن العرفان)

41تا47 وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ﴿۵﴾ یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا ﴿۶﴾ یٰزَكَرِیَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ﹰاسْمُهٗ یَحْیٰی لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا ﴿۷﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِیًّا ﴿۸﴾ قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَیْـًٔا ﴿۹﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْۤ اٰیَةً قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا ﴿۱۰﴾ فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤی اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِیًّا ﴿۱۱﴾ (مریم)

اور مجھے اپنے بعد اپنے قرابت والوں کا ڈر ہے، اور میری عورت بانجھ ہے، تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا دے ڈال جو میرا کام اٹھالے، وہ میرا جانشین ہو اور اولاد یعقوب کا وارث ہو، اور اے میرے رب! اسے پسندیدہ کر، اے زکریا! ہم تجھے خوشی سناتے ہیں ایک لڑکے کی جن کا نام یحییٰ ہے، اس کے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی نہ کیا، عرض کی: اے میرے رب! میرے لڑکا کہاں سے ہوگا، میری عورت تو بانجھ ہے، اور میں بڑھاپے سے سوکھ جانے کی حالت کو پہنچ گیا، فرمایا: ایسا ہی ہے، تیرے رب نے فرمایا: وہ مجھے آسان ہے، اور میں نے تو اس سے پہلے تجھے اس وقت بنایا جب تو کچھ بھی نہ تھا، عرض کی: اے میرے رب! مجھے کوئی نشانی دے دے، فرمایا: تیری نشانی یہ ہے کہ تو تین رات دن لوگوں سے کلام نہ کرے بھلا چنگا ہوکر، تو اپنی قوم پر مسجد سے باہر آیا تو انہیں اشارہ سے

کہا کہ صبح وشام تسبیح کرتے رہو۔ {کنز الایمان}

قرابت والے چچازاد وغیرہ، کہ وہ شریر لوگ ہیں کہیں میرے بعد دین میں رخنہ اندازی نہ کریں، جیسا کہ بنی اسرائیل سے مشاہدہ میں آچکا ہے۔ اور وہ وارث میرے علم کا حامل ہو، کہ تو اپنے فضل سے اس کو نبوّت عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی یہ دعا قبول فرمائی اور ارشاد فرمایا: اے زکریا! ہم تجھے خوشخبری دیتے ہیں .... الخ، آپ نے حیرانی سے سوال کیا۔

یہ سوالِ اِستبعاد نہیں (یعنی حضرت زکریا علیہ السلام نے عطائے فرزند کو بعید سمجھ کر یہ سوال نہیں کیا)، بلکہ مقصود یہ دریافت کرنا ہے کہ عطائے فرزند کس طریقہ پر ہوگا، کیا دوبارہ جوانی مرحمت ہوگی یا اسی حال میں فرزند عطا کیا جائے گا؟ جواب آیا: تمہیں دونوں سے لڑکا پیدا فرمانا منظور ہے۔ اور جو معدوم کے موجود کرنے پر قادر ہے، اس سے بڑھاپے میں اولاد عطا فرمانا کیا عجب ہے۔ درخواست کی: ایسی نشانی ظاہر فرمادے جس سے مجھے اپنی بی بی کے حاملہ ہونے کی معرفت ہو، ارشاد ہوا: تیری نشانی یہ ہے کہ تو تین رات دن لوگوں سے کلام نہ کرے صحیح سالم ہو کر بغیر کسی بیماری کے اور بغیر گونگا ہونے کے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ان ایام میں آپ لوگوں سے کلام کرنے پر قادر نہ ہوئے، جب اللہ کا ذکر کرنا چاہتے زبان کُھل جاتی۔

جب حضرت زکریا علیہ السلام نماز کے لیے باہر آئے تو آپ کا رنگ بدلا ہوا تھا، گفتگو نہیں فرما سکتے تھے۔ اب حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے کلام نہ کر سکنے سے جان لیا کہ آپ کی بیوی صاحبہ حاملہ ہو گئیں، اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت سے دو سالی بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔ {تلخیص خزائن العرفان}

48 يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿۱۲﴾

اے یحییٰ! کتاب مضبوط تھام، اور ہم نے اسے بچپن ہی میں نبوت دی۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو بچپن میں ہی نبوت عطا ہو چکی تھی، عطائے نبوت کے لیے چالیس سال ضروری نہیں، اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، جب چاہے کرے۔

سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کی یاد کا حکم

49 وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾ (مریم)

اور کتاب میں مریم کو یاد کرو جب اپنے گھر والوں سے پورب (مشرق) کی طرف ایک جگہ الگ گئی۔ {کنزالایمان}

یعنی اے سیدِ انبیاء! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) قرآنِ کریم میں حضرت مریم کا واقعہ پڑھ کر ان لوگوں کو سنایئے، تاکہ انہیں ان کا حال معلوم ہو۔

سیدہ اپنے مکان میں یا بیت المقدس کی شرقی جانب میں لوگوں سے جدا ہو کر عبادت کے لیے خلوت (تنہائی) میں بیٹھیں۔ {خزائن العرفان}

یادِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم

50 وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾

اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو، بے شک وہ صدیق تھا، غیب کی خبریں بتاتا۔ {کنزالایمان} (مریم)

سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یاد کا حکم

51 وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰۤى ۬ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾

اور کتاب میں موسیٰ کو یاد کرو، بے شک وہ چنا ہوا تھا، اور رسول تھا غیب کی خبریں بتانے والا۔ (مریم) {کنزالایمان}

سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یاد کا حکم

52 وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا

نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾ (مریم)

اور کتاب میں اسماعیل کو یاد کرو، بے شک وہ وعدے کا سچا تھا، اور رسول تھا غیب کی خبریں بتاتا۔ {کنزالایمان}

آپ (حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام) حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد ہیں۔ انبیاء سب ہی سچے ہوتے ہیں، لیکن آپ اس وصف میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔ ایک مرتبہ کسی مقام پر آپ سے کوئی شخص کہہ گیا تھا کہ آپ یہیں ٹھہرے رہیے جب تک میں واپس آؤں، آپ اس جگہ اس کے انتظار میں تین روز ٹھہرے رہے۔ آپ نے صبر کا وعدہ کیا تھا، ذبح کے موقع پر اس شان سے اس کو وفا فرمایا کہ سُبحان اللہ! {خزائن العرفان}

یادو ذکر سے منہ پھیرنے کا انجام

53 وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ (طٰہٰ)

اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے تنگ زندگانی ہے، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ {کنزالایمان}

(اس کے لیے تنگ زندگانی ہے) دنیا میں، یا قبر میں، یا آخرت میں، یا دین میں، یا ان سب میں۔ دنیا کی تنگ زندگانی یہ ہے کہ ہدایت کا اِتّباع نہ کرنے سے عملِ بد اور حرام میں مبتلا ہو، یا قناعت سے محروم ہو کر گرفتارِ حرص ہو جائے اور کثرتِ مال واسباب سے بھی اس کو فراغِ خاطر اور سکونِ قلب میسّر نہ ہو، دل ہر چیز کی طلب میں آوارہ ہو، اور حرص کے غموں سے کہ یہ نہیں وہ نہیں، حال تاریک اور وقت خراب رہے، اور مومن متوکّل کی طرح اس کو سکون وفراغ حاصل ہی نہ ہو، جس کو حیاتِ طیبہ کہتے ہیں " قَالَ تَعَالٰى فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً " (النحل:97) اور قبر کی تنگ زندگانی یہ ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہوا: کافر پر ننانوے اژدہے اس کی قبر میں مسلّط کیے جاتے ہیں۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

شانِ نزول: یہ آیت اسود بن عبدالعزی مخزومی کے حق میں نازل ہوئی۔

اور قبر کی زندگانی سے مراد قبر کا اس سختی سے دبانا ہے جس سے ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف آجاتی ہیں، اور آخرت میں تنگ زندگانی جہنم کے عذاب میں، جہاں زقوم (تھوہڑ) اور کھولتا پانی اور جہنمیوں کے خون اور ان کے پیپ کھانے پینے کو دی جائے گی۔

اور دین میں تنگ زندگانی یہ ہے کہ نیکی کی راہیں تنگ ہو جائیں اور آدمی کسبِ حرام میں مبتلا ہو۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ بندے کو تھوڑا ملے یا بہت، اگر خوفِ خدا نہیں، تو اس میں کچھ بھلائی نہیں، اور یہ تنگ زندگانی ہے۔ (تفسیرِ کبیر و خازن و مدارک وغیرہ) {خزائن العرفان} یہ سب کچھ بھی بطور وبال ہو سکتا ہے، اور کچھ بھی، ذکر سے غفلت اس کا سبب ہے۔

قرآن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے

54 هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۴﴾ (انبیاء)

یہ قرآن میرے ساتھ والوں کا ذکر ہے اور مجھ سے اگلوں کا تذکرہ، بلکہ ان میں اکثر حق کو نہیں جانتے تو وہ روگرداں ہیں۔ {کنزالایمان}

ساتھ والوں سے مراد آپ کی اُمت ہے، قرآنِ کریم میں اس کا ذکر ہے کہ اس کو طاعت پر کیا ثواب ملے گا اور معصیت پر کیا عذاب کیا جائے گا، اور پہلے انبیاء کی اُمتوں کا، اور اس کا کہ دنیا میں ان کے ساتھ کیا کیا گیا اور آخرت میں کیا کیا جائے گا۔ {خزائن العرفان}

55 وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ (انبیاء)

اور جب کافر تمہیں دیکھتے ہیں تو تمہیں نہیں ٹھہراتے مگر ٹھٹھا، کیا یہ ہیں وہ جو تمہارے خداؤں کو برا کہتے ہیں، اور وہ رحمٰن ہی کی یاد سے منکر ہیں۔ {کنز الایمان}

شانِ نزول: یہ آیت ابوجہل کے حق میں نازل ہوئی، حضور ﷺ تشریف لیے جاتے تھے، وہ آپ کو دیکھ کر ہنسا اور کہنے لگا کہ یہ بنی عبد مناف کے نبی ہیں! اور آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے: کیا یہ ہیں وہ جو تمہارے خداؤں کو برا کہتے ہیں!

اور کفار کہتے ہیں کہ ہم رحمٰن کو جانتے ہی نہیں، اس جہل و ضلال میں مبتلا ہونے کے باوجود آپ کے ساتھ تمسخر کرتے ہیں، اور نہیں دیکھتے کہ ہنسی کے قابل خود ان کا اپنا حال ہے۔ {خزائن العرفان}

غفلت ناپسندیدہ امر

56 قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾ (انبیاء)

تم فرماؤ شبانہ روز تمہاری کون نگہبانی کرتا ہے رحمٰن سے، بلکہ وہ اپنے رب کی یاد سے منہ پھیرے ہیں۔ {کنز الایمان}

حج اور ذکر اللہ کا حکم

58,57 وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿۲۷﴾ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾ (حج)

اور لوگوں میں حج کی عام ندا کر دے، وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر دبلی اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہیں، تا کہ وہ اپنا فائدہ پائیں، اور اللہ کا نام لیں جانے ہوئے دنوں میں، اس پر کہ انہیں روزی دی بے زبان چوپائے، تو ان میں سے خود کھاؤ اور

مصیبت زدہ محتاج کو کھلاؤ۔ {کنزالایمان}

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابوقبیس پہاڑ پر چڑھ کر جہان کے لوگوں کو ندا کردی کہ بیت اللہ کا حج کرو، جن کے مقدر میں حج ہے انہوں نے باپوں کی پشتوں اور ماؤں کے پیٹوں سے جواب دیا: لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ۔ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ اس آیت میں اَذِّنْ کا خطاب سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے، چنانچہ حجۃ الوداع میں اعلان فرمادیا اور ارشاد کیا کہ اے لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا تو حج کرو۔ جانے ہوئے دنوں سے ذی الحجہ کا عشرہ مراد ہے جیسا کہ حضرت علی اور ابنِ عباس و حسن و قتادہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے، اور یہی مذہب ہے ہمارے امامِ اعظم حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا، اور صاحبین کے نزدیک جانے ہوئے دنوں سے ایامِ نحر مراد ہیں، یہ قول ہے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا، اور ہر تقدیر پر یہاں ان دنوں سے خاص روزِ عید مراد ہے۔ (تفسیرِ احمدی و مدارک) {خزائن العرفان}

جانور نعمت ہیں، عطا ہوں تو اس پر شکر کرو

60,59 وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ الصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ (حج)

اور ہر امت کے لیے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی، کہ اللہ کا نام لیں اس کے دیئے ہوئے بے زبان چوپایوں پر، تو تمہارا معبود ایک معبود ہے، تو اسی کے حضور گردن رکھو، اور اے محبوب! خوشی سنادو ان تواضع والوں کو کہ جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے ان کے دل ڈرنے لگتے ہیں، اور جو افتاد پڑے اس کے سہنے والے، اور نماز برپا رکھنے والے، اور ہمارے دیئے سے خرچ کرتے ہیں۔ {کنزالایمان}

تو ذبح کے وقت صرف اسی کا نام لو۔ اس آیت میں دلیل ہے اس پر کہ نامِ خدا کا ذکر کرنا، ذبح کے لِیے شرط ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر ایک اُمت کے لیے مقرر فرمادیا تھا کہ اس کے لیے بہ طریقِ تقرّب قربانی کریں اور تمام قربانیوں پر اسی کا نام لیا جائے۔ {خزائن}

اللہ کے بندوں کو کوئی کام ذکرِ الٰہی سے نہیں روکتا

61 رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ (نور)

وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد اور نماز برپا رکھنے اور زکوٰۃ دینے سے، ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں اُلٹ جائیں گے دل اور آنکھیں۔ {کنزالایمان}

اور اس کے ذکرِ قلبی ولسانی اور اوقاتِ نماز پر مسجدوں کی حاضری سے؛ اور انہیں وقت پر ادا کرنے سے۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بازار میں تھے مسجد میں نماز کے لیے اقامت کہی گئی، آپ نے دیکھا کہ بازار والے اٹھے اور دوکانیں بند کر کے مسجد میں داخل ہو گئے، تو فرمایا کہ آیت " رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ " ایسے ہی لوگوں کے حق میں ہے۔

دلوں کا اُلٹ جانا یہ ہے کہ شدتِ خوف و اضطراب سے اُلٹ کر گلے تک چڑھ جائیں گے، نہ باہر نکلیں، نہ نیچے اتریں، اور آنکھیں اوپر چڑھ جائیں گی، یا یہ معنٰی ہیں کہ کُفّار کے دل کُفر و شک سے ایمان و یقین کی طرف پلٹ جائیں گے، اور آنکھوں سے پردے اُٹھ جائیں گے، یہ تو اس دن کا بیان ہے، آیت میں یہ ارشاد فرمایا گیا کہ وہ فرماں بردار بندے جو ذکر و طاعت میں نہایت مستعِد رہتے ہیں؛ اور عبادت کی ادا میں سرگرم رہتے ہیں؛ باوجود اس حُسنِ عمل کے اس روز سے خائف رہتے ہیں؛ اور سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا نہ ہو سکا۔ {خزائن العرفان}

ذاکر ھدایت والا بے ذکر گمراہ

62تا65 وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ

يَهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ انْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾ (شعراء)

اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں، کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ ہر نالے میں سرگرداں پھرتے ہیں؛ اور وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے، مگر وہ جو ایمان لائے؛ اور اچھے کام کیئے؛ اور بکثرت اللہ کی یاد کی؛ اور بدلہ لیا بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہوا، اور اب جانا (جاننا) چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ {کنز الایمان}

اس میں شعراءِ اسلام کا استثناء فرمایا گیا، وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت لکھتے ہیں؛ اللہ تعالیٰ کی حمد لکھتے ہیں؛ اسلام کی مدح لکھتے ہیں؛ پند و نصائح لکھتے ہیں؛ اس پر اجر و ثواب پاتے ہیں۔

بخاری شریف میں ہے کہ مسجدِ نبوی میں حضرت حسّان کے لیے منبر بچھایا جاتا تھا؛ وہ اس پر کھڑے ہو کر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مفاخر پڑھتے تھے اور کُفّار کی بدگوئیوں کا جواب دیتے تھے؛ اور سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے حق میں دعا فرماتے جاتے تھے۔

بخاری کی حدیث میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بعض شعر حکمت ہوتے ہیں۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس مبارک میں اکثر شعر پڑھے جاتے تھے، جیسا کہ ترمذی میں جابر بن سمرہ سے مروی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ شعر کلام ہے، بعض اچھا ہوتا ہے بعض بُرا، اچھے کو لو، بُرے کو چھوڑ دو۔

شعبی نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق شعر کہتے تھے، حضرت علی ان سب سے زیادہ شعر فرمانے والے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اور شعر ان کے لیے ذکرِ الٰہی سے غفلت کا سبب نہ ہو سکا، بلکہ ان لوگوں نے جب شعر کہا بھی تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور اس کی توحید اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت اور اصحابِ کرام و صُلحائے اُمت کی مدح اور حکمت و موعظت اور زہد و ادب میں۔ کفار سے ان کی ہجو کا بدلہ لیا، کہ انہوں نے مسلمانوں کی اور ان کے پیشواؤں کی ہجو کی، ان حضرات نے اس کو دفع کیا، اور اس کے جواب دیئے، یہ مذموم نہیں ہیں، بلکہ مستحقِ اجر و ثواب ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ مؤمن اپنی تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے، اور اپنی زبان سے بھی، یہ ان حضرات کا جہاد ہے۔ مشرکین نے سیدُ الطاہرین افضلُ الخلق رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کی تھی۔ {خزائن العرفان}

نوٹ: محض ذاکر نام رکھ لینے سے کوئی بندہ ذاکر نہیں بن جاتا!

قرآن پڑھنے کا حکم

66 اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾

اے محبوب! پڑھو جو کتاب تمہاری طرف وحی کی گئی، اور نماز قائم فرماؤ، بے شک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بُری بات سے، اور بے شک اللہ کا ذکر سب سے بڑا، اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ (عنکبوت) {کنز الایمان}

(کتاب) یعنی قرآن شریف، کہ اس کی تلاوت عبادت بھی ہے، اور اس میں لوگوں کے لیے پند و نصیحت بھی، اور احکام و آداب و مکارمِ اخلاق کی تعلیم بھی۔

(بے حیائی اور بری بات سے) یعنی ممنوعاتِ شرعیہ سے، لہٰذا جو شخص نماز کا پابند ہوتا ہے، اور اس کو اچھی طرح ادا کرتا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک نہ ایک دن وہ ان برائیوں کو ترک کر دیتا ہے جن میں مبتلا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک انصاری جوان سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتا تھا، اور بہت سے کبیرہ

گناہوں کا ارتکاب کرتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی شکایت کی گئی، فرمایا: اس کی نماز کسی روز اس کو ان باتوں سے روک دے گی، چنانچہ بہت ہی قریب زمانہ میں اس نے توبہ کی اور اس کا حال بہتر ہو گیا۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس کی نماز اس کو بے حیائی اور ممنوعات سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں۔

ذکرِ الٰہی افضل عبادت ہے

ترمذی کی حدیث میں ہے، سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں نہ بتاؤں وہ عمل جو تمہارے اعمال میں بہتر، اور ربّ کے نزدیک پاکیزہ تر، نہایت بلند رتبہ، اور تمہارے لیے سونے چاندی دینے سے بہتر، اور جہاد میں لڑنے اور مارے جانے سے بہتر ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: بے شک یارسول اللہ! فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

ترمذی ہی کی دوسری حدیث میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے نزدیک کن بندوں کا درجہ افضل ہے؟ فرمایا: بکثرت ذکر کرنے والوں کا، صحابہ نے عرض کیا: اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے والا؟ فرمایا: اگر وہ اپنی تلوار سے کُفّار و مشرکین کو یہاں تک مارے کہ تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خون میں رنگ جائے، جب بھی ذاکرین ہی کا درجہ اس سے بلند ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس آیت کی تفسیر یہ فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو یاد کرنا بہت بڑا ہے، اور ایک قول اس کی تفسیر میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بڑا ہے۔ {خزائن العرفان}

ایمان والوں کو نعمتوں کی یاد کا حکم

67 يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۹﴾ (سورۂ احزاب)

اے ایمان والو! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو، جب تم پر کچھ لشکر آئے، تو ہم نے ان پر آندھی اور وہ لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہ آئے، اور اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے {کنزالایمان}

جو احسان اس نے جنگِ احزاب کے دن فرمایا، جس کو غزوۂ خندق کہتے ہیں، جو جنگِ اُحد سے ایک سال بعد تھا، جب کہ مسلمانوں کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ مدینۂ طیبہ میں محاصرہ کرلیا گیا تھا۔ (خزائن العرفان)

غزوۂ احزاب کا مختصر بیان

یہ غزوہ شوال ۴ یا ۵ھ ہجری میں پیش آیا، جب یہودِ بنی نُضیر کو جلاوطن کیا گیا تو ان کے اکابر مکہ مکرمہ میں قریش کے پاس پہنچے اور انہیں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ جنگ کی ترغیب دلائی، اور وعدہ کیا کہ ہم تمہارا ساتھ دیں گے یہاں تک کہ مسلمان نیست و نابود ہو جائیں، ابوسفیان نے اس تحریک کی بہت قدر کی، اور کہا کہ ہمیں دنیا میں وہ سب سے پیارا ہے جو (محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی عداوت میں ہمارا ساتھ دے۔

پھر قریش نے ان یہودیوں سے کہا کہ تم پہلی کتاب والے ہو، بتاؤ تو ہم حق پر ہیں یا محمدِ (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)؟ یہود نے کہا: تمہی حق پر ہو، اس پر قریش خوش ہوئے، اسی پر آیت "اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ" (النساء: 51) نازل ہوئی۔ پھر یہودی، قبائلِ غطفان وقیس و غیلان وغیرہ میں گئے، وہاں بھی یہی تحریک کی، وہ سب ان کے موافق ہو گئے۔ اس طرح انہوں نے جابجا دورے کئے اور عرب کے قبیلہ قبیلہ کو مسلمانوں کے خلاف تیار کرلیا۔

جب سب لوگ تیار ہو گئے، تو قبیلۂ خزاعہ کے چند لوگوں نے سیدِ عالم ﷺ کو کفار کی ان زبردست تیاریوں کی اطلاع دی؛ یہ اطلاع پاتے ہی حضور ﷺ نے بہ مشورۂ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خندق کھدوانی شروع کر دی؛ اس خندق میں

مسلمانوں کے ساتھ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود بھی کام کیا۔

مسلمان خندق تیار کر کے فارغ ہوئے ہی تھے کہ مشرکین بارہ ہزار کا لشکرِ گراں لے کر ان پر ٹوٹ پڑے اور مدینہ طیبہ کا محاصرہ کر لیا؛ خندق مسلمانوں کے اور ان کے درمیان حائل تھی، اس کو دیکھ کر متحیر ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ ایسی تدبیر ہے جس سے عرب لوگ اب تک واقف نہ تھے؛ اب انہوں نے مسلمانوں پر تیر اندازی شروع کی؛ اور اس محاصرہ کو پندرہ روز یا چوبیس روز گزرے، مسلمانوں پر خوف غالب ہوا، اور وہ بہت گھبرائے اور پریشان ہوئے، تو اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی، اور ان پر تیز ہوا بھیجی، نہایت سرد اور اندھیری رات میں، اس ہوا نے ان کے خیمے گرا دیئے؛ طنابیں توڑ دیں؛ کھونٹے اکھاڑ دیئے؛ ہانڈیاں الٹ دیں؛ آدمی زمین پر گرنے لگے؛ اور اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیج دیئے جنہوں نے کفار کو لرزا دیا؛ ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی، مگر اس جنگ میں ملائکہ نے قتال نہیں کیا۔

پھر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو خبر لینے کے لیے بھیجا؛ وقت نہایت سرد تھا؛ یہ ہتھیار لگا کر روانہ ہوئے؛ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روانہ ہوتے وقت ان کے چہرے اور بدن پر دستِ مبارک پھیرا، جس سے ان پر سردی اثر نہ کر سکی، اور یہ دشمن کے لشکر میں پہنچ گئے، وہاں تیز ہوا چل رہی تھی اور سنگریزے اڑ اڑ کر لوگوں کے لگ رہے تھے؛ آنکھوں میں گرد پڑ رہی تھی؛ عجب پریشانی کا عالم تھا؛ لشکرِ کفار کے سردار ابوسفیان ہوا کا یہ عالم دیکھ کر اٹھے اور انہوں نے قریش کو پکار کر کہا کہ جاسوسوں سے ہوشیار رہنا، ہر شخص اپنے برابر والے کو دیکھ لے، یہ اعلان ہونے کے بعد ہر ایک شخص نے اپنے برابر والے کو ٹٹولنا شروع کیا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دانائی سے اپنے داہنے شخص کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں فلاں بن فلاں ہوں، اس کے بعد ابوسفیان نے کہا: اے گروہِ قریش! تم ٹھہرنے کے مقام پر نہیں ہو، گھوڑے اور اونٹ

ہلاک ہو چکے، بنی قُریظہ اپنے عہد سے پھر گئے، اور ہمیں ان کی طرف سے اندیشہ ناک خبریں پہنچی ہیں، ہوا نے جو حال کیا ہے، وہ تم دیکھ ہی رہے ہو، بس اب یہاں سے کوچ کر دو، میں کوچ کرتا ہوں، ابوسفیان یہ کہہ کر اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے، اور لشکر میں الرحیل الرحیل یعنی کوچ کوچ کا شور مچ گیا، ہوا ہر چیز کو اُلٹے ڈالتی تھی، مگر یہ ہوا اِس لشکر سے باہر نہ تھی، اب یہ لشکر بھاگ نکلا، اور سامان کا بار کر کے لے جانا اس کو شاق ہو گیا، اس لیے کثیر سامان چھوڑ گیا۔ (جمل) {خزائن العرفان}

ذاکر کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات نمونۂ حسنہ

68 لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿۲۱﴾ احزاب

بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے، اس کے لیے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔ {کنز الایمان}

معنی یہ ہے کہ ان کا اچھی طرح اِتباع کرو؛ اور دینِ الٰہی کی مدد کرو؛ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑو؛ اور مصائب پر صبر کرو؛ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنتوں پر چلو، یہ بہتر ہے۔ اللہ کو بہت یاد کرو، کہ ہر موقع پر اس کا ذکر کرو؛ خوشی میں بھی رنج میں بھی، تنگی میں بھی فراخی میں بھی۔ {خزائن العرفان}

اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کثرت سے اور صبح شام کرو

70,69 يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ (احزاب)

اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کرو اور صبح و شام اس کی پاکی بولو! {کنز الایمان}

کیونکہ صبح اور شام کے اوقات ملائکۂ روز و شب کے جمع ہونے کے وقت ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اَطرافِ لیل و نہار کا ذکر کرنے سے ذکر کی مداومت (ہیشگی) کی

طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔{خزائن العرفان}

عام لوگوں کو نعمتِ الٰہی یاد کرنے کا حکم

71 يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳﴾ (فاطر)

اے لوگو! اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو، کیا اللہ کے سوا اور بھی کوئی خالق ہے کہ آسمان اور زمین سے تمہیں روزی دے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو تم کہاں اوندھے جاتے ہو!{کنز الایمان}

اس نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا؛ آسمان کو بغیر کسی ستون کے قائم کیا؛ اپنی راہ بتانے اور حق کی دعوت دینے کے لیے رسولوں کو بھیجا؛ رزق کے دروازے کھولے؛ مینہ برسا کر اور طرح طرح کے نباتات پیدا کر کے، اور تم یہ جانتے ہوئے کہ وہی خالق و رازق ہے، ایمان و توحید سے کیوں پھرتے ہو۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تسلی کے لیے فرمایا جاتا ہے:

72 وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴﴾ (فاطر)

اور اگر یہ تمہیں جھٹلائیں تو بے شک تم سے پہلے کتنے ہی رسول جھٹلائے گئے، اور سب کام اللہ ہی کی طرف سے پھرتے ہیں۔{کنز الایمان}

ربّ کریم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل آزاری نہیں چاہتا، اور جو ایسا کرے وہ سخت ناپسندیدہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دے رہا ہے۔

سیدنا داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یاد کا حکم

73 اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾ (ص)

تم ان کی باتوں پر صبر کرو، اور ہمارے بندے داؤد نعمتوں والے کو یاد کرو، بے شک وہ بڑا رجوع کرنے والا ہے۔ {کنزالایمان}

جن کو عبادت کی بہت قوت دی گئی تھی، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ تھا کہ ایک دن روزہ رکھتے، ایک دن اِفطار فرماتے؛ اور رات کے پہلے نصف حصّہ میں عبادت کرتے، اس کے بعد شب کی ایک تہائی آرام فرماتے؛ پھر باقی چھٹا حصّہ عبادت میں گزارتے۔ {خزائن}

ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو

74 وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ ص

اور یاد کرو ہمارے بندہ ایوب کو، جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذا لگا دی۔ {کنزالایمان}

صبرِ سیدنا ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام

(ایذا لگا دی) جسم اور مال میں، اس سے آپ کا مرض اور اس کے شدائد (شدّتیں) مراد ہیں۔ حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر طرح کی نعمتیں عطا فرمائی تھیں: حسنِ صورت بھی، کثرتِ اولاد بھی، کثرتِ اموال بھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اِبتلا (آزمائش) میں ڈالا: اور آپ کے فرزند و اولاد مکان کے گرنے سے دب کر مر گئے؛ تمام جانور: جس میں ہزارہا اونٹ، ہزارہا بکریاں تھیں، سب مر گئے؛ تمام کھیتیاں اور باغات برباد ہو گئے؛ کچھ بھی باقی نہ رہا، اور جب جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان چیزوں سے ہلاک ہونے اور ضائع ہونے کی خبر دی جاتی تھی تو آپ حمدِ الٰہی بجا لاتے تھے اور فرماتے تھے: میرا کیا ہے! جس کا تھا، اس نے لیا؛ جب تک مجھے دیا اور میرے پاس رکھا، اس کا شکر ہی ادا نہیں ہو سکتا: میں اس کی مرضی پر راضی ہوں۔

پھر آپ علیہ السلام بیمار ہوئے، تمام جسم شریف میں آبلے پڑے، بدن مبارک سب کا سب زخموں سے بھر گیا، سب لوگوں نے چھوڑ دیا، بجز (سوائے) آپ کی بی بی صاحبہ کے، کہ وہ آپ کی خدمت کرتی رہیں، اور یہ حالت سالہا سال رہی، آخر کار کوئی ایسا سبب پیش آیا کہ آپ نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی۔

(اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی تکلیف دور فرما دی) اس طرح کہ حضرت ایوب علیہ السلام سے فرمایا کہ آپ زمین میں پاؤں ماریئے، انہوں نے پاؤں مارا، ایک چشمہ ظاہر ہوا، حکم دیا گیا: اس سے غسل کیجیے، غسل کیا تو ظاہر بدن کی تمام بیماریاں دور ہوگئیں؛ پھر آپ علیہ السلام چالیس قدم چلے، پھر دوبارہ زمین میں پاؤں مارنے کا حکم ہوا، پھر آپ علیہ السلام نے پاؤں مارا، اس سے بھی ایک چشمہ ظاہر ہوا، جس کا پانی نہایت سرد تھا، آپ نے بحکمِ الٰہی پیا، اس سے باطن کی تمام بیماریاں دور ہوگئیں، اور آپ کو اعلیٰ درجہ کی صحت حاصل ہوئی۔

ذکر کے مزید فائدے

حضرت ابن مسعود و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اکثر مفسّرین نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام اولاد کو زندہ فرما دیا، اور آپ کو اتنی ہی اولاد اور عنایت کی۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بی بی صاحبہ کو دوبارہ جوانی عنایت کی اور ان کے کثیر اولادیں ہوئیں

اس واقعہ سے بلاؤں پر صبر کرنے کا درس حاصل کریں؛ اور اس کے ثوابِ عظیم سے باخبر ہو کر صبر کریں؛ اور ثواب پائیں {خزائن العرفان} (سورۂ انبیاء/ ۸۳)

انبیاء کرام علیہم السلام کی یادیں اور نعتیں

75تا76 وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ اُولِی الْاَیْدِیْ وَ الْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ وَ اذْكُرْ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ وَ ذَا الْكِفْلِ وَ كُلٌّ مِّنَ الْاَخْیَارِ ﴿۴۸﴾ (ص)

اور یاد کرو ہمارے بندوں: ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب قدرت اور علم والوں کو۔ اور یاد کرو اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل کو، اور سب اچھے ہیں۔ {کنزالایمان}

جنہیں اللہ تعالیٰ نے حکمتِ علمیہ وعملیہ عطا فرمائی؛ اور اپنی معرفت اور طاعات پر قوّت عطا فرمائی: یعنی ان کے فضائل اور ان کے صبر کو یاد کرو؛ تاکہ ان کی پاک خصلتوں سے لوگ نیکیوں کا ذوق وشوق حاصل کریں۔ اور ذوالکفل کی نبوّت میں اختلاف ہے۔

{خزائن العرفان}

اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرنا، سنگدلی ہے

77 اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾ (زمر)

تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا، تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے، اُس جیسا ہو جائے گا جو سنگدل ہے، تو خرابی ہے اُن کی جن کے دل یادِ خدا کی طرف سے سخت ہو گئے ہیں، وہ کھلی گمراہی میں ہیں۔ {کنزالایمان}

الحدیث: رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب یہ آیت تلاوت فرمائی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سینہ کا کھلنا کس طرح ہوتا ہے؟ فرمایا کہ جب نور، قلب میں داخل ہوتا ہے، تو وہ کھلتا ہے، اور اس میں وسعت ہوتی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اس کی کیا علامت ہے؟ فرمایا: دارالخلود (ہمیشہ رہنے کے مقام یعنی جنت) کی طرف متوجہ ہونا، اور دارالغرور (دنیا) سے دور رہنا، اور موت کے لیے اس کے آنے سے قبل آمادہ ہونا۔

نفس جب خبیث ہوتا ہے؛ تو قبولِ حق سے اس کو بہت دوری ہو جاتی ہے، اور ذکراللہ کے سننے سے اس کی سختی اور کدورت بڑھتی ہے، جیسے کہ آفتاب کی گرمی سے موم نرم ہوتا ہے، اور نمک سخت ہوتا ہے؛ ایسے ہی ذکراللہ سے مومنین کے قلوب نرم ہوتے ہیں، اور

کافروں کے دلوں کی سختی اور بڑھتی ہے۔

فائدہ : اس آیت سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنا چاہیے جنہوں نے ذکراللہ کو روکنا اپنا شعار بنالیا ہے؛ وہ صوفیوں کے ذکر کو بھی منع کرتے ہیں، نمازوں کے بعد ذکراللہ کرنے والوں کو بھی روکتے اور منع کرتے ہیں؛ ایصالِ ثواب کے لیے قرآنِ کریم اور کلمہ پڑھنے والوں کو بھی بدعتی بتاتے ہیں؛ اور ان ذکر کی محفلوں سے نہایت گھبراتے اور بھاگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے! {خزائن العرفان}

78 اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿١٦﴾ (حدید)

کیا ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہ آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد اور اس حق کے لیے جو اُترا، اور ان جیسے نہ ہوں جن کو پہلے کتاب دی گئی، پھر ان پر مدت دراز ہوئی تو ان کے دل سخت ہو گئے، اور ان میں بہت فاسق ہیں۔ {کنزالایمان}

شانِ نزول: حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دولت سرائے اقدس سے باہر تشریف لائے تو مسلمانوں کو دیکھا کہ آپس میں ہنس رہے ہیں، فرمایا: تم ہنستے ہو، ابھی تک تمہارے رب کی طرف سے امان نہیں آئی، اور تمہارے ہنسنے پر یہ آیت نازل ہوئی، انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ہنسی کا کفارہ کیا ہے؟ فرمایا: اتنا ہی رونا۔ اور اترنے والے حق سے مراد قرآنِ مجید ہے۔

(ان کے دل سخت ہو گئے) اور وہ لوگ یادِ الٰہی کے لیے نرم نہ ہوئے؛ دنیا کی طرف مائل ہو گئے، اور مواعظ سے انہوں نے اعراض کیا۔ (ان میں بہت فاسق ہیں) (یعنی) دِین سے خارج ہونے والے (ہیں)۔ {خزائن العرفان}

یادِ خدا سے دلوں کا سمٹنا

79 وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ

وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ (زمر)

اور جب ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے دل سمٹ جاتے ہیں اُن کے جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر ہوتا ہے جبھی وہ خوشیاں مناتے ہیں {کنزالایمان}

وہ بہت تنگ دل اور پریشان ہوتے ہیں اور ناگواری کا اثر ان کے چہروں پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ {خزائن العرفان}

سواری پر بیٹھ کر ذکر اللہ

81,80 لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ (زخرف)

کہ تم ان کی پیٹھوں پر ٹھیک بیٹھو پھر اپنے رب کی نعمت یاد کرو جب اس پر ٹھیک بیٹھ لو، اور یوں کہو: پاکی ہے اُسے جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں کر دیا، اور یہ ہمارے بوتے کی (قابو میں آنے والی) نہ تھی۔ {کنزالایمان}

سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ سے آخر تک دعاءِ سفر ہے۔

ذکرِ رحمٰن سے لاپرواہی، شیطان کی تعیناتی

82 وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾ (زخرف)

اور جسے رتوندا آئے رحمٰن کے ذکر سے، ہم اس پر ایک شیطان تعینات کریں کہ وہ اس کا ساتھی رہے۔ {کنزالایمان}

(عشا یعشو عن الشیء۔ (رتوندا آنا)): (1) کسی چیز کو نگاہ کی کمزوری کے باعث دیکھ نہ پانا۔ (2) صرف نظر کرنا اور گزر جانا۔ یہاں دوسرا معنی مراد ہے۔)

یعنی قرآن پاک سے اندھا بن جائے کہ اس کی ہدایتوں کو نہ دیکھے اور ان سے

فائدہ اٹھائے۔ {خزائن العرفان}

سیدنا ہود علیہ السلام کی یاد

83 وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖۤ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۲۱﴾ (احقاف)

اور یاد کرو عاد کے ہم قوم کو، جب اس نے ان کو سرزمین احقاف میں ڈرایا، اور بے شک اس سے پہلے ڈر سنانے والے گزر چکے اور اس کے بعد آئے، کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو، بے شک مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ {کنز الایمان}

احقاف ایک ریگستانی وادی ہے جہاں قوم عاد کے لوگ رہتے تھے۔ {خزائن العرفان}

نصیحت ہر ایک کو فائدہ مند نہیں ہے

84 اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ ﴿۳۷﴾ (ق)

بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔ {کنز الایمان}

دل والا (رکھنے والا سینا) شبلی قدس سرہ نے فرمایا کہ قرآنی نصائح سے فیض حاصل کرنے کے لیے قلب حاضر چاہیے جس میں طرفۃ العین کے لیے بھی غفلت نہ آئے۔ {خزائن}

85 نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ ﴿۴۵﴾ (ق)

ہم خوب جان (مشاہدہ کر) رہے ہیں جو وہ کہہ رہے ہیں، اور کچھ تم ان پر جبر کرنے والے نہیں، تو قرآن سے نصیحت کرو اسے جو میری دھمکی سے ڈرے۔ {کنز الایمان}

(یہاں اللہ تعالیٰ کے لیے "جان رہے ہیں" کے الفاظ سے یہ نہ سمجھا جائے کہ

بندے جب کام کر لیتے ہیں تب اللہ تعالیٰ کو ان کے کام کا علم ہوتا ہے، بلکہ معنی یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے علمِ ازلی میں تھا ویسا ہی ہو رہا ہے، اور اللہ تعالیٰ مشاہداتی طور پر جان رہا ہے۔)

جبر والے نہیں، کہ انھیں بزور اسلام میں داخل کرو، آپ کا کام دعوت دینا اور سمجھا دینا ہے، "وکان ھذا قبل الامر بالقتال" (یہ حکم جہاد نازل ہونے سے پہلے تھا)
{خزائن العرفان}

86 وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ (ذاریات)

اور سمجھاؤ، کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔ {کنز الایمان}

جو ذکر سے منہ پھیرے، اس سے منہ پھیر لو

87 فَأَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۲۹﴾ (نجم)

تو تم اس سے منہ پھیر لو جو ہماری یاد سے پھرا، اور اس نے نہ چاہی مگر دنیا کی زندگی۔ {کنز الایمان}

88 اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَأَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ أُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ أَلَآ إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ (مجادلہ)

ان پر شیطان غالب آ گیا تو انہیں اللہ کی یاد بھلا دی، وہ شیطان کے گروہ ہیں، سنتا ہے، بے شک شیطان ہی کا گروہ ہار میں ہے۔ {کنز الایمان}

جنت کی دائمی نعمتوں سے محروم، اور جہنم کے ابدی عذاب میں گرفتار۔ {خزائن}

نمازِ جمعہ کے بعد ذکرِ الٰہی

89 فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰﴾ (جمعہ)

پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو، اور اللہ کو بہت یاد کرو، اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ {کنزالایمان}

یعنی اب تمہارے لیے جائز ہے کہ معاش کے کاموں میں مشغول ہو، یا طلبِ علم، یا عیادتِ مریض، یا شرکتِ جنازہ، یا زیارتِ علماء، اور اس کے مثل کاموں میں مشغول ہو کر نیکیاں حاصل کرو۔ {خزائن العرفان}

اللہ کے بندے ہر حال میں ذکر کرتے ہیں

90 يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹﴾ (منافقون)

اے ایمان والو! تمہارے مال نہ تمہاری اولاد، کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے، اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ نقصان میں ہیں۔ {کنزالایمان}

ذکر اللہ سے مراد پنج گانہ نماز یا قرآن شریف ہے۔ غافل ہونے سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں مشغول ہو کر دین کو فراموش کر دے؛ اور مال کی محبت میں اپنے حال کی پرواہ نہ کرے؛ اور اولاد کی خوشی کے لیے راحتِ آخرت سے غافل رہے۔ اور نقصان میں رہے، کہ انہوں نے دنیائے فانی کے پیچھے دارِ آخرت کی باقی رہنے والی نعمتوں کی پرواہ نہ کی۔

{خزائن العرفان}

91 وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ﴿۸﴾ (مزمل)

اور اپنے رب کا نام یاد کرو، اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو۔ {کنز}

رات و دن کے جملہ اوقات میں تسبیح (سبحان اللہ) تہلیل (کلمہ: لا الٰہ الا اللہ)، نماز، تلاوتِ قرآن شریف، درسِ علم وغیرہ کے ساتھ، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنٰی یہ ہیں کہ اپنی قراءت کی ابتداء میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھو

یعنی عبادت میں اِنقطاع کی صفت ہو، کہ دل اللہ تعالٰی کے سوا اور کسی طرف

مشغول تھے وہ سب علائق قطع ہو (ٹوٹ) جائیں سوا اسی کی طرف توجہ ہے۔ {خزائن}

92 وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۲۵﴾ (دہر)

اور اپنے رب کا نام صبح و شام یاد کرو۔ {کنز الایمان}

نماز میں صبح کے ذکر سے نماز فجر اور شام کے ذکر سے ظہر اور عصر مراد ہیں۔ {خزائن

العرفان}

ان کی قسم جو ذکر کا القاء کریں

93 تا 97 وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ﴿۱﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ﴿۲﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ﴿۳﴾ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ﴿۴﴾ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ﴿۵﴾ (مرسلات)

قسم ان کی جو بھیجی جاتی ہیں لگاتار، پھر زور سے جھونکا دینے والیاں، پھر ابھار کر اٹھانے والیاں، پھر حق ناحق کو خوب جدا کرنے والیاں، پھر ان کی قسم جو ذکر کا القاء کرتی ہیں۔ {کنز الایمان}

(ذکر کا القاء کرتی ہیں) انبیاء و مرسلین کے پاس وحی لاکر۔ {خزائن العرفان}

ذکر میں کامیابی

98-99 قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾ (اعلیٰ)

بے شک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی۔ {کنز}

ذکرِ محبوبِ خدا کی رفعت

100 وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿۴﴾ (انشراح)

اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔ {کنز الایمان}

حدیث شریف میں ہے: سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل سے اس آیت کو دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے میرے ساتھ آپ کا بھی ذکر کیا جائے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مراد اس سے یہ ہے کہ اذان میں، تکبیر میں، تشہد میں، منبروں پر، خطبوں میں۔ تو اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے، ہر بات میں اس کی تصدیق کرے؛ اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کی گواہی نہ دے، تو یہ سب بیکار، (اور) وہ کافر ہی رہیگا۔

خدا کا ذکر کرے، ذکرِ مصطفیٰ نہ کرے

ہمارے منہ میں ہو ایسی زباں خدا نہ کرے!

قتادہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر دنیا و آخرت میں بلند کیا: ہر خطیب، ہر تشہد پڑھنے والا اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ساتھ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ پکارتا ہے۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ آپ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے آپ پر ایمان لانے کا عہد لیا۔ {خزائن العرفان}

باب 2

ذکرِ میلاد قرآن میں

یہاں تک تو تھی ذکر کی بات، اب ہم براہِ راست قرآن کو دیکھتے ہیں، کہ رب کریم نے نبی کریم کا، یا کسی اور نبی کا ذکرِ ولادت قرآن میں کیا ہے یا نہیں۔

آدم علیہ السلام کی پیدائش

101 وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ (حجر)

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں آدمی کو بنانے والا ہوں بجتی مٹی سے، جو بدبودار سیاہ گارے سے ہے۔ {کنزالایمان}

102 وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ (بقرہ)

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا: میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں، بولے: کیا ایسے کو نائب کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے، اور خونریزیاں کرے؛ اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں، فرمایا: مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔ {کنزالایمان}

خلیفہ، اَحکام واَوامر کے اِجراء ودِیگر تصرفات میں اصل کا نائب ہوتا ہے۔ یہاں خلیفہ سے حضرت آدم علیہ السلام مراد ہیں، اگرچہ اور تمام انبیاء بھی اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں، حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں فرمایا:

103 " یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ "

فرشتوں کو خلافتِ آدم کی خبر اس لیے دی گئی کہ وہ ان کے خلیفہ بنائے جانے کی

حکمت، دریافت کر کے معلوم کرلیں، اور ان پر خلیفہ کی عظمت وشان ظاہر ہو، کہ اُن کو پیدائش سے قبل ہی خلیفہ کا لقب عطا ہوا، اور آسمان والوں کو اِن کی پیدائش کی بشارت دی گئی۔

مسئلہ: اس میں بندوں کو تعلیم ہے کہ وہ کام سے پہلے مشورہ کیا کریں، اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کو مشورہ کی حاجت ہو۔ {خزائن العرفان}

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش

104 وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوۡسٰٓى اَنۡ اَرۡضِعِيۡهِ‌ۚ فَاِذَا خِفۡتِ عَلَيۡهِ فَاَلۡقِيۡهِ فِى الۡيَمِّ وَلَا تَخَافِىۡ وَلَا تَحۡزَنِىۡ‌ۚ اِنَّا رَآدُّوۡهُ اِلَيۡكِ وَجَاعِلُوۡهُ مِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۷﴾ (قصص)

اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام فرمایا کہ اسے دودھ پلا، پھر جب تجھے اس سے اندیشہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دے، اور نہ ڈر، اور نہ غم کر، بے شک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے، اور اسے رسول بنائیں گے۔ {کنزالایمان}

سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ کا نام یوحانِذ ہے: آپ لاوی بن یعقوب کی نسل سے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان کو خواب کے، یا فرشتے کے ذریعہ، یا ان کے دل میں ڈال کر الہام فرمایا۔

چنانچہ وہ چند روز آپ کو دودھ پلاتی رہیں: اس عرصہ میں نہ آپ روتے تھے، نہ ان کی گود میں کوئی حرکت کرتے تھے: نہ آپ کی ہمشیرہ کے سوا، اور کسی کو آپ کی ولادت کی اِطلاع تھی۔

(پھر جب تجھے اس سے اندیشہ ہو) کہ ہمسایہ واقف ہو گئے ہیں: وہ غمازی اور چغل خوری کریں گے: اور فرعون اس فرزندِ ارجمند کے قتل کے درپے ہو جائے گا، تو اسے دریا یعنی نیلِ مصر میں بے خوف وخطر ڈال دے، اور اس کے غرق وہلاک کا اندیشہ نہ کر۔

لہٰذا انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تین ماہ دودھ پلایا، اور جب آپ کو فرعون کی طرف سے اندیشہ ہوا، تو ایک صندوق میں رکھ کر (جو خاص طور پر اس مقصد کے لیے بنایا گیا تھا) شب کے وقت دریائے نیل میں بہادیا۔ {خزائن العرفان}

105 تا 106 فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِیَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّ حَزَنًاؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـٕیْنَ ﴿۸﴾ وَ قَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَ لَكَؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ﳓ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۹﴾ (قصص)

تو اسے اٹھالیا فرعون کے گھر والوں نے، کہ وہ ان کا دشمن اور ان پر غم ہو، بے شک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے، اور فرعون کی بی بی نے کہا: یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کرو، شاید یہ ہمیں نفع دے، یا ہم اسے بیٹا بنالیں، اور وہ بے خبر تھے۔ {کنز الایمان}

فرعون نے اپنی قوم کے لوگوں کے ورغلانے سے موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا۔ فرعون کی بی بی آسیہ بہت نیک بی بی تھیں: انبیاء کی نسل سے تھیں: غریبوں اور مسکینوں پر رحم وکرم کرتی تھیں: انہوں نے فرعون سے کہا کہ یہ بچہ سال بھر سے زیادہ عمر کا معلوم ہوتا ہے، اور تو نے اس سال کے اندر پیدا ہونے والے بچوں کے قتل کا حکم دیا ہے: علاوہ بریں، معلوم نہیں یہ بچہ دریا میں کس سرزمین سے آیا: تجھے جس بچہ کا اندیشہ ہے، وہ اسی ملک کے بنی اسرائیل سے بتایا گیا ہے: آسیہ کی یہ بات اُن لوگوں نے مان لی۔ {خزائن العرفان}

107 وَ اَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًاؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْ لَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰﴾ (قصص)

اور صبح کو موسیٰ (علیہ السلام) کی ماں کا دل بے صبر ہو گیا: ضرور قریب تھا کہ وہ اس کا حال کھول دیتی، اگر ہم نہ ڈھارس بندھاتے اس کے دل پر: کہ اسے ہمارے وعدہ پر یقین

ہے۔{کنز الایمان}

108 وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱﴾ (قصص)

(اور اس کی ماں نے) اس کی بہن سے کہا: اس کے پیچھے چلی جا، تو وہ اسے دور سے دیکھتی رہی، اور ان کو خبر نہ تھی۔{کنز الایمان}

109 وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ﴿۱۲﴾ (قصص)

اور ہم نے پہلے ہی سب دائیاں اس پر حرام کر دی تھیں، تو بولی: کیا میں تمہیں بتا دوں ایسے گھر والے کہ تمہارے اس بچہ کو پال دیں، اور وہ اس کے خیر خواہ ہیں۔{کنز}

110 فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾ (قصص)

تو ہم نے اسے اس کی ماں کی طرف پھیرا، کہ ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہو، اور غم نہ کھائے، اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔{کنز الایمان}

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش

111تا118 اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ﴿۴۵﴾ وَیُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۴۷﴾ وَیُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ ﴿۴۸﴾ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ

فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللّٰهِ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللّٰهِ وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٤٩﴾ وَمُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ﴿٥٠﴾ إِنَّ اللّٰهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٥١﴾ فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللّٰهِ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿٥٢﴾ (آل عمران)

اور یاد کرو جب فرشتوں نے مریم سے کہا: اے مریم! اللہ تجھے بشارت دیتا ہے اپنے پاس سے ایک کلمہ کی جس کا نام ہے مسیح عیسیٰ مریم کا بیٹا رو دار ہوگا دنیا اور آخرت میں اور قرب والا۔ اور لوگوں سے بات کرے گا پالنے میں اور پکی عمر میں۔ اور خاصوں میں ہوگا: بولی: اے میرے رب! میرے بچہ کہاں سے ہوگا: مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ نہ لگایا فرمایا: اللہ یوں ہی پیدا کرتا ہے جو چاہے: جب کسی کام کا حکم فرمائے تو اس سے یہی کہتا ہے کہ ہو جا، وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

اور اللہ اُسے سکھائے گا کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل: اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف، یہ فرماتا ہوا کہ میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں تمہارے رب کی طرف سے، کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے۔ اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سپید داغ والے کو: اور میں مردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے: اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو: بے شک ان باتوں میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے، اگر تم ایمان رکھتے ہو: اور تصدیق کرتا آیا ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی: اور اس لیے کہ حلال کروں تمہارے لیے کچھ وہ چیزیں جو تم پر حرام تھیں: اور

میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لایا ہوں؛ تو اللہ سے ڈرو، اور میرا حکم مانو، بے شک میرا تمہارا سب کا رب اللہ ہے، تو اُسی کو پوجو، یہ ہے سیدھا راستہ؛ پھر جب عیسیٰ نے اُن سے کفر پایا، بولا: کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف؟ حواریوں نے کہا: ہم دینِ خدا کے مددگار ہیں؛ ہم اللہ پر ایمان لائے؛ اور آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ {کنزالایمان}

(میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں) جو میرے دعوائے نبوت کے صدق کی دلیل ہے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبوت کا دعویٰ کیا، اور معجزات دکھائے، تو لوگوں نے درخواست کی کہ آپ ایک چمگادڑ پیدا کریں؛ آپ نے مٹی سے چمگادڑ کی صورت بنائی، پھر اس میں پھونک ماری تو وہ اڑنے لگی۔

چمگادڑ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اڑنے والے جانوروں میں بہت اکمل اور عجیب تر ہے، اور قدرت پر دلالت کرنے میں، اوروں سے ابلغ، کیونکہ وہ بغیر پروں کے تو اُڑتی ہے؛ اور دانت رکھتی ہے؛ اور ہنستی ہے؛ اور اس کی مادہ کے چھاتی ہوتی ہے؛ اور بچہ جنتی ہے؛ باوجودیکہ اُڑنے والے جانوروں میں یہ باتیں نہیں ہیں۔

(میں شفا دیتا ہوں سپید داغ (برص) والے کو) جس کا برص عام ہو گیا ہو، اور اطبا اس کے علاج سے عاجز ہوں۔ چوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب انتہا[illegible] عروج پر تھی؛ اور اس کے ماہرین امر علاج میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے؛ اس لیے اُن کو اسی قسم کے معجزے دکھائے گئے، تاکہ معلوم ہو کہ طب کے طریقے سے جس کا علاج ممکن نہیں ہے، اس کو تندرست کر دینا یقیناً معجزہ اور نبی کے صدقِ نبوت کی دلیل ہے۔

وہب کا قول ہے کہ اکثر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک ایک دن میں پچاس پچاس ہزار مریضوں کا اجتماع ہو جاتا تھا؛ ان میں جو چل سکتا تھا، وہ حاضرِ خدمت ہوتا تھا؛ اور جسے چلنے کی طاقت نہ ہوتی، اس کے پاس خود حضرت تشریف لے جاتے، اور دعا فرما کر

اس کو تندرست کرتے، اور اپنی رسالت پر ایمان لانے کی شرط کر لیتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چار شخصوں کو زندہ کیا:

ایک عازر، جس کو آپ کے ساتھ اخلاص تھا؛ جب اس کی حالت نازک ہوئی تو اس کی بہن نے آپ کو اطلاع دی، مگر وہ آپ سے تین روز کی مسافت کے فاصلہ پر تھا، جب آپ تین روز میں وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ اس کے انتقال کو تین روز ہو چکے، آپ نے اس کی بہن سے فرمایا: ہمیں اس کی قبر پر لے چل، وہ لے گئی، آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی، عازر بہ اذنِ الٰہی زندہ ہو کر قبر سے باہر آیا؛ اور مدت تک زندہ رہا؛ اور اس کے اولاد ہوئی۔

ایک بڑھیا کا لڑکا، جس کا جنازہ حضرت کے سامنے جا رہا تھا؛ آپ علیہ السلام نے اس کے لیے دعا فرمائی؛ وہ زندہ ہو کر نعش برداروں کے کندھوں سے اتر پڑا؛ کپڑے پہنے؛ گھر آیا؛ زندہ رہا؛ اولاد ہوئی۔

ایک عاشر کی لڑکی، شام کو مری؛ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اس کو زندہ کیا۔

ایک سام بن نوح جن کی وفات کو ہزاروں برس گزر چکے تھے؛ لوگوں نے خواہش کی کہ آپ ان کو زندہ کریں؛ آپ علیہ السلام ان کی نشاندہی سے قبر پر پہنچے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی؛ سام نے سنا، کوئی کہنے والا کہتا ہے: اَجِبْ رُوْحَ اللّٰہِ یہ سنتے ہی وہ مرعوب اور خوف زدہ اٹھ کھڑے ہوئے؛ اور انہیں گمان ہوا کہ قیامت قائم ہو گئی؛ اس ہول سے ان کا نصف سر سفید ہو گیا؛ پھر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے؛ اور انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ دوبارہ انہیں سکرات موت کی تکلیف نہ ہو بغیر اس کے واپس کیا جائے؛ چنانچہ اسی وقت ان کا انتقال ہو گیا۔

اور باذن اللہ فرمانے میں رد ہے نصاریٰ (عیسائیوں) کا، جو حضرت مسیح علیہ السلام

کی اُلوہیت (اِلٰہ (معبود) ہونے) کے قائل تھے۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بیماروں کو اچھا کیا، اور مردوں کو زندہ کیا، تو بعض لوگوں نے کہا کہ یہ تو جادو ہے، اور کوئی معجزہ دکھایئے؛ تو آپ نے فرمایا کہ جو تم کھاتے ہو اور جو جمع کر رکھتے ہو میں اس کی تمہیں خبر دیتا ہوں؛ اسی سے ثابت ہوا کہ غیب کے علوم انبیاء کا معجزہ ہیں؛ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دستِ مبارک پر یہ معجزہ بھی ظاہر ہوا؛ آپ علیہ السلام آدمی کو بتا دیتے تھے جو وہ کل کھا چکا، اور جو آج کھائے گا، اور جو اگلے وقت کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ آپ علیہ السلام کے پاس بچے بہت سے جمع ہو جاتے تھے؛ آپ انہیں بتاتے تھے کہ تمہارے گھر فلاں چیز تیار ہوئی ہے؛ تمہارے گھر والوں نے فلاں فلاں چیز کھائی ہے؛ فلاں چیز تمہارے لیے اٹھا رکھی ہے؛ بچے گھر جاتے؛ روتے؛ گھر والوں سے وہ چیز مانگتے؛ گھر والے وہ چیز دیتے؛ اور ان سے کہتے کہ تمہیں کس نے بتایا؟ بچے کہتے: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے؛ تو لوگوں نے اپنے بچوں کو آپ علیہ السلام کے پاس آنے سے روکا اور کہا: وہ جادوگر ہیں، ان کے پاس نہ بیٹھو؛ اور ایک مکان میں سب بچوں کو جمع کر دیا؛ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بچوں کو تلاش کرتے تشریف لائے تو لوگوں نے کہا: وہ یہاں نہیں ہیں؛ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر اس مکان میں کون ہے؟ انہوں نے کہا: سور ہیں؛ فرمایا: ایسا ہی ہوگا؛ اب جو دروازہ کھولتے ہیں تو سب سور ہی سور تھے۔ الحاصل، غیب کی خبریں دینا انبیاء کا معجزہ ہے، اور بے وساطتِ انبیاء علیہم السلام کوئی بشر اُمورِ غیب پر مطلع نہیں ہو سکتا۔

(حلال کروں تمہارے لئے کچھ وہ چیزیں) جو شریعتِ سیدنا موسیٰ علیہ السلام میں حرام تھیں، جیسے کہ اونٹ کے گوشت، مچھلی اور کچھ پرندے۔

"بے شک اللہ میرا رب ہے" کہا، کہ یہ اپنی عبدیّت (عبد (بندہ) ہونے) کا اقرار، اور اپنی ربوبیت (رب ہونے) کی نفی ہے؛ اس میں نصاریٰ کا رد ہے۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ یہود اپنے کفر پر قائم ہیں؛ اور آپ کے

قتل کا ارادہ رکھتے ہیں؛ اور اتنی آیاتِ باہرات اور معجزات سے اثر پذیر نہیں ہوئے؛ اور اس کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے پہچان لیا تھا کہ آپ ہی وہ مسیح ہیں جن کی توریت میں بشارت دی گئی ہے؛ اور آپ ان کے دین کو منسوخ کریں گے؛ تو جب حضرت عیسیٰ علیہ علیہ السلام نے دعوت کا اظہار فرمایا، تو یہ ان پر بہت شاق گزرا؛ اور وہ آپ کے ایذاء وقتل کے درپے ہوئے؛ اور آپ کے ساتھ انہوں نے کفر کیا۔

حواری وہ مخلصین ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کے مددگار تھے، اور آپ علیہ السلام پر اوّل ایمان لائے؛ یہ بارہ اشخاص تھے۔

مسئلہ: اس آیت سے ایمان واسلام کے ایک ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے؛ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے انبیاء کا دین اسلام تھا؛ نہ کہ یہودیت ونصرانیت۔

کفارِ بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مکر کیا، کہ دھوکے کے ساتھ آپ کے قتل کا انتظام کیا، اور اپنے ایک شخص کو اس کام پر مقرر کردیا۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کے مکر کا یہ بدلہ دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اُٹھالیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت اُس شخص پر ڈال دی جو اُن کے قتل کے لیے آمادہ ہوا تھا؛ چنانچہ یہود نے اس کو اسی شبہ پر قتل کردیا۔

مسئلہ: لفظ مکر لغتِ عرب میں ستر یعنی پوشیدگی کے معنیٰ میں ہے، اسی لیے خفیہ تدبیر کو بھی مکر کہتے ہیں؛ اور وہ تدبیر اگر اچھے مقصد کے لیے ہو تو محمود، اور کسی قبیح غرض کے لیے ہو تو مذموم ہوتی ہے؛ مگر اُردو زبان میں یہ لفظ فریب کے معنیٰ میں مستعمل ہوتا ہے؛ اس لیے ہرگز شانِ الٰہی میں نہ کہا جائے گا؛ اور اب چونکہ عربی میں بھی بمعنی خداع (دھوکا دہی) کے معروف ہوگیا ہے؛ اس لیے عربی میں بھی شانِ الٰہی میں اس کا اطلاق جائز نہیں؛ آیت میں جہاں کہیں وارد ہوا، وہ خفیہ تدبیر کے معنیٰ میں ہے۔

دوبارہ بیانِ ولادتِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

119تا128 وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾ (مریم)

اور کتاب میں مریم کو یاد کرو، جب اپنے گھر والوں سے پُورب (مشرق) کی طرف ایک جگہ الگ گئی، تو ان سے ادھر ایک پردہ کرلیا؛ تو اس کی طرف ہم نے اپنا روحانی بھیجا؛ وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا؛ بولی: میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تجھے خدا کا ڈر ہے، بولا: میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں، کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں؛ بولی: میرے لڑکا کہاں سے ہوگا، مجھے تو نہ کسی آدمی نے ہاتھ لگایا، نہ میں بدکار ہوں؛ کہا: یونہی ہے، تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھے آسان ہے؛ اور اس لیے کہ ہم اسے لوگوں کے واسطے نشانی کریں؛ اور اپنی طرف سے ایک رحمت؛ اور یہ کام ٹھہر چکا ہے۔

اب مریم نے اسے پیٹ میں لیا؛ پھر اسے لیے ہوئے ایک دور جگہ چلی گئی؛ پھر اسے جننے کا درد ایک کھجور کی جڑ میں لے آیا؛ بولی: ہائے کسی طرح میں اس سے پہلے مر گئی

ہوتی اور بھولی بسری ہو جاتی! تو اسے اس کے تلے (نیچے) سے پکارا کہ غم نہ کھا، بے شک تیرے رب نے تیرے نیچے ایک نہر بہادی ہے؛ اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا، تجھ پر تازی پکی کھجوریں گریں گی۔ {کنز الایمان}

اے سیدِ انبیاء! (ﷺ) قرآنِ کریم میں حضرت مریم کا واقعہ پڑھ کر ان لوگوں کو سنائیے، تاکہ انہیں ان کا حال معلوم ہو۔

سیدہ مریم رضی اللہ عنہا اپنے مکان میں، یا بیت المقدس کی شرقی جانب میں، لوگوں سے جدا ہو کر عبادت کے لیے خلوت میں بیٹھیں؛ اپنے اور گھر والوں کے درمیان پردہ کرلیا؛ جبریل علیہ السلام تشریف لائے، اور بتایا کہ یہی منظورِ الٰہی ہے کہ تمہیں بغیر مرد کے چھوئے ہی لڑکا عنایت فرمائے، اور اس نشانی سے اپنی قدرت کی برہان ظاہر کرے۔

اور رحمت ان کے لیے جو اس کے دین کا اِتباع کریں؛ اس پر ایمان لائیں۔

اَمرًا مَّقضِیًّا سے مراد یہ ہے کہ علمِ الٰہی میں فیصلہ ہو چکا؛ اب نہ رد ہو سکتا ہے، نہ بدل سکتا ہے۔ جب حضرت مریم کو اطمینان ہو گیا؛ اور ان کی پریشانی جاتی رہی؛ تو سیدنا جبریل علیہ السلام نے ان کے گریبان میں، یا آستین میں، یا دامن میں، یا منہ میں دم کیا، اور بقدرتِ الٰہی فی الحال حاملہ ہو گئیں؛ اس وقت حضرت مریم کی عمر تیرہ سال یا دس سال کی تھی۔

(اب مریم نے اسے پیٹ میں لیا، پھر اسے لئے ہوئے ایک دور جگہ چلی گئی) اپنے گھر والوں سے؛ اور وہ جگہ بیت اللحم تھی۔ وہب کا قول ہے کہ سب سے پہلے جس شخص کو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے حمل کا علم ہوا، وہ ان کا چچا زاد بھائی یوسف نجار تھا، جو مسجدِ بیت المقدس کا خادم تھا، اور بہت بڑا عابد شخص تھا؛ اس کو جب معلوم ہوا کہ مریم حاملہ ہیں تو نہایت حیرت ہوئی؛ جب چاہتا تھا کہ ان پر تہمت لگائے، تو ان کی عبادت و تقویٰ، ہر وقت کا حاضر رہنا، کسی وقت غائب نہ ہونا، یاد کر کے خاموش ہو جاتا تھا؛ اور جب حمل کا خیال کرتا تھا، تو ان کو بری سمجھنا مشکل معلوم ہوتا تھا؛ بالآخر اس نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میرے دل

میں ایک بات آئی ہے؛ ہر چند چاہتا ہوں کہ زبان پر نہ لاؤں، مگر اب صبر نہیں ہوتا ہے؛ آپ اجازت دیجئے کہ میں کہہ گزروں، تاکہ میرے دل کی پریشانی رفع ہو؛ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اچھی بات، کہو! تو اس نے کہا: اے مریم! مجھے بتاؤ کہ کیا کھیتی بغیر تخم، اور درخت بغیر بارش کے، اور بچہ بغیر باپ کے ہو سکتا ہے؟ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہاں! تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو سب سے پہلے کھیتی پیدا کی بغیر تخم ہی کے پیدا کی، اور درخت اپنی قدرت سے بغیر بارش کے اگائے، کیا تو یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پانی کی مدد کے بغیر درخت پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ یوسف نے کہا: میں یہ تو نہیں کہتا، بے شک میں اس کا قائل ہوں کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے، جسے کُن فرمائے، وہ ہو جاتی ہے؛ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی بی بی کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا؛ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے اس کلام سے یوسف کا شبہ رفع ہو گیا؛ اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا حمل کے سبب سے ضعیف ہو گئیں تھیں، اس لیے وہ خدمتِ مسجد میں ان کی نیابت انجام دینے لگا؛ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو الہام کیا کہ وہ اپنی قوم سے علیحدہ چلی جائیں؛ اس لیے وہ بیت اللحم میں چلی گئیں۔

کھجور کا درخت جنگل میں خشک ہو گیا تھا؛ وقت تیز سردی کا تھا؛ آپ رضی اللہ عنہا اس درخت کی جڑ میں آئیں تاکہ اس سے ٹیک لگائیں؛ اور فضیحت کے اندیشہ سے بولیں:

"ہائے کسی طرح میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی اور بھولی بسری ہو جاتی!"

جبریل علیہ السلام نے وادی کے نشیب سے آواز دی کہ تو غم نہ کر، اپنی تنہائی کا، اور کھانے پینے کی کوئی چیز موجود نہ ہونے کا، اور لوگوں کی بدگوئی کرنے کا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یا حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنی ایڑی زمین پر ماری تو آبِ شیریں کا ایک چشمہ جاری ہو گیا؛ اور کھجور کا درخت سرسبز ہو گیا؛ پھل لایا؛ وہ پھل پختہ اور رسیلہ ہو گئے؛ اور حضرت

مریم رضی اللہ عنہا سے کہا گیا: ''کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا، تجھ پر تازی پکی کھجوریں گریں گی ،، جو زچہ کے لیے بہترین غذا ہیں: ''تو کھا اور پی، اور آنکھ ٹھنڈی رکھ،، اپنے فرزند عیسیٰ سے: ''پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے،، کہ تجھ سے بچے کے متعلق دریافت کرتا ہے: ''تو کہہ دینا میں نے آج رحمٰن کا روزہ مانا ہے، تو آج ہرگز کسی آدمی سے بات نہ کروں گی،، پہلے زمانہ میں بولنے اور کلام کرنے کا بھی روزہ ہوتا تھا، جیسا کہ ہماری شریعت میں کھانے اور پینے کا روزہ ہوتا ہے؛ ہماری شریعت میں چپ رہنے کا روزہ منسوخ ہو گیا۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو سکوت کی نذر ماننے کا اس لیے حکم دیا گیا تاکہ کلام حضرت عیسیٰ فرمائیں؛ اور ان کا کلام حجتِ قویہ ہو، جس سے تہمت زائل ہو جائے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے:

مسئلہ: سَفِیۡہ (بے وقوف) کے جواب میں سکوت و اعراض چاہیے۔

جوابِ جاہلاں باشد خموشی

مسئلہ: کلام کو افضل شخص کی طرف تفویض (سپرد) کرنا اَولیٰ ہے، حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے یہ بھی اشارہ سے کہا کہ میں کسی آدمی سے بات نہ کروں گی۔

''تو اسے گود میں لیے اپنی قوم کے پاس آئی،، جب لوگوں نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ ان کی گود میں بچہ ہے، تو روئے اور غمگین ہوئے؛ کیوں کہ وہ صالحین کے گھرانے کے لوگ تھے؛ اور ''بولے: اے مریم! بے شک تو نے بہت بڑی بات کی؛ اے ہارون کی بہن! تیرا باپ برا آدمی نہ تھا، اور نہ تیری ماں بدکار،،

"ہارون" یا تو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بھائی کا نام تھا؛ یا بنی اسرائیل میں کسی اور نہایت بزرگ اور صالح شخص کا نام تھا، جن کے تقویٰ اور پرہیزگاری سے تشبیہ دینے کے لیے ان لوگوں نے حضرت مریم کو ہارون کی بہن کہا؛ یا حضرت ہارون برادرِ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کی طرف نسبت کی؛ باوجودیکہ ان کا زمانہ بہت بعید تھا، اور ہزار برس کا عرصہ ہو چکا تھا، مگر چونکہ یہ ان کی نسل سے تھیں، اس لیے ہارون کی بہن کہہ دیا؛ جیسا کہ عربوں کا

محاورہ ہے کہ وہ تمیمی کو یا آخا تمیم کہتے ہیں۔

(لوگوں کی باتیں سن کر حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے بچے کی طرف اشارہ کیا) کہ جو کچھ کہنا ہے خود ان سے کہو؛ اس پر قوم کے لوگوں کو غصہ آیا اور وہ بولے: ہم کیسے بات کریں اس سے جو پالنے میں بچہ ہے؟ اُن کی یہ گفتگو سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دودھ پینا چھوڑ دیا؛ اور اپنے بائیں ہاتھ پر ٹیک لگا کر قوم کی طرف متوجہ ہوئے؛ اور داہنے دستِ مبارک سے اشارہ کر کے کلام شروع کیا؛ فرمایا: میں ہوں اللہ کا بندہ، اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) بنایا۔

آپ علیہ السلام نے پہلے اپنے بندہ ہونے کا اقرار فرمایا، تا کہ کوئی انہیں خدا، اور خدا کا بیٹا نہ کہے، چوں کہ آپ کی نسبت یہ تہمت لگائی جانے والی تھی، اور یہ تہمت اللہ تبارک وتعالیٰ پر لگتی تھی، اس لیے منصبِ رسالت کا اِقتضاء یہی تھا کہ والدہ کی براءت بیان کرنے سے پہلے اس تہمت کو رفع فرمادیں جو اللہ تعالیٰ کے جنابِ پاک میں لگائی جائے گی؛ اور اسی سے وہ تہمت بھی رفع ہوگئی جو والدہ پر لگائی جاتی؛ کیوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس مرتبۂ عظیمہ کے ساتھ جس بندے کو نوازتا ہے، بالیقین اس کی ولادت اور اس کی سَرِشت نہایت پاک وطاہر ہوتی ہے۔

حسن کا قول ہے کہ آپ علیہ السلام بطنِ والدہ ہی میں تھے کہ آپ علیہ السلام کو توریت کا الہام فرمادیا گیا تھا؛ اور پالنے میں تھے جب آپ علیہ السلام کو نبوّت عطا کردی گئی؛ اور اس حالت میں آپ علیہ السلام کا کلام فرمانا، آپ علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ بعض مفسّرین نے آیت کے معنیٰ میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ نبوّت اور کتاب ملنے کی خبر تھی، جو عنقریب آپ علیہ السلام کو ملنے والی تھی۔

آپ علیہ السلام کے اوصاف بیان ہوئے کہ آپ لوگوں کے لیے نفع پہنچانے والے، اور خیر کی تعلیم دینے والے، اور اللہ تعالیٰ اور اس کی توحید کی دعوت دینے والے ہیں۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کلام فرمایا تو لوگوں کو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی براءت وطہارت کا یقین ہو گیا؛ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتنا فرما کر خاموش ہو گئے؛ اور اس کے بعد کلام نہ کیا جب تک کہ اس عمر کو پہنچے جس میں بچے بولنے لگتے ہیں۔ {خزائن العرفان}

129تا137 فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا ۚ فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا ۙ فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنْسِيًّا ﴿٢٦﴾ فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ ۖ قَالُوا يَا مَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾ يَا أُخْتَ هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾ فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ ۖ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ﴿٣٠﴾ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾ وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿٣٢﴾ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾ ذَٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ﴿٣٤﴾ (مریم)

تو کھا اور پی، اور آنکھ ٹھنڈی رکھ؛ پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے، تو کہہ دینا میں نے آج رحمٰن کا روزہ مانا ہے، تو آج ہرگز کسی آدمی سے بات نہ کروں گی؛ تو اسے گود میں لیے اپنی قوم کے پاس آئی؛ بولے: اے مریم! بے شک تو نے بہت بڑی بات کی؛ اے ہارون کی بہن! تیرا باپ برا آدمی نہ تھا، اور نہ تیری ماں بدکار؛ اس پر مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا؛ وہ بولے: ہم کیسے بات کریں اس سے جو پالنے میں بچہ ہے؟ بچہ نے فرمایا: میں ہوں اللہ کا بندہ؛ اس نے مجھے کتاب دی؛ اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا؛ اور اس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں ہوں؛ اور مجھے نماز و زکوٰۃ کی تاکید فرمائی جب تک جیوں؛ اور اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا؛ اور مجھے زبردست بدبخت نہ کیا؛ اور سلامتی ہو مجھ

پر، جس دن میں پیدا ہوا؛ اور جس دن مروں گا؛ اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں گا؛ وہ ہے عیسٰی مریم کا بیٹا؛ سچی بات جس میں شک کرتے ہیں۔ { کنزالایمان }

سیدہ مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پیدائش

138 تا 140 إِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰی ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی ۚ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿۳۶﴾ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِیَّا ؕ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَكَرِیَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾ (آلِ عمران)

جب عمران کی بی بی نے عرض کی: اے رب میرے! میں تیرے لیے منت مانتی ہوں جو میرے پیٹ میں ہے، کہ خالص تیری ہی خدمت میں رہے، تو تُو مجھ سے قبول کر لے، بے شک تو ہی ہے سنتا جانتا؛ پھر جب اُسے جنا، بولی: اے رب میرے! یہ تو میں نے لڑکی جنی؛ اور اللہ کو خوب معلوم ہے جو کچھ وہ جنی؛ اور وہ لڑکا جو اس نے مانگا اس لڑکی سا نہیں؛ اور میں نے اس کا نام مریم رکھا؛ اور میں اُسے اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں راندے ہوئے شیطان سے؛ تو اُسے اس کے رب نے اچھی طرح قبول کیا؛ اور اُسے اچھا پروان چڑھایا؛ اور اُسے زکریا کی نگہبانی میں دیا؛ جب زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے، اس کے پاس نیا رزق پاتے؛ کہا: اے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ بولیں: وہ اللہ کے پاس سے ہے، بے شک اللہ جسے چاہے بے گنتی دے۔ { کنزالایمان }

عمران دو ہیں: ایک عمران بن یصہر بن فاہث بن لاوی بن یعقوب؛ یہ حضرت

موسیٰ وہارون علیہما السلام کے والد ہیں؛ دوسرے عمران بن ماثان؛ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ مریم کے والد ہیں؛ دونوں عمرانوں کے درمیان ایک ہزار آٹھ سو برس کا فرق ہے؛ یہاں دوسرے عمران مراد ہیں؛ ان کی بی بی صاحبہ کا نام حنّہ بنت فاقوذا ہے؛ یہ مریم کی والدہ ہیں۔

(خالص تیری ہی خدمت میں رہے) اور تیری عبادت کے سوا دنیا کا کوئی کام اس کے متعلق نہ ہو؛ بیت المقدس کی خدمت اس کے ذمہ ہو۔

علماء نے واقعہ اس طرح ذکر کیا ہے کہ حضرت زکریا و عمران دونوں ہم زُلف تھے؛ فاقوذا کی دُختر ایشاع، جو حضرت یحییٰ کی والدہ ہیں، اور ان کی بہن حنّہ، جو فاقوذا کی دوسری دختر اور حضرت مریم کی والدہ ہیں، وہ عمران کی بی بی تھیں؛ ایک زمانہ تک حنّہ کے اولاد نہیں ہوئی؛ یہاں تک کہ بڑھاپا آ گیا اور مایوسی ہو گئی؛ یہ صالحین کا خاندان تھا؛ اور یہ سب لوگ اللہ کے مقبول بندے تھے؛ ایک روز حنّہ نے ایک درخت کے سایہ میں ایک چڑیا دیکھی جو اپنے بچہ کو بھرا رہی تھی؛ یہ دیکھ کر آپ کے دل میں اولاد کا شوق پیدا ہوا؛ اور بارگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ یارب! اگر تو مجھے بچہ دے تو میں اس کو بیت المقدس کا خادم بناؤں، اور اس خدمت کے لیے حاضر کر دوں؛ جب وہ حاملہ ہوئیں اور انہوں نے یہ نذر مان لی، تو ان کے شوہر نے فرمایا کہ یہ تم نے کیا کیا، اگر لڑکی ہوگی تو وہ اس قابل کہاں ہے؛ اس زمانہ میں لڑکوں کو خدمتِ بیت المقدس کے لیے دیا جاتا تھا؛ اور لڑکیاں عوارضِ نسائی اور زنانہ کمزوریوں اور مردوں کے ساتھ نہ رہ سکنے کی وجہ سے اس قابل نہیں سمجھی جاتی تھیں اس لیے ان صاحبوں کو شدید فکر لاحق ہوئی ؛اور حنّہ کے وضعِ حمل سے قبل عمران کا انتقال ہو گیا۔

حنّہ نے یہ کلمہ "میں نے لڑکی جنی" اِعتذار کے طور پر کہا؛ اور ان کو حسرت وغم ہوا کہ لڑکی ہوئی تو نذر کس طرح پوری ہو سکے گی۔

(وہ لڑکا جو اس نے مانگا اس لڑکی سا نہیں) کیوں کہ یہ لڑکی اللہ کی عطا ہے، اور اس کے فضل سے، فرزند سے زیادہ فضیلت رکھنے والی ہے؛ یہ صاحب زادی حضرت مریم رضی اللہ عنہا

تھیں؛ اور اپنے زمانہ کی عورتوں میں سب سے اجمل و افضل تھیں۔ مریم کے معنی عابدہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے نذر میں لڑکے کی جگہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو قبول فرمایا؛ حنّہ نے ولادت کے بعد حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر بیتُ المقدِس میں اَحبار کے سامنے رکھ دیا؛ یہ اَحبار حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں تھے، اور بیتُ المقدِس میں ان کا منصب ایسا تھا جیسا کہ کعبہ شریف میں حجبہ کا؛ چونکہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا ان کے امام اور ان کے صاحبِ قربان کی دختر تھیں؛ اور ان کا خاندان بنی اسرائیل میں بہت اعلیٰ اور اہلِ علم کا خاندان تھا؛ اس لیے ان سب نے، جن کی تعداد ستائیس تھی، حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو لینے، اور ان کا تکفّل (کفالت) کرنے کی رغبت کی؛ حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میں ان کا سب سے زیادہ حقدار ہوں، کیوں کہ میرے گھر میں ان کی خالہ ہیں؛ معاملہ اس پر ختم ہوا کہ قرعہ ڈالا جائے؛ قرعہ حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے نام پر نکلا۔

(اور اُسے اچھا پروان چڑھایا)، حضرت مریم رضی اللہ عنہا ایک دن میں اتنا بڑھتی تھیں جتنا اور بچے ایک سال میں۔

(جب زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے) بے فصل میوے جو جنت سے اترتے؛ اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے کسی عورت کا دودھ نہ پیا۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے صِغرِ سنی میں کلام کیا جب کہ وہ پالنے میں پرورش پا رہی تھیں، جیسا کہ ان کے فرزند حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی حال میں کلام فرمایا۔

مسئلہ: یہ آیت (آلِ عمران: 37) کراماتِ اولیاء کے ثبوت کی دلیل ہے، کہ اللہ تعالیٰ اُن کے ہاتھوں پر خوارِق (خلافِ عادت اُمور) ظاہر فرماتا ہے؛ حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ دیکھا تو فرمایا: جو ذاتِ پاک مریم کو بے وقت، بے فصل اور بغیر سبب کے میوہ عطا فرمانے پر قادر ہے، وہ بے شک اس پر قادر ہے کہ میری بانجھ بی بی کو نئی تندرستی

دے، اور مجھے اِس بڑھاپے کی عمر میں اُمید منقطع ہوجانے کے بعد فرزند عطا کرے؛ بایں خیال آپ نے دعا کی، جس کا اگلی آیت (آلِ عمران:38) میں بیان ہے۔ {خزائن}

142،141 وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَ اصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۲﴾ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ﴿۴۵﴾ (آلِ عمران)

اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! بے شک اللہ نے تجھے چُن لیا، اور خوب ستھرا کیا، اور آج سارے جہاں کی عورتوں سے تجھے پسند کیا؛ اور یاد کرو جب فرشتوں نے مریم سے کہا: اے مریم! اللہ تجھے بشارت دیتا ہے اپنے پاس سے ایک کلمہ کی، جس کا نام ہے مسیح عیسٰی مریم کا بیٹا، رُودار ہوگا دنیا اور آخرت میں اور قرب والا

(چُن لیا) کہ باوجود عورت ہونے کے، بیت المقدس کی خدمت کے لیے نذر میں قبول فرمایا؛ اور یہ بات اُن کے سوا کسی عورت کو میسّر نہ آئی؛ اسی طرح ان کے لیے جنتی رزق بھیجنا، حضرت زکریا کو ان کا کفیل بنانا، یہ حضرت مریم کی برگزیدگی ہے۔

اور پاک رکھا، مرد رسیدگی سے اور گناہوں سے؛ اور بقول بعضے، زنانے عوارض سے۔ جہاں کی عورتوں سے پسند کیا، کہ بغیر باپ کے بیٹا دیا اور ملائکہ کا کلام سنوایا۔ اور ایک فرزند کی خوشخبری دی، وہ صاحبِ جاہ و منزلت، اور بارگاہِ الٰہی میں قرب والا ہے۔ (خزائن العرفان)

سیدنا یحیٰی علیہ السلام کا ذکر

146،143 یٰیَحْیٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ وَ اٰتَیْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِیًّا ﴿۱۲﴾ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً وَكَانَ تَقِیًّا ﴿۱۳﴾ وَّبَرًّا بِوَالِدَیْهِ وَلَمْ یَكُنْ جَبَّارًا عَصِیًّا ﴿۱۴﴾ وَسَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ وَیَوْمَ یَمُوْتُ وَیَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا ﴿۱۵﴾ (مریم)

اے یحییٰ! کتاب مضبوط تھام؛ اور ہم نے اسے بچپن ہی میں نبوت دی؛ اور اپنی طرف سے مہربانی اور ستھرائی (دی)، اور کمال ڈر والا تھا؛ اور اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا تھا؛ اور زبردست و نافرمان نہ تھا؛ اور سلامتی ہے اُس پر جس دن پیدا ہوا، اور جس دن فوت گا، اور جس دن زندہ اٹھایا جائے گا۔ {کنز}

(بچپن ہی میں نبوت دی) جب کہ آپ علیہ السلام کی عمر شریف تین سال کی تھی، اس وقت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو عقلِ کامل عطا فرمائی اور آپ کی طرف وحی کی۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہی قول ہے۔ اور اتنی سی عمر میں فہم و فراست اور کمالِ عقل و دانش، خوارقِ عادات (خلافِ عادت اُمور) میں سے ہے؛ اور جب بکرمہٖ تعالیٰ یہ حاصل ہو، تو اس حال میں نبوّت ملنا کچھ بھی بعید نہیں: لہٰذا اِس آیت میں حکم سے نبوّت مراد ہے، یہی قول صحیح ہے۔

بعض مفسّرین نے اس سے حکمت یعنی فہمِ توریت اور فقہ فی الدین بھی مراد لی ہے۔ (خازن و مدارک، کبیر) منقول ہے کہ اس کم سنی کے زمانہ میں بچوں نے آپ کو کھیل کے لیے بلایا تو آپ نے فرمایا: مَالِلُّعِبِ خُلِقْنَا ہم کھیل کے لیے پیدا نہیں کئے گئے۔

سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ زکوٰۃ سے یہاں طاعت و اخلاص مراد ہے۔ اور آپ خوفِ الٰہی سے بہت گریہ وزاری کرتے تھے، یہاں تک کہ آپ علیہ السلام کے رخسار مبارک پر آنسوؤں سے نشان بن گئے تھے۔ آپ نہایت متواضع اور خلیق تھے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطیع۔

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو مہربانی عطا کی، اور ان کے دل میں رقت و رحمت رکھی کہ لوگوں پر مہربانی کریں۔

پیدائش، موت، اور پھر اٹھنا، یہ تینوں دن بہت اندیشہ ناک ہیں، کیوں کہ ان میں آدمی وہ دیکھتا ہے جو اس سے پہلے اس نے نہیں دیکھا؛ اس لیے ان تینوں موقعوں

پر نہایت وحشت ہوتی ہے؛ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا اکرام فرمایا، انہیں ان تینوں موقعوں پر امن وسلامتی عطا کی۔ {خزائن العرفان}

یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کا ذکر

147 تا 150 هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۚ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۚ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۚ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ (آل عمران)

یہاں پکارا زکریا نے اپنے رب کو، بولا: اے رب میرے! مجھے اپنے پاس سے دے ستھری اولاد، بے شک تو ہی دعا سننے والا ہے؛ تو فرشتوں نے اسے آواز دی: (اور وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا) بے شک اللہ آپ کو مژدہ دیتا ہے یحییٰ کا، جو اللہ کی طرف کے ایک کلمہ کی تصدیق کرے گا، اور سردار، اور ہمیشہ کے لیے عورتوں سے بچنے والا، اور نبی ہمارے خاصوں میں سے، بولا: اے میرے رب! میرے لڑکا کہاں سے ہوگا، مجھے تو پہنچ گیا بڑھاپا، اور میری عورت بانجھ، فرمایا: اللہ یوں ہی کرتا ہے جو چاہے۔ عرض کی: اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی کردے! فرمایا: تیری نشانی یہ ہے کہ تین دن تو لوگوں سے بات نہ کرے، مگر اشارے سے، اور اپنے رب کی بہت یاد کر، اور کچھ دن رہے اور تڑکے اس کی پاکی بول۔ { کنز الایمان}

151 تا 153 وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۸۹﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا

يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَ يَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۱﴾ (انبياء)

اور (یاد کرو) زکریا کو، جب اس نے اپنے رب کو پکارا: اے میرے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑ، اور تو سب سے بہتر وارث؛ تو ہم نے اس کی دعا قبول کی، اور اسے یحییٰ عطا فرمایا؛ اور اس کے لیے اس کی بی بی سنواری؛ بے شک وہ بھلے کاموں میں جلدی کرتے تھے؛ اور ہمیں پکارتے تھے امید اور خوف سے؛ اور ہمارے حضور گڑگڑاتے ہیں؛ اور اس عورت کو (یاد کرو)، جس نے اپنی پارسائی نگاہ رکھی، تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی، اور اسے اور اس کے بیٹے کو سارے جہاں کے لیے نشانی بنایا۔ (کنز الایمان)

ایک قول پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا میلاد

154 وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ﴿۳﴾ (بلد)

اور تمہارے باپ ابراہیم کی قسم! اور اس کی اولاد کی، کہ تم ہو۔ {کنز الایمان}

ایک قول یہ بھی ہے کہ والد سے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اولاد سے آپ کی امت مراد ہے۔ (حسینی) {خزائن العرفان}

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ والد سے سیدنا عبداللہ اور ما ولد سے ہمارے آقا و مولا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مراد ہوں ۔ بہ ہر صورت، میلاد و مولود کا ذکر ہوا، خواہ کسی کا بھی ہو، اب ماننا، نہ ماننا، قاری کا اپنا مسئلہ ہے۔

155 وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ وَ اٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ

﴿۸۷﴾(سورۂ بقرہ)

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی، اور اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے؛ اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو کھلی نشانیاں عطا فرمائیں، اور پاک روح سے اس کی مدد کی؛ تو کیا جب تمہارے پاس کوئی رسول وہ لے کر آئے جو تمہارے نفس کی خواہش نہیں، تکبر کرتے ہو؛ تو ان میں ایک گروہ کو تم جھٹلاتے، اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہو۔ (کنز الایمان)

کتاب سے توریت مراد ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کے تمام عہد مذکور تھے، سب سے اہم عہد یہ تھے کہ ہر زمانہ کے پیغمبروں کی اطاعت کرنا؛ ان پر ایمان لانا؛ اور ان کی تعظیم وتوقیر کرنا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک، متواتر انبیاء آتے رہے؛ ان کی تعداد چار ہزار بیان کی گئی ہے؛ یہ سب حضرات شریعتِ موسوی کے محافظ اور اس کے احکام جاری کرنے والے تھے؛ چوں کہ خاتم الانبیاء علیہ السلام کے بعد نبوت کسی کو نہیں مل سکتی، اس لیے شریعتِ محمدیہ علیہ السلام کی حفاظت واشاعت کی خدمت ربانی علماء اور مجددینِ ملت کو عطا ہوئی۔

ان نشانیوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات مراد ہیں، جیسے: مردے زندہ کرنا، اندھے اور برص والے کو اچھا کرنا، پرند پیدا کرنا، غیب کی خبر دینا، وغیرہ۔

روح القدس سے حضرت جبریل علیہ السلام مراد ہیں، کہ روحانی ہیں، وحی لاتے ہیں، جس سے قلوب کی حیات ہے؛ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہنے پر مامور تھے: آپ علیہ السلام ۳۳ سال کی عمر شریف میں آسمان پر اٹھا لیے گئے؛ اس وقت تک حضرت جبریل علیہ السلام سفر وحضر میں کبھی آپ سے جدا نہ ہوئے۔

تائیدِ روح القدس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جلیل فضیلت ہے، سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اُمتیوں کو بھی تائیدِ روح القدس میسر ہوئی: صحیح بخاری

وغیرہ میں ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے منبر بچھایا جاتا؛ وہ نعت شریف
پڑھتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے فرماتے: "اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ"
(اور پاک روح سے اُس کی مدد کی) پھر بھی اے یہود! تمہاری سرکشی میں فرق نہ
آیا۔ یہود پیغمبروں کے احکام اپنی خواہشوں کے خلاف پا کر انہیں جھٹلاتے، اور موقع پاتے
تو قتل کر ڈالتے تھے؛ جیسے کہ انہوں نے حضرت شعیا اور زکریا اور بہت انبیاء علیہم السلام کو شہید کیا؛
سیدِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی درپے رہے: کبھی آپ پر جادو کیا؛ کبھی زہر دیا؛ طرح
طرح کے فریب بہ ارادہ قتل کیے۔

اس آیت میں موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی آمد کا ذکر ہے؛
معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ خود ذِکر کرتا ہے، اور کروانا چاہتا ہے؛ کیوں کہ قرآن پڑھنا عبادت
ہے، اس پر ثواب ملتا ہے۔ (خزائن العرفان)

ربِ کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے عہد و پیمان لیا

157،156 وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ (آل عمران)

اور یاد کرو، جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا، کہ جو میں تم کو کتاب اور
حکمت دوں، پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق
فرمائے، تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا، اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا، فرمایا: کیوں، تم
نے اقرار کیا؟ اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ سب نے عرض کی: ہم نے اقرار کیا، فرمایا: تو
ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ، اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں، تو جو کوئی اس

کے بعد پھرے، تو وہی لوگ فاسق ہیں۔ (کنز الایمان)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے بعد جس کسی کو نبوت عطا فرمائی، اُن سے سیدِ انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت عہد لیا؛ اور اُن انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوموں سے عہد لیا کہ اگر ان کی حیات میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور آپ کی نصرت کریں؛ اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام میں سب سے افضل ہیں۔ (خزائن العرفان)

158 اَلَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَیْنَاۤ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى یَاْتِیَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِیْ بِالْبَیِّنٰتِ وَبِالَّذِیْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۸۳﴾ (آل عمران)

وہ جو کہتے ہیں: اللہ نے ہم سے قرار کرلیا ہے کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک ایسی قربانی کا حکم نہ لائے جسے آگ کھائے، تم فرما دو: مجھ سے پہلے بہت رسول تمہارے پاس کھلی نشانیاں اور یہ حکم لے کر آئے جو تم کہتے ہو، پھر تم نے انہیں کیوں شہید کیا؟ اگر سچے ہو۔ (کنز الایمان)

شانِ نزول: یہود کی ایک جماعت نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا، ہم سے توریت میں عہد لیا گیا ہے کہ جو مدعیِ رسالت ایسی قربانی نہ لائے جس کو آسمان سے سفید آگ اتر کر کھائے، اس پر ہم ہرگز ایمان نہ لائیں؛ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اور ان کے اس کذبِ محض اور افترا خالص کا اِبطال کیا گیا؛ کیوں کہ اس شرط کا توریت میں نام و نشان بھی نہیں ہے؛ اور ظاہر ہے کہ نبی کی تصدیق کے لیے معجزہ کافی ہے؛ کوئی معجزہ ہو؛ جب نبی نے کوئی معجزہ دکھایا، اس کے صدق پر دلیل قائم ہوگئی؛ اور اس کی تصدیق کرنا اور اس کی نبوت کو ماننا لازم ہوگیا؛ اب کسی خاص معجزہ کا اِصرار، حجت قائم ہونے کے بعد، نبی کی تصدیق کا انکار ہے؛ اور جب تم نے یہ نشانی لانے والے انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا؛ اور ان پر

ایمان نہ لائے؛ تو ثابت ہو گیا کہ تمہارا یہ دعوٰی جھوٹا ہے۔

یہود کے مقابل انبیاء کا ذکر کر کے ان کا ابطال کیا گیا ہے۔

حضور آ گئے ہیں!

159 يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷۰﴾ (النساء)

اے لوگو! تمہارے پاس یہ رسول (سید انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے تشریف لائے، تو ایمان لاؤ، اپنے بھلے کو، اور اگر تم کفر کرو (اور سید انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا انکار کرو؛ تو اس میں ان کا کچھ ضرر نہیں؛ اور اللہ تمہارے ایمان سے بے نیاز ہے؛) تو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

اس آیت میں براہِ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم ہے۔ (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

160 يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿۱۷۴﴾ (النساء)

اے لوگو! بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی (برہان سے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی مراد ہے؛ جن کے صدق پر اُن کے معجزے شاہد ہیں، اور منکرین کی عقلوں کو حیران کر دیتے ہیں؛) اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اُتارا (یعنی قرآن پاک)۔ (کنز الایمان، خزائن العرفان)

161 يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ

مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ (مائدہ)

اے کتاب والو! (یہودیو! نصرانیو!) بے شک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول (سیدِ عالَم محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تشریف لائے، کہ تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی وہ چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپا ڈالی تھیں، (جیسے کہ آیتِ رجم، اور سیدِ عالَم ﷺ کے اوصاف؛ اور حضور ﷺ کا اس کو بیان فرمانا معجزہ ہے؛) اور بہت سی معاف فرماتے ہیں (اوران کا ذکر بھی نہیں کرتے، نہ ان پر مؤاخذہ فرماتے ہیں؛ کیوں کہ آپ ﷺ اسی چیز کا ذکر فرماتے ہیں جس میں مصلحت ہو؛) بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا (سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور فرمایا گیا؛ کیوں کہ آپ سے تاریکیٔ کُفر دور ہوئی اور راہِ حق واضح ہوئی) اور روشن کتاب (قرآن شریف)۔ (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

162 يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾ (مائدہ)

اے کتاب والو! بے شک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول (محمدِ مصطفیٰ ﷺ) تشریف لائے، کہ تم پر ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں، بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا: (حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک پانچ سو انہتر برس کی مدت نبی سے خالی رہی؛ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کی منّت کا اظہار فرمایا جاتا ہے، کہ نہایت حاجت کے وقت تم پر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت بھیجی گئی؛ اور اس میں الزامِ حُجّت وقطعِ عذر بھی ہے، اب یہ کہنے کا موقع نہ رہا کہ ہمارے پاس تنبیہ کرنے والے تشریف نہ لائے؛) کہ تم کہو ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا، تو یہ خوشی اور ڈر سنانے والے تمہارے پاس تشریف لائے ہیں؛ اور اللہ کو سب قدرت ہے۔ (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

163 لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ (توبہ)

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے؛ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر کمال مہربان، مہربان۔ (کنزالایمان)

(رسول) محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عربی قرشی، جن کے حسب ونسب کو تم خوب پہچانتے ہو، کہ تم میں سب سے عالی نسب ہیں؛ اور تم ان کے صدق وامانت، زہد وتقویٰ، طہارت وتقدس اور اَخلاقِ حمیدہ کو بھی خوب جانتے ہو؛ اور ایک قراءۃ میں "اَنْفَسِکُمْ" بفتحِ فا آیا ہے؛ اس کے معنیٰ ہیں: تم میں سب سے نفیس تر اور اشرف وافضل۔

اس آیتِ کریمہ میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری یعنی آپ کے میلادِ مبارک کا بیان ہے۔ ترمذی کی حدیث سے بھی ثابت ہے کہ سیدِ عالم ﷺ نے اپنی پیدائش کا بیان قیام کر کے فرمایا۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ محفلِ میلادِ مبارک کی اصل قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اپنے دو ناموں (رءوف اور رحیم) سے مشرف فرمایا؛ یہ کمالِ تکریم ہے اس سرورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی (خزائن)

؎ وہ نامی کہ نامِ خدا نام تیرا | رءوف ورحیم وعلیم وعلی ہے

164 قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ○ (۱۰۸: یونس)

تم فرماؤ: اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آیا، تو جو راہ پر آیا وہ اپنے بھلے کو راہ پر آیا، اور جو بہکا وہ اپنے بُرے کو بہکا، اور کچھ میں (تم پر) کڑوڑا

(نگران) نہیں۔ (کنزالایمان)

حق سے یہاں قرآن مراد ہے، یا اسلام، یا سیدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ (خزائن)

جہنمیوں کی چیخ وپکار

165 وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا ۚ رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۚ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ ۖ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ ﴿٣٧﴾ (فاطر)

اور وہ اس میں چلاتے ہوں گے: اے ہمارے رب! ہمیں نکال، کہ ہم اچھا کام کریں، اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے: اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی، جس میں سمجھ لیتا، جسے سمجھنا ہوتا، اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا تھا: تو اب چکھو، کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ {کنزالایمان}

نذیر سے مراد رسولِ اکرم سیدِ عالم محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ (خزائن)

166 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُم مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ ۙ أَن تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِن كُنتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي ۚ تُسِرُّونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنتُمْ ۚ وَمَن يَفْعَلْهُ مِنكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴿١﴾ (سورۂ ممتحنہ)

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ: تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے، حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمہارے پاس آیا (یعنی نبی کریم، اسلام اور قرآن): گھر سے جدا کرتے ہیں رسول کو اور تمہیں: اس پر کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لائے، اگر تم نکلے ہو میری راہ میں جہاد کرنے، اور میری رضا چاہنے کو، تو ان سے دوستی نہ کرو: تم انہیں خفیہ پیام محبت کا بھیجتے ہو: اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاؤ اور جو

ظاہر کرو؛ اور تم میں جو ایسا کرے وہ بے شک سیدھی راہ سے بہکا۔ (کنز الایمان)

شانِ نزول: بنی ہاشم کے خاندان کی ایک باندی سارہ مدینہ طیبہ میں سیّدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئی، جب کہ حضور ﷺ فتحِ مکہ کا سامان فرما رہے تھے؛ حضور نے اس سے فرمایا: کیا تو مسلمان ہو کر آئی؟ اس نے کہا: نہیں، فرمایا: کیا ہجرت کر کے آئی؟ عرض کیا: نہیں، فرمایا: پھر کیوں آئی؟ اس نے کہا: محتاجی سے تنگ ہو کر؛ بنی عبدالمطّلب نے اس کی امداد کی؛ کپڑے بنائے؛ سامان دیا۔

حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ اس سے ملے، انہوں نے اس کو دس دینار دیئے، ایک چادر دی، اور ایک خط اہلِ مکہ کے پاس اس کی معرفت بھیجا، جس کا مضمون یہ تھا کہ سیّدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تم پر حملہ کا ارادہ رکھتے ہیں، تم سے اپنے بچاؤ کی جو تدبیر ہو سکے کرو۔

سارہ یہ خط لے کر روانہ ہو گئی؛ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اس کی خبر دی؛ حضور ﷺ نے اپنے چند اصحاب کو، جن میں حضرت علیِ مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، گھوڑوں پر روانہ کیا، اور فرمایا: مقامِ روضہ خاخ پر تمہیں ایک مسافر عورت ملے گی، اس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا خط ہے، جو اہلِ مکہ کے نام لکھا گیا ہے؛ وہ خط اس سے لے لو، اور اس کو چھوڑ دو، اگر انکار کرے تو اس کی گردن مار دو۔

یہ حضرات روانہ ہوئے اور عورت کو ٹھیک اسی مقام پر پایا جہاں حضور سیّدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا؛ اس سے خط مانگا، وہ انکار کر گئی اور قسم کھا گئی؛ صحابہ نے واپسی کا قصد کیا؛ حضرت علیِ مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بقسم فرمایا کہ سیّدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خبر خلاف ہو ہی نہیں سکتی، اور تلوار کھینچ کر عورت سے فرمایا: یا خط نکال، یا گردن رکھ! جب اس نے دیکھا کہ حضرت بالکل آمادۂ قتل ہیں، تو اپنے جوڑے میں سے خط نکالا،

حضور سیّدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بُلا کر فرمایا کہ اے حاطب! اس کا کیا باعث؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں

جب سے اسلام لایا، کبھی میں نے کفر نہیں کیا، اور جب سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیاز مندی میسّر آئی، کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خیانت نہ کی، اور جب سے اہلِ مکہ کو چھوڑا، کبھی ان کی محبت نہ آئی، لیکن واقعہ یہ ہے کہ میں قریش میں رہتا تھا، اور ان کی قوم سے نہ تھا؛ میرے سوائے اور جو مہاجرین ہیں، ان کے مکہ مکرمہ میں رشتہ دار ہیں، جو ان کے گھر بار کی نگرانی کرتے ہیں؛ مجھے اپنے گھر والوں کا اندیشہ تھا، اس لیے میں نے یہ چاہا کہ میں اہلِ مکہ پر کچھ احسان رکھ دوں تا کہ وہ میرے گھر والوں کو نہ ستائیں؛ اور یہ میں یقین سے جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اہلِ مکہ پر عذاب نازل فرمانے والا ہے؛ میرا خط انہیں بچا نہ سکے گا۔

سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا یہ عذر قبول فرمایا، اور ان کی تصدیق کی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اجازت دیجیے، اس منافق کی گردن مار دوں؛ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ خبردار ہے، جب ہی اس نے اہلِ بدر کے حق میں فرمایا کہ جو چاہو کرو، میں نے تمہیں بخش دیا، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنسو جاری ہوگئے، اور یہ آیات نازل ہوئیں۔ (خزائن العرفان)

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خصوصاً ذکر ہے۔ کہ آنے والے حق سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہو، تو اہلِ ذوق کے الفاظ "حضور آگئے ہیں" کی قرآنی دلیل ہے!

سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش

167 اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ ﴿۴﴾ (یوسف)

یاد کرو جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا: اے میرے باپ! میں نے گیارہ تارے اور سورج اور چاند دیکھے، انہیں اپنے لیے سجدہ کرتے دیکھا۔ {کنز}

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باپ حضرت یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ آسمان سے گیارہ ستارے اُترے، اور ان کے ساتھ سورج اور چاند بھی ہیں؛ ان سب نے آپ کو سجدہ کیا؛ یہ خواب شب جمعہ کو دیکھا؛ یہ رات شبِ قدر تھی؛ ستاروں کی تعبیر آپ کے گیارہ بھائی ہیں؛ اور سورج آپ کے والد، اور چاند آپ کی والدہ یا خالہ؛ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام راحیل ہے۔

سدی کا قول ہے کہ چونکہ راحیل کا انتقال ہو چکا تھا، اس لیے قمر سے آپ کی خالہ مراد ہیں؛ اور سجدہ کرنے سے تواضع کرنا اور مطیع ہونا مراد ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ حقیقۃً سجدہ ہی مراد ہے، کیوں کہ اس زمانہ میں سلام کی طرح سجدہ تحیت تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر شریف اس وقت بارہ سال کی تھی؛ اور سات اور سترہ کے قول بھی آئے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام سے بہت زیادہ محبت تھی، اس لیے ان کے ساتھ ان کے بھائی حسد کرتے تھے، اور حضرت یعقوب علیہ السلام اس پر مطلع تھے؛ اس لیے جب حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ خواب دیکھا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

(لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ.....) {خزائن العرفان}

یہ واقعہ ظاہر ہے کہ بعد از ولادت ہی پیش آیا تھا۔ کیونکہ رب کریم نے آپ کے قصہ کو بیان کرنے کا اہتمام فرمایا۔ آپ کی پیدائش کے بعد جو چیز اس واقعہ کے بیان کی وجہ اور سبب بنی وہاں سے آغاز ہوا، اور جو چیز واضح ہو اس کے بیان کی ضرورت نہیں ہوتی۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش

167تا171 وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا

قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ ﴿۷۶﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ ﴿۷۷﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾ (انعام)

اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا: کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو! بے شک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں۔ اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی، آسمانوں اور زمین کی، اور اس لیے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے۔ پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا، ایک تارا دیکھا، بولے: اسے میرا رب ٹھہراتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا، بولے: مجھے خوش نہیں آتے ڈوبنے والے۔ پھر جب چاند چمکتا دیکھا، بولے: اسے میرا رب بتاتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا، کہا: اگر مجھے میرا رب ہدایت نہ کرتا، تو میں بھی انہیں گمراہوں میں ہوتا۔ پھر جب سورج جگمگاتا دیکھا، بولے: اسے میرا رب کہتے ہو؟ یہ تو ان سب سے بڑا ہے؛ پھر جب وہ ڈوب گیا، کہا: اے قوم! میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو۔ {کنز الایمان}

قاموس میں ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا کا نام ہے۔ امام علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے مسالک الحنفاء میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ چچا کو باپ کہنا، تمام ممالک میں معمول ہے، بالخصوص عرب میں، قرآنِ کریم میں ہے: "نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرَاهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا" اس میں حضرت اسمٰعیل کو حضرت یعقوب کے آباء میں ذکر کیا گیا ہے، باوجودیکہ آپ ان کے عَم (چچا) ہیں۔ حدیث شریف میں بھی حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اَب فرمایا، چنانچہ ارشاد کیا: "رُدُّوْا عَلَیَّ اَبِیْ" اور یہاں اَبِی سے حضرت عباس مراد ہیں۔ (مفرداتِ راغب وکبیر وغیرہ)

علماءِ تفسیر اور اصحابِ اَخبار و سِیَر کا بیان ہے کہ نمرود ابنِ کنعان بڑا جابر بادشاہ تھا؛ سب سے پہلے اسی نے تاج سر پر رکھا؛ یہ بادشاہ لوگوں سے اپنی پرستش کراتا تھا؛ کاہن اور منجم کثرت سے اس کے دربار میں حاضر رہتے تھے۔ نمرود نے خواب دیکھا کہ ایک ستارہ طلوع ہوا ہے، اس کی روشنی کے سامنے آفتاب ماہتاب بالکل بے نور ہو گئے؛ اس سے وہ بہت خوف زدہ ہوا؛ کاہنوں سے تعبیر دریافت کی، انہوں نے کہا: اس سال تیری قلمرو میں ایک فرزند پیدا ہوگا، جو تیرے زَوالِ مُلک کا باعث ہوگا، اور تیرے دین والے اس کے ہاتھ سے ہلاک ہوں گے؛ یہ خبر سن کر وہ پریشان ہوا، اور اس نے حکم دے دیا کہ جو بچہ پیدا ہو قتل کر ڈالا جائے؛ اور مرد عورتوں سے علیحدہ رہیں؛ اور اس کی نگہبانی کے لیے ایک محکمہ قائم کر دیا گیا۔

تقدیراتِ الٰہیہ کو کون ٹال سکتا ہے؛ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ماجدہ حاملہ ہوئیں، اور کاہنوں نے نمرود کو اس کی بھی خبر دی کہ وہ بچہ حمل میں آ گیا؛ لیکن چونکہ حضرت کی والدہ صاحبہ کی عمر کم تھی، ان کا حمل کسی طرح پہچانا ہی نہ گیا؛ جب زمانۂ ولادت قریب ہوا تو آپ کی والدہ اس تہہ خانے میں چلی گئیں جو آپ کے والد نے شہر سے دور کھود کر تیار کیا تھا، وہاں آپ کی ولادت ہوئی، اور وہیں آپ رہے؛ پتھروں سے اس تہ خانہ کا دروازہ بند کر دیا جاتا تھا؛ روزانہ والدہ صاحبہ دودھ پلا آتی تھیں؛ اور جب وہاں پہنچتی تھیں تو دیکھتی تھیں کہ آپ اپنی سَرِ اُنگشت چوس رہے ہیں اور اس سے دودھ برآمد ہوتا ہے۔

آپ بہت جلد بڑھتے تھے، ایک مہینہ میں اتنا جتنے دوسرے بچے ایک سال میں۔ اس میں اختلاف ہے کہ آپ تہہ خانہ میں کتنا عرصہ رہے، بعض کہتے ہیں: سات برس، بعض تیرہ برس، بعض سترہ برس؛ یہ مسئلہ یقینی ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہر حال میں معصوم ہوتے ہیں، اور وہ اپنی ابتداءِ ہستی سے تمام اوقاتِ وجود میں عارف ہوتے ہیں۔

ایک روز حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی والدہ سے دریافت فرمایا: میرا ربّ

(پالنے والا) کون ہے؟ انہوں نے کہا: میں، فرمایا: تمہارا ربّ کون ہے؟ انہوں نے کہا: تمہارے والد، فرمایا: ان کا ربّ کون ہے؟ اس پر والدہ نے کہا: خاموش رہو، اور اپنے شوہر سے جا کر کہا کہ جس لڑکے کی نسبت یہ مشہور ہے کہ وہ زمین والوں کا دین بدل دے گا، وہ تمہارا فرزند ہی ہے، اور یہ گفتگو بیان کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ابتداء ہی سے توحید کی حمایت اور عقائدِ کفریہ کا اِبطال شروع فرما دیا؛ اور جب ایک سوراخ کی راہ سے شب کے وقت آپ نے زُہرہ یا مُشتری ستارہ کو دیکھا، تو اِقامتِ حُجّت شروع کر دی؛ چوں کہ اس زمانہ کے لوگ بُت اور کواکب کی پرستش کرتے تھے، تو آپ نے ایک نہایت نفیس اور دل نشیں پیرایہ میں انہیں نظر و استدلال کی طرف رہنمائی کی، جس سے وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ عالَم بتمامہٖ (سارا جہان) حادِث ہے، اِلٰہ نہیں ہوسکتا، وہ خود مُوجِد و مُدَبِّر کا محتاج ہے، جس کے قدرت و اختیار سے اس میں تغیر ہوتے رہتے ہیں۔ {خزائن العرفان}

سیدنا اسحاق علیہ السلام کی پیدائش

172 تا 174 وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰی قَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ اَیْدِیَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ نَكِرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰی قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۰﴾ وَامْرَاَتُهٗ قَآىٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ (ہود)

اور بے شک ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس مژدہ لے کر آئے، بولے: سلام، کہا: سلام، پھر کچھ دیر نہ کی کہ ایک بچھڑا بُھنا لے آئے، پھر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں پہنچتے، ان کو اوپری سمجھا، اور جی ہی جی میں ان سے ڈرنے لگا، بولے: ڈریے نہیں، ہم قومِ لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں، اور اس کی بی بی کھڑی تھی، وہ ہنسنے

لگی، تو ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی، اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی۔ {کنز الایمان}

(فرشتے ابراہیم کے پاس) سادہ رُو نوجوانوں کی حسین شکلوں میں حضرت اسحٰق، حضرت یعقوب علیہما السلام کی پیدائش کا (مژدہ لے کر آئے)۔

مفسرین نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت ہی مہمان نواز تھے، بغیر مہمان کے کھانا تناول نہ فرماتے۔ اس وقت ایسا اتفاق ہوا کہ پندرہ روز سے کوئی مہمان نہ آیا تھا؛ آپ اس غم میں تھے، ان مہمانوں کو دیکھتے ہی آپ نے ان کے لیے کھانا لانے میں جلدی فرمائی؛ چوں کہ آپ علیہ السلام کے یہاں گائے بکثرت تھیں، اس لیے بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت سامنے لایا گیا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ گائے کا گوشت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے دسترخوان پر زیادہ آتا تھا، اور آپ اس کو پسند فرماتے تھے؛ گائے کا گوشت کھانے والے اگر سنّتِ ابراہیم ادا کرنے کی نیت کریں، تو مزید ثواب پائیں۔

سیدنا اسحٰق کے فرزند سیدنا یعقوب علیہما السلام کی پیدائش

حضرت سارہ پسِ پردہ کھڑی تھیں، وہ ہنسنے لگیں، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اُن کے فرزند حضرت اسحاق اور حضرت اسحاق کے فرزند حضرت یعقوب علیہ السلام کی خوش خبری دی۔

حضرت سارہ کو خوشخبری دینے کی وجہ یہ تھی کہ اولاد کی خوشی عورتوں کو مردوں سے زیادہ ہوتی ہے، اور یہ بھی سبب تھا کہ حضرت سارہ کے کوئی اولاد نہ تھی، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام موجود تھے۔ اس بشارت کے ضمن میں ایک بشارت یہ بھی تھی کہ حضرت سارہ کی عمر اتنی دراز ہوگی کہ وہ پوتے کو بھی دیکھیں گی۔

176،175 وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ۭ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿۱۱۳﴾ (ھود)

اور ہم نے اسے خوشخبری دی اسحٰق کی، کہ غیب کی خبریں بتانے والا، قرب کی

صلاحیت والوں میں سے ہے، ہمارے قربِ خاص کے سزاواروں میں؛ اور ہم نے برکت اتاری اس پر اور اسحٰق پر؛ اور ان کی اولاد میں کوئی اچھا کام کرنے والا، اور کوئی اپنی جان پر صریح ظلم کرنے والا۔ {کنز الایمان}

177 وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ كُلًّا هَدَیْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَیْنَا مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۸۴﴾ (انعام)

اور ہم نے انہیں اسحٰق اور یعقوب عطا کئے، ان سب کو ہم نے راہ دکھائی، اور ان سے پہلے نوح کو راہ دکھائی، اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو، اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکو کاروں کو۔ {کنز}

178 وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِیْنَ ﴿۷۲﴾

اور ہم نے اسے اسحٰق عطا فرمایا، اور یعقوب پوتا، اور ہم نے ان سب کو اپنے قربِ خاص کا سزاوار کیا۔ (انبیاء) {کنز الایمان}

سیدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش

179تا186 رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰى فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ؗ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۰۷﴾ (سورہ صافات)

الٰہی! مجھے لائق اولاد دے! تو ہم نے اسے خوشخبری سنائی ایک عقل مند لڑکے کی؛ پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہوگیا، کہا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب دیکھا

کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں، اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے؟ کہا: اے میرے باپ! کیجئے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے، خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے؛ اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا؛ اس وقت کا حال نہ پوچھ؛ اور ہم نے اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم! بے شک تو نے خواب سچ کر دکھائی، ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو، بے شک یہ روشن جانچ تھی، اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے صدقہ میں دے کر اسے بچا لیا {کنزالایمان}

حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی دعا

187تا191 رَبَّنَآ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ ﴿۳۷﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّکَ تَعۡلَمُ مَا نُخۡفِیۡ وَمَا نُعۡلِنُ ؕ وَمَا یَخۡفٰی عَلَی اللّٰہِ مِنۡ شَیۡءٍ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ وَہَبَ لِیۡ عَلَی الۡکِبَرِ اِسۡمٰعِیۡلَ وَاِسۡحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ لَسَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ مُقِیۡمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ٭ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلۡ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَابُ ﴿۴۱﴾ (ابراہیم)

اے میرے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نالے (وادی) میں بسائی، جس میں کھیتی نہیں ہوتی، تیرے حرمت والے گھر کے پاس؛ اے ہمارے رب! اس لیے کہ وہ نماز قائم رکھیں؛ تو تُو لوگوں کے کچھ دل ان کی طرف مائل کر دے، اور انہیں کچھ پھل کھانے کو دے، شاید وہ احسان مانیں؛ اے ہمارے رب! تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے؛ اور اللہ پر کچھ چھپا نہیں، زمین میں، نہ آسمان میں؛ سب خوبیاں اللہ کو جس نے مجھے بوڑھاپے میں اسماعیل و اسحٰق دیئے؛ بے شک میرا رب دعا سننے والا ہے؛ اے میرے رب! مجھے نماز کا قائم کرنے والا رکھ، اور کچھ میری اولاد کو، اے ہمارے رب!

اور میری دعا سن لے، اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔ {کنز الایمان} (ابراہیم)

ان آیات سے جہاں اور کئی مسائل معلوم ہوتے ہیں؛ ایک یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کا ذکر، شکر بھی ہے، اور یہ سنت ابراہیمی بھی ہے، اللہ کی بارگاہ میں پسندیدہ بھی ہے، اس عمل کے کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

192 وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾ (عنکبوت)

اور ہم نے اسے اسحٰق اور یعقوب عطا فرمائے؛ اور ہم نے اس کی اولاد میں نبوّت اور کتاب رکھی؛ اور ہم نے دنیا میں اس کا ثواب اسے عطا فرمایا؛ اور بے شک آخرت میں وہ ہمارے قربِ خاص کے سزاواروں میں ہے۔ {کنز الایمان}

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد جتنے انبیاء علیہم السلام ہوئے، سب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل سے ہوئے۔ کتاب سے توریت، انجیل، زبور اور قرآن شریف مراد ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پاک ذرِّیّت (اولاد) عطا فرمائی؛ پیغمبری آپ کی نسل میں رکھی؛ کتابیں ان پیغمبروں کو عطا کیں جو ان کی اولاد میں ہیں؛ اور ان کو خَلق میں محبوب و مقبول کیا، کہ تمام اہلِ مِلَل و اَدیان ان سے مَحبت رکھتے ہیں، اور ان کی طرف نسبت فخر جانتے ہیں، اور ان کے لیے اختتامِ دنیا تک دُرود مقرر کر دیا۔ {خزائن العرفان}

سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش

193 وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۳۰﴾ (ص)

اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا فرمایا؛ کیا اچھا بندہ! بے شک وہ بہت رجوع لانے والا۔ {کنز الایمان}

داؤد کو سلیمان فرزندِ ارجمند عطا فرمایا۔ {خزائن العرفان}

ام البشر سیدہ حوا رضی اللہ عنہا کی پیدائش

194 یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا ﴿۱﴾ (نساء)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا، اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیئے؛ اور اللہ سے ڈرو، جس کے نام پر مانگتے ہو، اور رشتوں کا لحاظ رکھو، بے شک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔ (کنز الایمان)

(اے لوگو!) یہ خطاب عام ہے تمام بنی آدم کو۔ (ایک جان سے پیدا کیا) ابوالبشر حضرتِ آدم سے، جن کو بغیر ماں باپ کے مٹی سے پیدا کیا تھا۔ انسان کی ابتدائے پیدائش کا بیان کر کے قدرتِ الٰہیہ کی عظمت کا بیان فرمایا گیا؛ اگرچہ دنیا کے بے دین، بدعقلی و نافہمی سے اس کا مضحکہ اُڑاتے ہیں، لیکن اصحابِ فہم و خرد جانتے ہیں کہ یہ مضمون ایسی زبردست برہان سے ثابت ہے، جس کا انکار محال ہے۔

مردم شماری کا حساب پتہ دیتا ہے کہ آج سے سو برس قبل دنیا میں انسانوں کی تعداد آج سے بہت کم تھی، اور اس سے سو برس پہلے اور بھی کم، تو اس طرح جانبِ ماضی میں چلتے چلتے اس کمی کی حد ایک ذات قرار پائے گی؛ یا یوں کہیے کہ قبائل کی کثیر تعدادیں ایک شخص کی طرف منتہی ہو جاتی ہیں، مثلاً: سید دنیا میں کروڑوں پائے جائیں گے، مگر جانبِ ماضی میں اُن کی نہایت سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ذات پر ہو گی، اور بنی اسرائیل کتنے بھی کثیر ہوں، مگر اس تمام کثرت کا مرجع حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک ذات ہو گی؛ اسی طرح اور اوپر کو چلنا شروع کریں تو انسان کے تمام شعوب و قبائل کی انتہاء ایک ذات پر ہو گی، اس کا نام کتبِ الٰہیہ میں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے، اور ممکن نہیں ہے کہ وہ ایک شخص توالد و تناسل

کے معمولی طریقہ سے پیدا ہو سکے، اگر اس کے لیے باپ فرض بھی کیا جائے، تو ماں کہاں سے آئے؟ لہٰذا ضروری ہے کہ اس کی پیدائش بغیر ماں باپ کے ہو، اور جب بغیر ماں باپ کے پیدا ہوا، تو بالیقین اُنہیں عناصر سے پیدا ہوگا جو اُس کے وجود میں پائے جاتے ہیں؛ پھر عناصر میں سے جو عنصر اس کا مسکن ہو، اور جس کے سوا دوسرے میں وہ نہ رہ سکے، لازم ہے کہ وہی اس کے وجود میں غالب ہو، اس لیے پیدائش کی نسبت اُسی عنصر کی طرف کی جائے گی؛ یہ بھی ظاہر ہے کہ توالد وتناسل کا معمولی طریقہ ایک شخص سے جاری نہیں ہوسکتا، اس لیے اس کے ساتھ ایک اور بھی ہو، کہ جوڑا ہو جائے، اور وہ دوسرا شخص انسانی جو اس کے بعد پیدا ہو، مُقتضائے حکمت یہی ہے کہ اُسی کے جسم سے پیدا کیا جائے، کیوں کہ ایک شخص کے پیدا ہونے سے نوع موجود ہو چکی؛ مگر یہ بھی لازم ہے کہ اس کی خلقت پہلے انسان سے توالدِ معمولی کے سوا کسی اور طریقہ سے ہو، کیوں کہ توالدِ معمولی بغیر دو کے ممکن ہی نہیں، اور یہاں ایک ہی ہے: لہٰذا حکمتِ الٰہیہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی ایک بائیں پسلی ان کے خواب کے وقت نکالی اور اُس سے اُن کی بی بی حضرت حوّا کو پیدا کیا؛ چوں کہ حضرت حوّا بطریق توالدِ معمولی پیدا نہیں ہوئیں، اس لیے وہ اولاد نہیں ہوسکتیں: جس طرح کہ اس طریقہ کے خلاف جسم انسانی سے بہت سے کیڑے پیدا ہوا کرتے ہیں، وہ اس کی اولاد نہیں ہوسکتے ہیں؛ خواب سے بیدار ہو کر حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے پاس حضرت حوّا کو دیکھا تو محبتِ جنسیّت دِل میں موجزن ہوئی؛ اُن سے فرمایا: تم کون ہو؟ انہوں نے عرض کیا: عورت، فرمایا: کس لیے پیدا کی گئی ہو؟ عرض کیا: آپ کی تسکینِ خاطر کے لیے، تو آپ علیہ السلام اُن سے مانوس ہوئے۔ {خزائن العرفان}

نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش

كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ مُحَمَّدًا وفی روایۃ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ ○ (الموسوعۃ لاطراف الحدیث)

میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا مجھے یہ پسند آیا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے محمد کو اور دوسری روایت کے مطابق مخلوق کو پیدا کیا اور یہاں مخلوق سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔

حدیث قدسی کے طور پر یہ روایت مشہور ہے، اس کی تائید میں وہ احادیث ہیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا کہ سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا گیا اس میں ایک تو اولِ خلق ہونا اور دوسرے میلاد کا خود آپ کی طرف سے ذکر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ کتاب کی مذکور احادیث سے آپ کو معلوم ہوگا۔

صاحبِ کتاب "الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم " نے احادیث سے اہتمام کیا کہ میلاد کو بیان کریں، ہم نے قرآن کریم سے اہتمام کیا کہ اللہ تعالیٰ نے خود ولادتِ مخلوق کا تذکرہ کیا یا نہیں، پڑھیے سر دھنیے، اور یہ فیصلہ قارئین پر ہے کہ ہم اس میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں۔

آدم، حوا، ابراہیم، اسمٰعیل، اسحاق، یعقوب، موسیٰ، عیسیٰ، زکریا، یحییٰ اور مریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کا ذکر قرآن میں ہے، اگر ذکرِ میلاد حرام، بدعت، ناپسندیدہ یا مشرکانہ فعل ہوتا، تو منع کر دیا جاتا، یا اگر اللہ تعالیٰ کسی حکمت کے تحت ذکر کرتا بھی تو کہہ دیتا کہ ہم نے تو ذکر کیا، تم نہ کرنا۔

باب 3

اعمالِ ثواب

کھانا کھلانا ثواب وعبادت ہے

195 فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ (روزہ کا)فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے۔

ثواب ہوا تو روزہ کا بدلہ ہو گیا۔ معلوم ہوا کھانا کھلانا عبادت ہے اس پر ثواب ملتا ہے۔ لوگوں کو دعوتِ طعام دینا بھی احادیث سے ثابت ہے۔ اور یہ بھی ایک عمل محفل میلاد کا حصہ ہے۔

196 فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾ (حج)

تو ان میں سے خود کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو کھلاؤ! (کنز الایمان)

197 فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ﴿۳۶﴾

پھر جب ان کی کروٹیں گر جائیں تو ان میں سے خود کھاؤ اور صبر سے بیٹھنے والے اور بھیک مانگنے والے کو کھلاؤ۔ (حج) (کنز الایمان)

نہ کھلانے والوں کی مذمت

198 وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۷﴾ (یس)

اور جب ان سے فرمایا جائے اللہ کے دیئے میں سے کچھ اس کی راہ میں خرچ کرو تو کافر مسلمانوں کے لیے کہتے ہیں کہ کیا ہم اسے کِھلائیں جسے اللہ چاہتا تو کِھلا دیتا تم تو نہیں مگر کھلی گمراہی میں۔ (کنز الایمان)

شانِ نزول

یہ آیت کُفّارِ قریش کے حق میں نازل ہوئی جن سے مسلمانوں نے کہا تھا کہ تم اپنے مالوں کا وہ حصّہ مسکینوں پر خرچ کرو جو تم نے بزُعمِ خود اللہ تعالیٰ کے لیے نکالا ہے، اس پر انہوں نے کہا کہ کیا ہم ان کو کھلائیں جنہیں اللہ تعالیٰ کھلانا چاہتا تھا تو کھلا دیتا، مطلب یہ تھا کہ خدا ہی کو مسکینوں کا محتاج رکھنا منظور ہے تو انہیں کھانے کو دینا اس کی مشیّت کے خلاف ہوگا یہ بات انہوں نے بخیلی اور کنجوسی سے بطورِ تمسخر کہی تھی اور نہایت باطل تھی کیونکہ دنیا دارالامتحان ہے، فقیری اور امیری دونوں آزمائشیں ہیں، فقیر کی آزمائش صبر سے اور غنی کی انفاق فی سبیلِ اللہ سے۔

سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مکّہ مکرّمہ میں زندیق لوگ تھے جب ان سے کہا جاتا تھا کہ مسکینوں کو صدقہ دو تو کہتے تھے ہرگز نہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ محتاج کرے، ہم کھلائیں۔

کپڑے اور کھانے کا ایصالِ ثواب کرنا

199 لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللهُ بِاللَّغْوِ فِيٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۚ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۚ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۚ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾ (مائدہ)

اللہ تمہیں نہیں پکڑتا تمہاری غلط فہمی کی قسموں پر ہاں ان قسموں پر گرفت فرماتا ہے جنہیں تم نے مضبوط کیا تو ایسی قسم کا بدلہ دس مسکینوں کو کھانا دینا اپنے گھر والوں کو جو کھلاتے ہو اس کے اوسط میں سے یا اِنہیں کپڑے دینا یا ایک بردہ آزاد کرنا تو جو ان میں سے کچھ نہ پائے تو تین دن کے روزے یہ بدلہ ہے تمہاری قسموں کا جب قسم کھاؤ اور اپنی قسموں کی

حفاظت کرو اسی طرح اللہ تم سے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم احسان مانو! (کنز)

آیت میں قسم کے کفارہ کا بیان ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کسی کو کپڑے پہننے کو دینا بھی عبادت ہے۔ ورنہ قسم توڑنے کی معافی کیسے ہوگی؟ (خزائن العرفان)

ایصالِ ثواب کے علاوہ بھی کھانا کھلانا باعثِ ثواب

200 يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾ (احزاب)

اے ایمان والو نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اذن نہ پاؤ مثلاً کھانے کے لیے بلائے جاؤ نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ تکو ہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ بے شک اس میں نبی کو ایذا ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو اس میں زیادہ ستھرائی ہے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو ایذا دو، اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیبیوں سے نکاح کرو بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔ (کنز الایمان)

آدابِ بارگاہِ رسالت بتائے جا رہے ہیں، اور ساتھ ہی کھانا کھلانے کا ذکر ہے۔

درود و سلام پڑھنا

201 اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ (احزاب)

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو!

یہ عمل بھی میلادِ نبی میں ہوتا ہے۔

کس کی شان گھٹاتے یہ ہیں   یادِ محمد یادِ خدا ہے   (اعلیٰ حضرت)

درود و سلام کے متعلق احکام

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود وسلام بھیجنا واجب ہے ہر ایک مجلس میں آپ کا ذکر کرنے والے پر بھی اور سننے والے پر بھی ایک مرتبہ اور اس سے زیادہ مستحب ہے، یہی قول معتمد ہے اور اس پر جمہور ہیں اور نماز کے قعدۂ اخیرہ میں بعدِ تشہد درود شریف پڑھنا سنّت ہے اور آپ کے تابع کر کے آپ کے آل واصحاب ودوسرے مومنین پر بھی درود بھیجا جا سکتا ہے یعنی درود شریف میں آپ کے نامِ اقدس کے بعد ان کو شامل کیا جا سکتا ہے اور مستقل طور پر حضور کے سوا ان میں سے کسی پر درود بھیجنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: درود شریف میں آل واصحاب کا ذکر متوارث ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آل کے ذکر کے بغیر مقبول نہیں۔ درود شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تکریم ہے عُلماء نے اللھم صل علی محمّد کے معنٰی یہ بیان کئے ہیں کہ یا ربّ! احمدِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عظمت عطا فرما، دنیا میں ان کا دین بلند ان کی دعوت غالب فرما کر اور ان کی شریعت کو بقا عنایت کر کے اور آخرت میں ان کی شفاعت قبول فرما کر اور ان کا ثواب زیادہ کر کے اور اوّلین وآخرین پر ان کی فضیلت کا اظہار فرما کر اور انبیاء، مرسلین وملائکہ اور تمام خَلق پر ان کی شان بلند کر کے۔

موہنوں جدوں وی نام محمد دا بولیئے   پڑھ کے درود پاک گرہ دل دی کھولیئے
ویکھن دے لئی حضور دے اوصاف دا بیان   قرآن کھولیئے تے حدیثاں نوں پھولیئے

مسئلہ: درود شریف کی بہت برکتیں اور فضیلتیں ہیں حدیث شریف میں ہے سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب درود بھیجنے والا مجھ پر درود بھیجتا ہے تو فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

مسلم کی حدیث شریف میں ہے جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔

ترمذی کی حدیث شریف میں ہے بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ درود نہ بھیجے۔ [خزائن العرفان]

آ قا ذکر اُچیرا تیرا — سب تے فیض وَدھیرا تیرا
رحمت کل جہاناں دے لئی — کس دا لقب لے تیرا تیرا
بے سایہ ایں پر جگّاں تے — سایہ بڑا گھنیرا تیرا
شہراں وچوں شہر مدینہ — لگ گیا جتھے ڈیرا تیرا
عرشاں فرشاں اُتے شاہا — جھولے پیا پھریرا تیرا
کالیاں راتاں لُک چُھپ گیاں — چمکیا جدوں سویرا تیرا
میں ہاں منگتا توں ایں داتا — ایہہ ناتا اے میرا تیرا

(حنیف نازش)

قرآنِ پاک کی تلاوت

202 اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ (عنکبوت ۴۵)

اے محبوب پڑھو جو کتاب تمہاری طرف وحی کی گئی۔ (کنز الایمان)

یعنی قرآن شریف کہ اس کی تلاوت عبادت بھی ہے اور اس میں لوگوں کے لیے پند و نصیحت بھی اور احکام و آداب و مکارمِ اخلاق کی تعلیم بھی۔ (خزائن العرفان)

203 اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ

وَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۱۲۱﴾ (بقرہ)

جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ جیسی چاہیے اس کی تلاوت کرتے ہیں وہی اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اس کے منکر ہوں تو وہی زیاں کار ہیں۔ (کنز الایمان)

شانِ نزول: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت اہل سفینہ کے باب میں نازل ہوئی جو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر بارگاہ رسالت ہوئے تھے ان کی تعداد چالیس تھی بتیس اہلِ حبشہ اور آٹھ شامی راہب ان میں بحیرا راہب بھی تھے۔ معنی یہ ہیں کہ درحقیقت توریت شریف پر ایمان لانے والے وہی ہیں جو اس کی تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں اور بغیر تحریف وتبدیل پڑھتے ہیں اور اس کے معنی سمجھتے اور مانتے ہیں اور اس میں حضور سید کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت وصفت دیکھ کر حضور پر ایمان لاتے ہیں اور جو حضور کے منکر ہوتے ہیں وہ توریت پر ایمان نہیں رکھتے۔

204 مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتۡلُوۡنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيۡلِ وَهُمۡ يَسۡجُدُوۡنَ ﴿۱۱۳﴾ (آل عمران)

کتابیوں میں کچھ وہ ہیں کہ حق پر قائم ہیں اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں رات کی گھڑیوں میں اور سجدہ کرتے ہیں۔ (کنز الایمان)

اور احادیث میں مختلف آیات کے پڑھنے کے فضائل آئے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ یوں ہی اور وہ ہی آیات، ان ہی کھانوں پر آگے رکھ کر، اسی طرح صحابہ نے کیا ہو تو تب جائز ہے۔ تو یہ اس کا اعتراض جائز نہیں کہ کسی کام کی اصل مل جانا ہی کافی ہے، ہاں ہم یہ کہتے ہیں کہ اس طرح ہم آپ کو دکھارہے ہیں کہ ہر عمل دین میں موجود ہے اور کیا گیا ہے آپ یہ ثابت کردو کہ یہ تمام امور ممنوع بہ نص قرآن یا بہ نص حدیث ہیں یا اس طرح وہ نیک کام جن کا کرنا ثواب ہے انہیں اس طرح یا کسی بھی طرح کرنا حرام وممنوع ہے۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ الگ الگ کرنا جن امور کا جائز ہے انہیں اکٹھا کرنا بھی جائز ہے اور مستحسن ہے۔

کئی نیکیوں کو جمع کرنا جائز ہے

205 وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾ (البقرہ)

اور حج اور عمرہ اللہ کے لیے پورا کرو پھر اگر تم روکے جاؤ تو قربانی بھیجو جو میسر آئے اور اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنے ٹھکانے نہ پہنچ جائے پھر جو تم میں بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہے۔ تو بدلے دے روزے یا خیرات یا قربانی پھر جب تم اطمینان سے ہو تو جو حج سے عمرہ ملانے کا فائدہ اٹھائے اس پر قربانی ہے جیسی میسر آئے پھر جسے مقدور نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات جب اپنے گھر پلٹ کر جاؤ یہ پورے دس ہوئے یہ حکم اس کے لیے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (کنزالایمان)

206 فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ (196/بقرہ)
تو جو حج سے عمرہ ملانے کا فائدہ اٹھائے اس پر قربانی ہے جیسی میسر آئے۔ (کنزالایمان)

اس جملہ سے ایک فائدہ معلوم ہوا، تفسیر نعیمی میں اسی آیت کے تحت ہے:

ساتواں فائدہ: دو عبادتوں کو جمع کرنا حرام نہیں بلکہ بہت اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے، دیکھو حج بھی عبادت ہے اور عمرہ بھی عبادت، ان دونوں کے جمع پر شکریہ قربانی سے ادا کرایا گیا۔ لہٰذا ختم فاتحہ (جیسے بھی ہو، میلاد النبی ہو، عرس ہو، ایصال ثواب کی کوئی بھی محفل

ہو، سب) جائز ہے کہ اس میں دو عبادتوں کا اجتماع ہے۔ (اگر توجہ کریں تو معلوم ہوگا کہ کئی عبادتوں کا اجتماع ہے، جیسا اصل کتاب اور اس تحریر میں گزر گیا ہے۔

نیز جو شخص اس کا منکر ہے، اس سے گزارش ہے کہ بوقت صحبت بیوی سے بوس و کنار کرنا، اس سے کوئی محبت بھری بات کرنا، بہ نگاہ محبت اس کی طرف دیکھنا، اسے کچھ کھلانا اپنے ہاتھ سے کھلانا، باوضو ہونا، اسے کوئی تحفہ دینا، علمی بات بتانا، بسم اللہ پڑھنا، شیطان سے پناہ کی دعا کرنا، اولاد کی دعا کرنا، اس کے نیک ہونے کی دعا کرنا، حصول اولاد کے لیے صحبت کرنا، بیٹے کی دعا کرنا، بے حیائی برائی سے بچنے کے لیے صحبت کرنا، سنت کو پیش نظر رکھنا، حکم الٰہی پر عمل کا دھیان رکھنا وغیرہ سب عبادات ہیں اکٹھی کی جاتی ہیں، یہاں دماغ و دل کا فتویٰ حرام وشرک وبدعت نہیں ہوتا تو جن سے محبت کی ضرورت ہے ان سے نفرت والی باتیں کہاں پہنچائیں گی؟ اس طرح اور کئی مثالیں بیان کی جاسکتی ہیں لہٰذا دین میں اپنی طرف سے تنگی کرنا سخت برا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے!)

نیز ان میں جو اعمال وامور اولاد سے کرنا درست ہیں ان کو کرتے وقت دل ودماغ کا فتویٰ کیا ہے، یہ معترض کی ذمہ داری ہے کہ واضح کرے۔

باب 4

میلاد النبی اور سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

الحمدللہ رب العالمین○ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا و مولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین○

ہم میلاد مناتے ہیں، معترض سیرت کی بات کرتا اور پھر میلاد پر اعتراض کرتا ہے، جب کہ یہ بات بھی جہالت سے خالی نہیں، اہل سنت تو پھر بھی دلیل رکھتے ہیں، مخالف کے پاس دلیل بھی نہیں ہے، پھر بھی اعتراض کرنے کی جرءت! اللہ کی پناہ!

اہل سنت کی تمام تر محافل پر، جو بھی ہوں جیسی ہوں

اعتراض یوں کرتے ہیں:

۱) خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایسا کیا ہو۔

۲) جو آیات تم نے پڑھیں وہ ہی انہوں نے پڑھی ہوں۔

۳) جیسے تم نے لوگوں کو بلایا ویسے ہی انہوں نے بلایا ہو۔

۴) جو کھانے تم نے پکائے وہی انھوں نے پکائے ہوں۔

۵) محفل کا نام ''میلاد النبی'' رکھا ہو۔

۶) جیسے تم خود کھڑے ہو کر درود وسلام پڑھتے ہو ویسے ہی انہوں نے پڑھا ہو، ورنہ شرک و بدعت ہے۔

۷) تم جیسے لائٹیں لگاتے ہو، اہتمام کرتے ہو، ایسے ہی انھوں نے کیا ہو؟

۸) درودِ ابراہیمی پڑھنا چاہیے، کوئی اور درود، جو منقول نہیں، پڑھنا، دین میں زیادتی، بدعت اور شرک ہے۔

۹) ہم جو کچھ کرتے ہیں دین سمجھ کر نہیں کرتے، تم دین سمجھ کر کرتے ہو۔ (معنی یہ کہ

جو کام ہم سے ایسے رونما ہوتے ہیں جن کی اصل اور دلیل نہیں ملتی جن کی وجہ سے ہم پر بدعتی یا حرام کا ارتکاب کرنے کا فتوی لگ سکتا ہے، اس سے چھوٹنے کا ذریعہ یہ ہے کہ ہم دین سے نکل کر ان کاموں کو کرتے ہیں)

نوٹ: الحمد للہ! خود کو بے دین تو مانا کیونکہ جو بے دینی کے کام کرے وہ بے دین ہی تو ہوتا ہے، اور اس کو کیا کہا جا سکتا ہے؟ ہم ہر کام کو دین سمجھ کر کرتے ہیں ہمیں اس پر ثواب ملتا ہے، ہمارے غیر اس سے محروم رہتے ہیں۔

جواب یہ ہے

۱) جو بھی اعتراض معترض کا ہے، وہی اعتراض ہمارا بھی ہے، جو جواب اس کا، وہی ہمارا بھی ہے! میلاد کا انکار و رَدّ کرنے والے، خود سیرت النبی کا جلسہ یا کانفرنس کریں تو جیسے انہوں نے کہا ویسے ہی ہم کہتے ہیں کہ جو تم اس محفل، جلسہ یا کانفرنس میں کرتے ہو، دکھاؤ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، اگر نہیں تو ہم پر اعتراض کیوں؟ اور اگر کہو کہ انھوں نے کیا تو دلیل کیا؟

207 فَأْتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ O (انبیاء:24)

تو لاؤ دلیل اگر تم سچے ہو! (کنز الایمان)

۲) نیز ہم نے میلاد کے مآخذ کئی ذکر کئے "الدر المنظم فی بیانِ حکم مولد النبی الاعظم" میں احادیثِ رسول، صحابہ کرام کی مرویات، تابعین کی روایات، تبع تابعین کی روایتیں اور علماؤ اولیاء کے اقوالِ زریں بیان ہوئے، اور بزرگوں نے بیان کا حق ادا کر دیا واضح کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اپنی ولادت کا تذکرہ فرمایا اور صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین نے بھی میلادِ نبی کو بیان کیا اور علماء کے فتاوی جات بھی مذکور ہوئے کہ یہ عمل جائز اور مستحسن ہے، اسے کرنے میں فائدہ ہے نقصان کوئی نہیں، اپنے تو اپنے اغیار نے بھی سراہا اور تحسین کی، الحمد للہ علی ذلك!

اور اس کتاب "میلادِ مصطفیٰ بکلامِ خدا،، میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود کسی کی ولادت کا ذکر کیا یا نہیں، اگر کیا تو کس کس کی ولادت کا ذکر ہوا، اور اس پر مفسرین کی کیا آراء ہیں۔

۳) ہماری طرف سے محبانہ طور پر گزارش ہے، بھائی! جیسے ہم پر معترض کے اعتراضات ہیں، ویسے ہی ان پر ہمارے اعتراضات ہیں، ہم نے تو پھر بھی میلاد کے مادہ اور ماخذ کے حوالہ سے ثبوت پیش کیا ہے، وہ سیرت النبی کانفرنس کے حوالہ سے ثبوت و جواب دے! کیا یہ نام کسی صحابی، تابعی، اور تبع تابعی نے محفل کا رکھا ہے؟

۴) وہی آیات واحادیث جو تمہارے قاری حافظ اور مقرر وغیرہ نے پڑھیں، انھوں نے بھی پڑھی ہوں۔

۵) جیسے تم ٹینٹ لگاتے ہو، ویسے انھوں نے لگائے ہوں۔

۶) جیسے تم اشتہار سَت رنگیا چھپاتے ہو، انھوں نے چھپایا ہو۔

۷) جن تقریر کرنے والوں کو تم بلاتے ہو، انھوں نے بلایا ہو۔

۸) جیسے تمہارے مقرر سُریں لگاتے اور جو روایتیں پڑھتے ہیں، ایسے ہی اہتمام کے ساتھ وہی روایتیں انھوں نے پڑھی ہوں۔

۹) جو لوگ تم نے بلائے وہی ان کے جلسہ میں آئے ہوں۔

۱۰) اپنے غیروں کی محافل کی وجہ سے جیسے تم نے شرک وکفر کے فتوے لگائے ویسے ہی انہوں نے لگائے ہوں۔

۱۱) جن پر تم نے فتوے لگائے انہیں پر انہوں نے لگائے ہوں۔

۱۲) جو الفاظ تمہارے فتووں کے وہی ان کے فتووں کے ہوں۔

۱۳) انہوں نے پنجابی یا اردو زبان میں تقریریں کی ہوں۔

۱۴) وہ ہی نظمیں اور حمدیں جو تم پڑھتے ہو انہوں نے پڑھی ہوں۔

۱۵) اسی جگہ انہوں نے جلسہ کیا ہو جہاں تم کرتے ہو۔

۱۶) ٹینٹ کا کلر، رنگ وہی ہو جو تمہارے ٹینٹ کا ہو۔

۱۷) جہاں سے تم نے اشتہار چھپایا وہاں سے انہوں نے چھپایا ہو۔

۱۸) جیسے لباس میں تم آئے ویسے ہی لباس انہوں نے پہنے ہوں۔

۱۹) جن کھانوں سے تم اپنے مہمانوں کی خاطر تواضع کرو، انہی سے انہوں نے کی ہو۔

۲۰) کہتے ہیں: "بخاری شریف اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے،" یہ کس آیت یا حدیث کا مفہوم ہے؟ اگر یہ تمہاری اپنی اصطلاح ہے تو کوئی دوسرا اِصطلاح بنائے تو وہ مشرک کیوں اور تم کیوں نہیں؟ ظاہر ہے یہ الفاظ نہ کسی آیتِ قرآنی سے اور نہ ہی کسی حدیث سے ہیں تو پھر کسی بزرگ کے ہی ہیں، جب یہ مان لیے گئے تو ان کی اس بات میں تقلید ہو گئی، تو دوسری باتوں میں کیوں نہیں؟ معلوم ہوتا ہے ان کے ہاں دین خواہش نفس کا نام ہے، ورنہ ایک راہ اپنا کر اس پر عمل شروع کر دیا جاتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

208 اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًا ﴿۴۳﴾ (سورۃ الفرقان)

کیا تم نے اسے دیکھا جس نے اپنے جی کی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا تو کیا تم اس کی نگہبانی کا ذمہ لو گے۔ (کنز الایمان)

اور اپنی خواہشِ نفس کو پوجنے لگا، اسی کا مطیع ہو گیا، وہ ہدایت کس طرح قبول کرے گا۔ مروی ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ ایک پتھر کو پوجتے تھے اور جب کہیں انہیں کوئی دوسرا پتھر اس سے اچھا نظر آتا تو پہلے کو پھینک دیتے اور دوسرے کو پوجنے لگتے۔ (تو کیا تم اس کی نگہبانی کا ذمہ لو گے) کہ خواہش پرستی سے روک دو۔ (خزائن العرفان)

209 اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی

سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾ (سورۃ الجاثیہ)

بھلا! دیکھوتو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرایا، اور اللہ نے اسے باوصف علم کے گمراہ کیا، اور اس کے کان اور دل پر مُہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا، تو اللہ کے بعد اسے کون راہ دکھائے تو کیا تم دھیان نہیں کرتے۔ (کنزالایمان)

اور اپنی خواہش کا تابع ہوگیا، جسے نفس نے چاہا پوجنے لگا، مشرکین کا یہی حال تھا کہ وہ پتھر اور سونے اور چاندی وغیرہ کو پوجتے تھے، جب کوئی چیز انہیں پہلی چیز سے اچھی معلوم ہوتی تھی تو پہلی کو توڑ دیتے پھینک دیتے، دوسری کو پوجنے لگتے۔

کہ اس گمراہ نے حق کو جان پہچان کر بے راہی اختیار کی۔ مفسّرین نے اس کے یہ معنٰی بھی بیان کئے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے اس کے انجام کار اور اس کے شقی ہونے کو جانتے ہوئے اسے گمراہ کیا یعنی اللہ تعالٰی پہلے سے جانتا تھا کہ یہ اپنے اختیار سے راہِ حق سے منحرف ہوگا اور گمراہی اختیار کرے گا۔ تو اس نے ہدایت وموعظت کو نہ سنا اور نہ سمجھا اور راہِ حق کو نہ دیکھا۔ (خزائن العرفان)

ایسے لوگوں کا انجام

210 سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ اِنْ یَّرَوْا كُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ۚ وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ ﴿۱۴۶﴾ (سورۃ اعراف)

اور میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں اور اگر سب نشانیاں دیکھیں ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کی راہ دیکھیں اس میں چلنا پسند نہ کریں، اور گمراہی کا راستہ نظر پڑے تو اس میں چلنے کو موجود ہوجائیں یہ

اس لیے کہ انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اوران سے بے خبر بنے۔ (کنزالایمان)

ذوالنون قدّس سرُّہٗ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حکمتِ قرآن سے اہلِ باطل کے قلوب کا اِکرام نہیں فرماتا۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا مراد یہ ہے کہ جولوگ میرے بندوں پر تجبّر کرتے ہیں اور میرے اولیاء سے لڑتے ہیں میں انہیں اپنی آیتوں کے قبول اور تصدیق سے پھیردوں گا تاکہ وہ مجھ پر ایمان نہ لائیں یہ ان کے عناد کی سزا ہے کہ انہیں ہدایت سے محروم کیا گیا۔ یہی تکبّر کا ثمرہ، متکبّر کا انجام ہے۔ (خزائن العرفان)

خواجہ فریدالدین عطار فرماتے ہیں ۔

حبِ درویشاں کلیدِ جنت است　　　دُشمنِ ایشاں سزائے لعنت است

اللہ والوں کی محبت جنت کی کنجی ہے؛ ان کا دشمن لعنت کا مستحق ہے۔

خواہش نفس سے بندہ رب کی بندگی سے نکل جاتا ہے، اور ہر کوئی اس آیت کی تفسیر پڑھے اور اپنے آپ کو دیکھے کہ اس کے باطن میں کیا ہے، منکروں کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ اپنے عمل سے ہی نجات ہوگی کسی کی سفارش کام نہ آئے گی وغیرہ، لہٰذا اپنی فکر کی جائے، شیطان نے بھی قیامت کے دن، لوگوں کو گمراہ کرنے کے باوجود، بڑے طریقے سے اپنے کو بری قرار دینا ہے، قرآنِ پاک میں ہے:

211 وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَ وَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ مَّآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾ (سورۂ ابراہیم)

اور شیطان کہے گا جب فیصلہ ہو چکے گا بے شک اللہ نے تم کو سچّا وعدہ دیا تھا اور میں نے جو تم کو وعدہ دیا تھا وہ میں نے تم سے جھوٹا کیا اور میرا تم پر کچھ قابو نہ تھا مگر یہی کہ میں

نے تم کو بلایا تم نے میری مان لی تو اب مجھ پر الزام نہ رکھو خود اپنے اوپر الزام رکھو! نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکوں، نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکو، وہ جو پہلے تم نے مجھے شریک ٹھہرایا تھا میں اس سے سخت بیزار ہوں بے شک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے (کنزالایمان)

اور حساب سے فراغت ہو جائے گی، جنّتی جنّت کا اور دوزخی دوزخ کا حکم پاکر جنّت و دوزخ میں داخل ہو جائیں گے اور دوزخی شیطان پر ملامت کریں گے اور اس کو برا کہیں گے کہ بدنصیب تو نے ہمیں گمراہ کرکے اس مصیبت میں گرفتار کیا تو وہ جواب دے گا (جو اوپر مذکور ہوا) اور اللہ کا وعدہ کہ مرنے کے بعد پھر اٹھنا ہے اور آخرت میں نیکیوں اور بدیوں کا بدلہ ملے گا، یہ اللہ کا وعدہ سچا تھا، سچا ہوا۔ اور شیطان کا وعدہ کہ نہ مرنے کے بعد اٹھنا، نہ جزا، نہ جنّت، نہ دوزخ۔ (پھر اس کی بیزاری کہ) نہ میں نے تمہیں اپنے اِتّباع پر مجبور کیا تھا یا یہ کہ میں نے اپنے وعدہ پر تمہارے سامنے کوئی حُجّت و برہان پیش نہیں کی تھی۔ (صرف) وسوسے ڈال کر گمراہی کی طرف (دعوت دی)۔ اور بغیر حُجّت و برہان کے تم میرے بہکائے میں آگئے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے تم سے فرمادیا تھا کہ شیطان کے بہکائے میں نہ آنا اور اس کے رسول اس کی طرف سے دلائل لے کر تمہارے پاس آئے اور انہوں نے حُجّتیں پیش کیں اور برہانیں قائم کیں تو تم پر خود لازم تھا کہ تم ان کا اِتّباع کرتے اور ان کے روشن دلائل اور ظاہر معجزات سے منہ نہ پھیرتے اور میری بات نہ مانتے اور میری طرف التفات نہ کرتے مگر تم نے ایسا نہ کیا۔ کیونکہ میں دشمن ہوں اور میری دشمنی ظاہر ہے اور دشمن سے خیر خواہی کی امید رکھنا ہی حماقت ہے۔ (اور وہ جو تم نے مجھے شریک ٹھہرایا تھا) اللہ کا اس کی عبادت میں (اس سے میں بیزار ہوں) (خازن) (خزائن العرفان)

۲۱) اس میں خود ہی غور و خوض کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ حق اپنانے کی توفیق دے!

۲۲) تکمیل بخاری شریف اور ختم بخاری شریف جیسے بے شمار نام اور عنوانات ان ناموں کی اصل کیا اور کیوں؟ ان پروگراموں کی اصل کیا اور کیوں؟ یہ نام بدعت یا حرام؟

۲۳) رسائل نکالنا، سپیکر کا استعمال، بجلی کا استعمال، ٹینٹوں کی چھت، بانسوں کے ستون کس دلیل سے اور کیوں؟ ظاہر ہے اس پر بھی دلیل کوئی نہیں تو پھر اہل حق پر اعتراض کیوں؟

۲۴) معترض اپنے استاذ، شیخ، امام، مفتی یا کسی راہنما کی تقلید کرے تو اس کے جائز ہونے کی دلیل کیا؟ اور امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید کے حرام اور شرک و بدعت ہونے کی دلیل کیا؟

۲۵) معترض کے اپنے استاذ، شیخ، امام، مفتی یا کسی راہنما کی تقلید بلا غور و فکر اور جائز جبکہ دیگر ائمہ کی تقلید کو ناجائز سمجھا جاتا ہے اور نہ ہی ان کا ادب و احترام کیا جاتا ہے۔

ایک اشکال اور اس کا حل

۲۶) اگر کوئی کہے کہ ہم تقلید کو حرام اور شرک سمجھتے ہیں اس لیے تقلید نہیں کرتے، تو میں یہ کہتا ہوں: ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی شخص کسی کی راہنمائی کے بغیر دین میں چل سکے، کم از کم استاذ سے دینی تعلیم لے گا تو اس کے خیالات کا حامل و پیروکار ہو جائے گا یوں اس کی تقلید آٹومیٹک ہو جائے گی، چلے تھے غیر مقلد بننے، بن گئے مقلد، مگر حق سے دور ہو کر، اور ناخواستہ، گویا ایک آدمی حرام کو حرام کہہ کر چھوڑتا ہے اور دوسرا اُسے حلال کہتا ہے اور دلیل کوئی نہیں رکھتا اور کھانے کی دعوت دیتا ہے اور خوب سیر ہو کر کھاتا ہے

ع ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے

۲۷) استعانت ہو تو حرام اور شرک، مگر معاونت اور تعاون ہو تو حلال جائز کوئی فتوی نہیں، کیوں؟ کیا باب بدلنے سے اتنا بڑا جرم عائد ہو جاتا ہے؟ جبکہ صحابہ کرام سے استعانت و تعاون سب ثابت، بلکہ قرآن نے حکم صادر فرمایا:

212 وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲﴾ (مائدہ)

اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد

نہ دواور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے (کنز الایمان)

بعض مفسّرین نے فرمایا جس کا حکم دیا گیا اس کا بجالانا بِرّ اور جس سے منع فرمایا گیا اس کو ترک کرنا تقوٰی اور جس کا حکم دیا گیا اس کو نہ کرنا اِثم (گناہ) اور جس سے منع کیا گیا اس کا کرنا عدوان (زیادتی) کہلاتا ہے۔

۲۸) پھر یہ حکم بھی لگتا ہے کہ زندہ سے مدد مانگنا جائز اور حلال، مردہ سے مدد مانگنا شرک وحرام ہے (معاذ اللہ تعالیٰ، یہ کس آیت وحدیث سے ثابت ہے؟ کیا یہ اپنی طرف سے دین میں زیادتی نہیں ہے؟ اللہ کے کلام میں پچر لگانا کس کو جائز ہے؟ یا پھر یہ حکم لگانے والوں کا چھٹکارا اس میں ہے کہ وہ کہہ دیں کہ ہمارا رب (معاذ اللہ تعالیٰ!) مردہ ہے، کیونکہ قرآن نازل کرنے والے رب کی صفت تو حی لایموت ہے، پھر مردہ سے مدد مانگنے سے شرک کیسے ہوا؟ یہ بات بالکل ہی عقل سے دور ہے،

ع عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے)

کیونکہ جب اللہ تعالیٰ زندہ ہے تو پھر مرنے والا اس کا شریک کیسے ہوسکتا ہے، شرک تو تب ہو جب کوئی یہ کہے کہ یہ مرنے والا ابھی مرا نہیں اس پر موت وارد ہی نہیں ہوئی اللہ تعالیٰ کی طرح یہ بھی زندہ ہے، اور بذاتِ خود زندہ ہے، زندہ ہونے میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔

باب 5

شرک کیا ہے؟

قاموس القرآن، للفقیہ المفسر الجامع الحسین بن محمد الدامغانی، مطبوع قم ایران میں ہے:

ش رك على ثلاثة اوجه:

۱) الشرك بالله تعالىٰ ۲) الشرك فى الطاعة ۳) الشرك: الرياء

213 تا 215 فوجه منها: الشرك بالله وهوان يعدل به غيره، قوله تعالى فى سورة النساء ((واعبدوا الله ولاتشركوابه شيئا)) اى لاتعدلوابه سواه۔ كقوله سبحانه (فيها) ((ان الله لايغفران يشرك به))۔ مثلها (فيها) وفى سورة براءة ((ان الله برئ من المشركين ورسوله)) يعنى الذين يعدلون به غيره۔ (ص ۲۶۲)

شرک تین طرح کا ہے:

۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ۲) طاعت میں شرک ۳) ریاء کاری، دکھاوا

ان تین وجوہ میں سے پہلی وجہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک یہ ہے کہ کسی غیر کو اللہ تعالیٰ کے برابر سمجھے، جیسا کہ سورۂ نساء میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ((اور اللہ تعالیٰ کو پوجو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو)) یعنی اس کے سوا کو اس کے برابر نہ ٹھہراؤ، جیسا کہ اللہ سبحانہ کا فرمانِ عالی شان اسی سورت میں ہے: ((بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے)) اسی کی مثل اس سورت میں اور سورۂ براءۃ میں ہے: ((بے شک اللہ تعالیٰ مشرکوں سے بری و بیزار ہے اور اس کا رسول بھی)) یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے غیر کو اس کے برابر جانتے مانتے ہیں۔

○ باقی دو صورتیں شرک کی بیان نہیں کی گئیں کیوں کہ یہ تعریف شرکِ اکبر کی

تعریف ہے اور یہ ہی کافی ہے۔

المفردات فی غریب القرآن، ابی القاسم الحسین بن محمد المعروف بالراغب الاصبہانی، میں ہے:

وشرک الانسان فی الدین ضربان:

216تا220 احدھما: الشرک العظیم وھواثبات شریک للہ تعالیٰ، یقال اشرک فلان باللہ وذلک اعظم کفر، قال (ان اللہ لایغفر ان یشرك به) وقال: (ومن یشرك باللہ فقد ضل ضلالا بعیدا) وقال: (ومن یشرك باللہ فقد حرم اللہ علیه الجنة) (یبایعنك علی ان لایشرکن باللہ شیئا) وقال: (سیقول الذین اشرکوا لوشاءاللہ مااشرکنا) (صفحہ نمبر ۲۵۹، ۲۶۰)

انسان کا شرک دین میں دو قسم کا ہے:

۱) شرکِ عظیم: اور وہ اللہ تعالیٰ کے لیے شریک ثابت کرنا ہے، کہا جاتا کہ فلان نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا، اور یہ سب سے بڑا کفر ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ((بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے)) اور فرمایا: ((جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا، اور فرمایا: ((جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا بے شک اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی)) ((وہ عورتیں اس بات پر آپ کی بیعت کرتی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی)) اور فرمایا: ((عن قریب مشرک کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے))

تبیان القرآن میں ہے:

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

الاشراک ھواثبات الشریک فی الالوھیة بمعنی وجوب الوجود کما

للمجوس او بمعنی استحقاق العبادة کما لعبدة الاصنام۔

شرک یہ ہے کہ کسی کو الوہیت میں شریک مانا جائے، یعنی کسی کو اللہ کے سوا واجب الوجود مانا جائے جیسا کہ مجوس مانتے ہیں یا کسی کو عبادت کا مستحق مانا جائے جیسا کہ بت پرست مانتے ہیں۔ (بحوالہ شرح العقائد ص ۵۶، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز، کراچی)

خلاصہ یہ ہے کہ شرک کا مدار صرف دو چیزوں پر ہے، وجوبِ وجود اور استحقاقِ عبادت، اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود یا مستحق عبادت مانے تو یہ شرک ہے ورنہ نہیں۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

221 والذين هم به مشركون ○ (النحل/ ۱۰۰) کی تفسیر میں ابوالعباس نے کہا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ شیطان کی عبادت بھی کرتے ہیں، اسی وجہ سے یہ مشرک ہو گئے۔

(تاج العروس، ج ۷ ص ۱۴۸، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت)

شرک کیا ہے؟ اور کیا شرک نہیں ہے؟

اگر کوئی شخص کسی کی کوئی صفت مستقل بالذات مانے تو یہ بھی اس کو واجب الوجود ماننا ہے، لہٰذا جو شخص کسی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یا کسی ولی کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ ان کے سننے یا دیکھنے کی صفت مستقل ہے یعنی وہ اپنی ذاتی طاقت سے سنتے یا دیکھتے ہیں یا ان کا علم ذاتی ہے یا ان کی قدرت ذاتی ہے تو یہ شرک ہے اور اگر یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے وہ سنتے ہیں دیکھتے ہیں اور ان کا علم اور قدرت اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے تو شرک نہیں ہے۔ (تبیان القرآن، علامہ غلام رسول سعیدی، شیخ الحدیث، جلد اول، صفحہ ۳۱۱)

ایک وضاحت

اس گفتگو میں لفظ (واجب الوجود) کا مفہوم علماء کے نزدیک ہے:

(الواجب لذاته) هوالموجود الذی یمتنع عدمه امتناعا لیس الوجود له من غیره بل من نفس ذاته فان کان وجوب الوجود لذاته سمی واجبالذاته وان کان لغیره سمی واجبالغیره ★

(واجب لذاتہ) وہ موجود ہے جس کا نہ ہونا بالکل ممتنع ہے، اس کا وجود اس کے غیر سے نہیں بلکہ اس کی اپنی ذات ہی سے ہے، تو اگر وجوب الوجود لذاتہ ہو تو اس کو واجب لذاتہ کہا جاتا ہے۔ اور اگر واجب کسی غیر کی وجہ سے ہو تو اسے واجب لغیرہ کہا جاتا ہے۔

(واجب الوجود) هوالذی یکون وجوده من ذاته ولایحتاج الیٰ شیء اصلا ★

(واجب الوجود) وہ ہے جس کا وجود ذاتی ہو اور وہ کسی شے کا بالکل محتاج نہ ہو۔

(کتاب التعریفات، سید شریف علی بن محمد جرجانی، صفحہ ۱۰۹)

الواجب: وقال بعضهم الواجب یقال علی وجهین: احدهما: ان یراد به اللازم الوجود، فانه لا یصح ان لا یکون موجودا کقولنا فی اللّٰه جل جلاله واجب وجوده، والثانی: الواجب بمعنی ان حقه ان یوجد ★

واجب: اور بعض علماء نے کہا ہے: کہا جاتا ہے کہ واجب کی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ اس سے مراد وہ ذات ہو جس کا وجود لازم ہے، تو بے شک اس کے لیے یہ درست نہیں ہے کہ وہ موجود نہ ہو، جیسے ہم اللہ جل جلالہ کے بارے میں کہیں: اس کا وجود واجب ہے اور دوسرا: واجب کا معنیٰ یہ ہے کہ حق یہ ہے کہ وہ موجود ہو۔

علماء کی ان تعریفات سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں اہلسنت کے نزدیک کوئی شریک ہو ہی نہیں سکتا، پھر شرک کا فتویٰ اہلسنت پر بہت بڑا ظلم ہے، اور پھر یہ ہی نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا:

اِنِّیْ وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِیْ وَلٰكِنْ اَخَافُ عَلَیْكُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا ○ بخاری شریف، کتاب الجنائز، باب الصلوٰۃ علی الشهید، صفحه ۱۷۹ جلداول

بے شک اللہ کی قسم مجھے اس بات کا خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرو گے لیکن مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ تم دنیا کے پیچھے پڑو گے۔

نبی مکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ مِمَّا اَخَافُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ قَرَءَ الْقُرْآنَ حَتّٰى اِذَا رُءِيَتْ بَهْجَتُهٗ عَلَيْهِ وَكَانَ رِدَائُهُ الْاِسْلَامُ اعْتَرَاهُ اِلٰى مَاشَاءَ اللّٰهُ اِنْسَلَخَ مِنْهُ وَنَبَذَهٗ وَرَاءَ ظَهْرِهٖ وَسَعٰى عَلٰى جَارِهٖ بِالسَّيْفِ وَرَمَاهُ بِالشِّرْكِ قَالَ: قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَيُّهُمَا اَوْلٰى بِالشِّرْكِ الْمَرْمِيُّ اَوِ الرَّامِيْ؟ قَالَ: بَلِ الرَّامِيْ. اسنادہ جید

○ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۶۵ مطبوع امجد اکیڈمی ۔لاہور)

بے شک جس کا مجھے تم پر ڈر ہے اس میں سے ایک چیز یہ ہے کہ ایک آدمی قرآن اس قدر پڑھے گا کہ اس پر اس کی رونق دیکھی جائے گی اور اس کا اوڑھنا بچھونا اسلام ہی ہوگا، جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ اسی حال میں رہے گا، پھر وہ اس سے نکل جائے گا اور وہ اس (اسلام اور قرآن) کو پسِ پشت ڈال دے گا، اور اپنے پڑوسی پر تلوار لے کر نکلے گا اور اس پر شرک کی تہمت لگائے گا۔ روایت کرنے والے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ان میں سے شرک کے زیادہ لائق کون ہوگا تہمتِ شرک لگانے والا یا جس پر لگائی گئی ہے؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جس نے تہمتِ شرک لگائی (وہ ہی شرک کا زیادہ مستحق ہوگا) (غیر مقلدین کو دعوتِ انصاف، ص ۱۵، کامونکی)

ایک حدیث کا مفہوم یہ بھی ہے:

اب جزیرۂ عرب میں شیطان کی پوجا کبھی نہیں ہوگی۔

پھر میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرک کا کیا تعلق؟ جبکہ میلاد کا مفہوم پیدائش ہے، رب تعالیٰ کی پیدائش ہے ہی نہیں، تو شرک کیسے ثابت ہوا؟ اس لیے یہ دعویٰ یا فتویٰ محض بھیڑ چال ہی ہے۔ اور غلط ہے۔

۲۹) کیا صحابہ کرام نے ایسی مسجدیں اور مدرسے بنائے جو تم بناتے ہو؟

(۳۰) کیا دورِ صحابہ میں معترض تھے، نہیں تو پھر واپسی ضروری ہے۔

(۳۱) کیا صحابہ کرام نے (پاکستان کے کسی علاقہ میں) معترض کی طرح اجتماع کیا اور اس میں شرکت کی دعوت دی؟

(۳۲) کیا وہ مراکز جن میں اہل سنت کے مخالف رہتے ہیں ان میں صحابہ کرام رہے، یا انہوں یہ مراکز بنائے، یا انہوں نے ان مراکز میں اجتماع کیا۔ جواب ہاں میں ہو تو دلیل ورنہ توبہ لازم اور ترک، واجب ہے۔

اس طرح کے بے شمار اعتراض وسوال کئے جا سکتے ہیں مگر مقصود توجہ ہے، حق کو حق ثابت کرنا مطلوب ہے، ورنہ دین میں کوئی بھی بات پرکھنے کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ بات یا وہ کام یا وہ امر دین کی کسی بات کے خلاف نہ ہو تو اس کا کرنا منع یا خلاف شرع نہیں اس کا کرنا جائز ہے! اور اگر پھر بھی کسی کو اعتراض ہو تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے آگے اس کی مرضی ہے کہ وہ اپنی زبان بند رکھے اور فضول سوال واعتراض سے باز آئے یا نہ، ورنہ بندگانِ خدا اپنے علمی اسلحہ سے کبھی خالی نہیں ہوتے، جیسا اعتراض ویسا جواب ملتا رہے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ! دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر دعویٰ مسلمانی کرنے والے کو ہدایت عطا کرے اور صحیح طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بننے کی توفیق دے! آمین!

باب 6

حرفِ آخر

223 وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾ (مومن)

اور بے شک ہم نے تم سے پہلے کتنے ہی رسول بھیجے کہ جن میں کسی کا احوال تم سے بیان فرمایا اور کسی کا احوال نہ بیان فرمایا اور کسی رسول کو نہیں پہنچتا کہ کوئی نشانی لے آئے بے حکم خدا کے پھر جب اللہ کا حکم آئے گا سچا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور باطل والوں کا وہاں خسارہ (کنز الایمان)

اس قرآن میں صراحت کے ساتھ بعض انبیاء کرام کا بیان ہوا، اور بعض کا تفصیلاً و صراحۃً ذکر ہوا۔ (مرقاۃ) اور ان تمام انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے نشانی اور معجزات عطا فرمائے اور ان کی قوموں نے ان سے مجادلہ کیا اور انہیں جھٹلایا، اس پر ان حضرات نے صبر کیا۔ اس تذکرہ سے مقصود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی ہے کہ جس طرح کے واقعات قوم کی طرف سے آپ کو پیش آ رہے ہیں اور جیسی ایذائیں پہنچ رہی ہیں پہلے انبیاء کے ساتھ بھی یہی حالات گزر چکے ہیں انہوں نے صبر کیا آپ بھی صبر فرمائیں۔ سچے فیصلے سے مراد کفار پر عذاب نازل کرنے کا فیصلہ ہے رسولوں کے اور ان کی تکذیب کرنے والوں کے درمیان۔ (خزائن العرفان)

یاد کرو اور یاد دِلاؤ

اللہ رب العزت نے جہاں بھی کلامِ پاک میں لفظ (اِذْ، اِذَا) کا استعمال فرمایا، اس سے پہلے تمام مفسرین کے نزدیک (اُذْکُرْ) یا (اُذْکُرُوْا) مقدر (پوشیدہ) ہوتا

ہے جس کا معنی (یاد کر) یا (یاد کرو) ہے۔

(اُذْکُرْ) یا (اُذْکُرُوْا)

قرآنِ پاک میں ان دونوں لفظوں کا استعمال تقریبا 47 بار ہوا ہے، اور لفظ اذ 784 مرتبہ مذکور ہے اور لفظ اذا 447 مرتبہ مذکور ہے۔ 47 بار (اُذْکُرْ) یا (اُذْکُرُوْا) دونوں کا استعمال جہاں براہِ راست یاد کرنا کا حکم ہے، اور یاد کرنا کچھ بھی ہو، اذا مستقبل کے لیے آتا ہے، ہوسکتا ہے کوئی کہے کہ یہاں (اُذْکُرْ) یا (اُذْکُرُوْا) مقدر نہیں ہوتا تو ٹھیک ہے، اذ کے بعد تو انکار کی کوئی گنجائش نہیں, 784 بار اس لفظ کا تکرار بھی شک سے جسے نہیں نکال سکا اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

ایک معمہ اور اس کا حل

ہم یا کوئی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و بارک وسلم کا ذکر کرتے ہیں، جب سب کرتے ہیں تو اعتراض نہیں ہونا چاہیے، ہم میلاد النبی، ذکر مصطفی وغیرہ پیارے نام رکھ لیتے ہیں تو اعتراض ہوتا ہے، وہ سیرت النبی یا جو چاہیں نام رکھ کر سمجھ لیتے ہیں کہ ہم پر اعتراض نہیں ہوسکتا، حالآنکہ اعتراض ایک نہیں بے شمار ہیں، مگر جب جھگڑا ختم کرنا ہے تو کسی طرح ہو کہ مسئلہ حل ہوجائے، ہم کہتے ہیں کہ بھائی ہمارے نزدیک اس نام میں اس کی ہیئت میں اس کے مشمولات میں اس میں پڑھی جانے والی تمام آیات و احادیث، روایات، نعتوں اور نصیحت آمیز قصص میں کھانے کھلانے دعوت دینے اس کا اہتمام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اگر آپ کے نزدیک میلاد النبی نام میں کوئی فتوی لگتا ہے تو سوچ سمجھ کر بتاؤ کہ اس کا نام کیا رکھیں سیرت النبی پر اعتراض ہو چکا ہے اس کی طرف مت آنا اور ایسا نام بتانا جس پر کوئی اعتراض نہ ہوسکے۔

224 فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا ....

لفظِ بعث اور آمدِ مصطفیٰ (معنوی تحقیق)

1) بعث کا ایک معنی ہے اٹھانا یعنی مرنے کے بعد اٹھانا جیسا کہ قیامت کے دن ساری مخلوق کو اٹھایا جائے گا۔ قرآنِ پاک میں اس معنی پر دلالت اس آیت میں ہے:

225 ۱) ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ (بقرہ)

پھر مرے پیچھے ہم نے تمہیں زندہ کیا کہ کہیں تم احسان مانو۔

226 ۲) اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ ۚ وَ انْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَ انْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۵۹﴾ (بقرہ)

یا اس کی طرح جو گزرا ایک بستی پر اور وہ ڈھئی پڑی تھی اپنی چھتوں پر، بولا اسے کیوں کر جلائے گا اللہ اس کی موت کے بعد تو اللہ نے اسے مردہ رکھا سو برس پھر زندہ کر دیا فرمایا تو یہاں کتنا ٹھہرا عرض کی دن بھر ٹھہرا ہوں گا یا کچھ کم فرمایا نہیں بلکہ تجھے سو برس گزر گئے اور اپنے کھانے اور پانی کو دیکھ کہ اب تک بو نہ لایا اور اپنے گدھے کو دیکھ (کہ جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں) اور یہ اس لیے کہ تجھے ہم لوگوں کے واسطے نشانی کریں اور ان ہڈیوں کو دیکھ کیوں کر ہم انہیں اٹھان دیتے ہیں پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں جب یہ معاملہ اس پر ظاہر ہو گیا بولا میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

سیدنا عزیر علیہ السلام کا قصہ

بقول اکثر یہ واقعہ عزیر علیہ السلام کا ہے اور بستی سے بیت المقدس مراد ہے جب

بُختِ نصر بادشاہ نے بیت المقدس کو ویران کیا اور بنی اسرائیل کو قتل کیا گرفتار کیا تباہ کر ڈالا پھر حضرت عُزیر علیہ السلام وہاں گزرے آپ کے ساتھ ایک برتن کھجور اور ایک پیالہ انگور کا رس تھا اور آپ ایک دراز گوش پر سوار تھے تمام بستی میں پھرے کسی شخص کو وہاں نہ پایا بستی کی عمارتوں کو منہدم دیکھا تو آپ نے براہ تعجب کہا '' اَنّٰی یُحۡیٖ ہٰذِہِ اللّٰہُ بَعۡدَ مَوۡتِہَا '' اور آپ نے اپنی سواری کے حمار کو وہاں باندھ دیا اور آپ نے آرام فرمایا اسی حالت میں آپ کی روح قبض کر لی گئی اور گدھا بھی مر گیا۔ یہ صبح کے وقت کا واقعہ ہے اس سے ستر برس بعد اللہ تعالیٰ نے شاہان فارس میں سے ایک بادشاہ کو مسلط کیا اور وہ اپنی فوجیں لے کر بیت المقدس پہنچا اور اس کو پہلے سے بھی بہتر طریقہ پر آباد کیا اور بنی اسرائیل میں سے جو لوگ باقی رہے تھے اللہ تعالیٰ انہیں پھر یہاں لایا اور وہ بیت المقدس اور اس کے نواح میں آباد ہوئے اور ان کی تعداد بڑھتی رہی۔

اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عُزیر علیہ السلام کو دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ رکھا اور کوئی آپ کو نہ دیکھ سکا جب آپ کی وفات کو سو برس گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ کیا پہلے آنکھوں میں جان آئی ابھی تک تمام جسم مردہ تھا وہ آپ کے دیکھتے دیکھتے زندہ کیا گیا یہ واقعہ شام کے وقت غروب آفتاب کے قریب ہوا اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم یہاں کتنے دن ٹھہرے آپ نے اندازہ سے عرض کیا کہ ایک دن یا کچھ کم آپ کا خیال یہ ہوا کہ یہ اسی دن کی شام ہے جس کی صبح کو سوئے تھے، فرمایا بلکہ تم سو برس ٹھہرے اپنے کھانے اور پانی یعنی کھجور اور انگور کے رس کو دیکھئے کہ ویسا ہی ہے اس میں بو تک نہ آئی اور اپنے گدھے کو دیکھئے دیکھا تو وہ مر گیا تھا گل گیا، اعضاء بکھر گئے تھے ہڈیاں سفید چمک رہی تھیں آپ کی نگاہ کے سامنے اس کے اعضاء جمع ہوئے اعضاء اپنے اپنے مواقع پر آئے ہڈیوں پر گوشت چڑھا گوشت پر کھال آئی بال نکلے پھر اس میں روح پھونکی وہ اٹھ کھڑا ہوا اور آواز کرنے لگا۔

آپ نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کیا اور فرمایا میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر شئے پر قادر ہے پھر آپ اپنی اس سواری پر سوار ہو کر اپنے محلہ میں تشریف لائے سر اقدس اور ریش مبارک کے بال سفید تھے عمر وہی چالیس سال کی تھی کوئی آپ کو نہ پہچانتا تھا۔ اندازے سے اپنے مکان پر پہنچے ایک ضعیف بڑھیا ملی جس کے پاؤں رہ گئے تھے۔ وہ نابینا ہو گئی تھی وہ آپ کے گھر کی باندی تھی اور اس نے آپ کو دیکھا تھا آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ یہ عزیر کا مکان ہے اس نے کہا ہاں، اور عزیر کہاں، انہیں مفقود ہوئے سو برس گزر گئے یہ کہہ کر خوب روئی آپ نے فرمایا میں عزیر ہوں اس نے کہا سبحان اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھے سو برس مردہ رکھا پھر زندہ کیا اس نے کہا حضرت عزیر مستجاب الدعوات تھے جو دعا کرتے قبول ہوتی آپ دعا کیجئے میں بینا ہو جاؤں تاکہ میں اپنی آنکھوں سے آپ کو دیکھوں آپ نے دعا فرمائی وہ بینا ہوئی آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اٹھ خدا کے حکم سے یہ فرماتے ہی اس کے مارے ہوئے پاؤں درست ہو گئے۔

اس نے آپ کو دیکھ کر پہچانا اور کہا میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ بے شک حضرت عزیر ہیں وہ آپ کو بنی اسرائیل کے محلہ میں لے گئی وہاں ایک مجلس میں آپ کے فرزند تھے جن کی عمر ایک سو اٹھارہ سال کی ہو چکی تھی اور آپ کے پوتے بھی تھے جو بوڑھے ہو چکے تھے بوڑھیا نے مجلس میں پکارا کہ یہ حضرت عزیر تشریف لے آئے اہلِ مجلس نے اس کو جھٹلایا اس نے کہا مجھے دیکھو آپ کی دعا سے میری یہ حالت ہو گئی لوگ اٹھے اور آپ کے پاس آئے آپ کے فرزند نے کہا کہ میرے والد صاحب کے شانوں کے درمیان سیاہ بالوں کا ایک ہلال تھا جسم مبارک کھول کر دکھایا گیا تو وہ موجود تھا۔

اس زمانہ میں توریت کا کوئی نسخہ نہ رہا تھا کوئی اس کا جاننے والا موجود نہ تھا۔ آپ نے تمام توریت حفظ پڑھ دی۔ ایک شخص نے کہا کہ مجھے اپنے والد سے معلوم ہوا کہ بُختِ

نصر کی ستم انگیزیوں کے بعد گرفتاری کے زمانہ میں میرے دادا نے توریت ایک جگہ دفن کردی تھی اس کا پتہ مجھے معلوم ہے اس پتہ پر جستجو کرکے توریت کا وہ مدفون نسخہ نکالا گیا اور حضرت عزیر علیہ السلام نے اپنی یاد سے جو توریت لکھائی تھی اس سے مقابلہ کیا گیا تو ایک حرف کا فرق نہ تھا۔(جمل)

2) بعث کا دوسرا معنی بھیجنا ہے، جیسا کہ اس آیت میں ہے، اور اس سے مراد پیدا کرکے بھیجنا ہے، جیسا کہ آیت کے معنی سے واضح ہے:

227 ۱) رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۱۲۹﴾ (بقرہ)

اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرما دے بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔(کنزالایمان)

یعنی حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل کی ذریت میں یہ دُعا سید انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تھی یعنی کعبہ معظمہ کی تعمیر کی عظیم خدمت بجالانے اور توبہ و استغفار کرنے کے بعد حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام نے یہ دعا کی کہ یارب اپنے محبوب نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہماری نسل میں ظاہر فرما اور یہ شرف ہمیں عنایت کر یہ دعا قبول ہوئی اور ان دونوں صاحبوں کی نسل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کوئی نبی نہیں ہوا اولاد حضرت ابراہیم میں باقی انبیاء حضرت اسحٰق کی نسل سے ہیں۔

مسئلہ: سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا میلاد شریف خود بیان فرمایا امام بغوی نے ایک حدیث روایت کی کہ حضور نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا تھا بحالیکہ حضرت آدم کے پتلہ کا خمیر ہو رہا تھا میں تمہیں اپنے ابتدائے حال کی خبر دوں میں

دعائے ابراہیم ہوں، بشارتِ عیسیٰ ہوں، اپنی والدہ کے اس خواب کی تعبیر ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا اور ان کے لیے ایک نورِ ساطع ظاہر ہوا جس سے ملک شام کے ایوان وقصور اُن کے لیے روشن ہو گئے اس حدیث میں دعائے ابراہیم سے یہی دعا مراد ہے جو اس آیت میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور آخر زمانہ میں حضور سید انبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ الحمد للہ علی احسانہ (جمل و خازن) (خزائن العرفان)

228 ۲) كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾ (بقرہ)

لوگ ایک دین پر تھے پھر اللہ نے انبیاء بھیجے خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے اور ان کے ساتھ سچی کتاب اتاری کہ وہ لوگوں میں ان کے اختلافوں کا فیصلہ کر دے اور کتاب میں اختلاف انہیں نے ڈالا جن کو دی گئی تھی بعد اس کے کہ ان کے پاس روشن حکم آچکے آپس کی سرکشی سے تو اللہ نے ایمان والوں کو وہ حق بات سوجھا دی جس میں جھگڑ رہے تھے اپنے حکم سے اور اللہ جسے چاہے سیدھی راہ دکھائے (کنز الایمان)

حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے عہد نوح تک سب لوگ ایک دین اور ایک شریعت پر تھے پھر ان میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا یہ بعثت میں پہلے رسول ہیں۔ (خزائن العرفان)

229 ۳) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ

كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾ (آل عمران)

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

منّت نعمتِ عظیمہ کو کہتے ہیں اور بے شک سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت نعمتِ عظیمہ ہے کیونکہ خلق کی پیدائش، جہل وعدمِ دِرایت وقلتِ فہم ونقصانِ عقل پر ہے تو اللہ تعالیٰ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان میں مبعوث فرما کر انہیں گمراہی سے رہائی دی اور حضور کی بدولت انہیں بینائی عطا فرما کر جہل سے نکالا اور آپ کے صدقہ میں راہِ راست کی ہدایت فرمائی اور آپ کے طفیل میں بے شمار نعمتیں عطا کیں۔

یعنی اُن کے حال پر شفقت وکرم فرمانے والا اور اُن کے لیے باعثِ فخر وشرف جس کے احوال زُہد وَرَع راست بازی دیانت داری خصائلِ جمیلہ اَخلاقِ حمیدہ سے وہ واقف ہیں۔ ایک رسول سے مراد سیدِ عالم خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

(خزائن العرفان)

یہ بغیر کسی شک وشبہ کے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر ہے اگرچہ لفظِ ولادت استعمال نہیں ہوا۔

230 هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲﴾ (جمعہ)

وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں۔ اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کُھلی گمراہی میں تھے۔

جس کے نسب وشرافت کو وہ اچھی طرح جانتے پہچانتے ہیں ان کا نام پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے حضور سیدِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت نبی اُمّی ہے اس کے بہت وجوہ ہیں ایک ان میں سے یہ ہے کہ آپ امتِ اُمیہ کی طرف معبوث ہوئے کتاب شعیاء میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اُمیّوں میں ایک اُمّی بھیجوں گا اور اس پر نبوت ختم کردوں گا اور ایک وجہ یہ ہے کہ آپ کی بعثت اُمّ القریٰ یعنی مکّہ مکرمہ میں ہوئی اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھتے اور کتاب سے کچھ پڑھتے نہ تھے اور یہ آپ کی فضیلت تھی کہ غایتِ حضورِ علم سے اس کی حاجت نہ تھی خط ایک صنعتِ ذہنیہ ہے جو آلۂ جسمانیہ سے صادر ہوتی ہے تو جو ذات ایسی ہو کہ قلمِ اعلیٰ اس کے زیرِ فرمان ہو اس کو اس کتابت کی کیا حاجت پھر حضور کا کتابت نہ فرمانا اور کتابت کا ماہر ہونا ایک معجزۂ عظیمہ ہے کاتبوں کو علمِ خط اور رسمِ کتابت کی تعلیم فرماتے اور اہلِ حرفت کو حرفتوں کی تعلیم دیتے اور ہر کمالِ دنیوی واخروی میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام خَلق سے اعلم کیا۔

یعنی سیّدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل لوگ شرک وعقائدِ باطلہ وخبائثِ اعمال میں گرفتار تھے اور انہیں مرشدِ کامل کی شدید حاجت تھی۔

یہ آیتِ کریمہ بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلاد کی بیّن ترین دلیل ہے، رب کریم جل جلالہ تو خود اپنے محبوب کے تذکرے فرماتا ہے اور امتی کہلانے والا منع کرتا ہے، کس کی مانیں؟ اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب مخلوق کی ماننے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو تو خالق کی بات مانی جائے گی، اس لیے بھی جو قرآن کی تعلیم سے روکے وہ مردود ہے۔

3) تیسرا معنی: مقرر کرنا، قائم کرنا، تقرری، بھی ہے، جیسا کہ اس آیت میں ہے:

231 اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰىۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِؕ قَالَ هَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْاؕ قَالُوْا وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ قَدْ

اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۴۶﴾ (بقرہ)

اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا جب اپنے ایک پیغمبر سے بولے ہمارے لیے کھڑا کردو ایک بادشاہ کہ ہم خدا کی راہ میں لڑیں نبی نے فرمایا کیا تمہارے انداز ایسے ہیں کہ تم پر جہاد فرض کیا جائے تو پھر نہ کرو بولے ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں حالانکہ ہم نکالے گئے ہیں اپنے وطن اور اپنی اولاد سے تو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا منہ پھیر گئے مگر ان میں کے تھوڑے اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو (کنز الایمان)

232 وَقَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا قَالُوْٓا اَنّٰی یَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَیْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ یُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَیْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللّٰهُ یُؤْتِیْ مُلْكَهٗ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۴۷﴾ (بقرہ)

اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا بے شک اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے، بولے اسے ہم پر بادشاہی کیوں کر ہوگی، اور ہم اس سے زیادہ سلطنت کے مستحق ہیں اور اسے مال میں بھی وسعت نہیں دی گئی، فرمایا اسے اللہ نے تم پر چن لیا، اور اسے علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دی، اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے دے، اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

بادشاہ کی تقرری کا اصل قصہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد جب بنی اسرائیل کی حالت خراب ہوئی اور انہوں نے عہدِ الٰہی کو فراموش کیا بت پرستی میں مبتلا ہوئے سرکشی اور بدافعالی انتہا کو پہنچی ان پر قوم جالوت مسلّط ہوئی جس کو عمالقہ کہتے ہیں کیونکہ جالوت عملیق بن عاد کی اولاد سے ایک

نہایت جابر بادشاہ تھا اس کی قوم کے لوگ مصر و فلسطین کے درمیان بحر روم کے ساحل پر رہتے تھے انہوں نے بنی اسرائیل کے شہر چھین لیے آدمی گرفتار کیے طرح طرح کی سختیاں کیں اس زمانہ میں کوئی نبی قوم بنی اسرائیل میں موجود نہ تھے خاندانِ نبوت سے صرف ایک بی بی باقی رہی تھیں جو حاملہ تھیں ان کے فرزند تولد ہوئے ان کا نام اشمویل رکھا جب وہ بڑے ہوئے تو انہیں علم توریت حاصل کرنے کے لیے بیت المقدس میں ایک کبیر السن عالم کے سپرد کیا وہ آپ کے ساتھ کمال شفقت کرتے اور آپ کو فرزند کہتے جب آپ سن بلوغ کو پہنچے تو ایک شب آپ اس عالم کے قریب آرام فرما رہے تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے اسی عالم کی آواز میں یا اشمویل کہہ کر پکارا آپ عالم کے پاس گئے اور فرمایا کہ آپ نے مجھے پکارا ہے عالم نے بایں خیال کہ انکار کرنے سے کہیں آپ ڈر نہ جائیں یہ کہہ دیا کہ فرزند تم سو جاؤ پھر دوبارہ حضرت جبریل علیہ السلام نے اسی طرح پکارا اور حضرت اشمویل علیہ السلام عالم کے پاس گئے عالم نے کہا کہ اے فرزند اب اگر میں تمہیں پھر پکاروں تو تم جواب نہ دینا تیسری مرتبہ میں حضرت جبریل علیہ السلام ظاہر ہو گئے اور انہوں نے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت کا منصب عطا فرمایا آپ اپنی قوم کی طرف جائیے اور اپنے رب کے احکام پہنچائیے جب آپ قوم کی طرف تشریف لائے انہوں نے تکذیب کی اور کہا کہ آپ اتنی جلدی نبی بن گئے اچھا اگر آپ نبی ہیں تو ہمارے لیے ایک بادشاہ قائم کیجئے۔ (خازن وغیرہ)

ہم کیوں جہاد نہ کریں جب کہ قوم جالوت نے ہماری قوم کے لوگوں کو ان کے وطن سے نکالا ان کی اولاد کو قتل و غارت کیا چار سو چالیس شاہی خاندان کے فرزندوں کو گرفتار کیا جب حالت یہاں تک پہنچ چکی تو اب ہمیں جہاد سے کیا چیز مانع ہو سکتی ہے تب نبی اللہ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور ان کے لیے ایک بادشاہ مقرر کیا اور جہاد فرض فرمایا (خازن) اِن افراد کی تعداد اہل بدر کے برابر تین سو تیرہ تھی۔ جنہوں

نے جہاد سے انکار نہ کیا (خزائن العرفان)

4) بعث کا چوتھا معنی سوتے سے جگانا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

233 وَ هُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ وَ یَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّىۚ ثُمَّ اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ یُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾ (انعام)

اور وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ دن میں کماؤ پھر تمہیں دن میں اٹھاتا ہے کہ ٹھہرائی ہوئی میعاد پوری ہو پھر اسی کی طرف تمہیں پھرنا ہے پھر وہ بتادے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔ (کنز الایمان)

تو تم پر نیند مسلّط ہوتی ہے اور تمہارے تصرّفات اپنے حال پر باقی نہیں رہتے۔ تاکہ عمر اپنی انتہا کو پہنچے۔ اس آیت میں بعث بعدَ الموت یعنی مرنے کے بعد زندہ ہونے پر دلیل ذکر فرمائی گئی جس طرح روزمرّہ سونے کے وقت ایک طرح کی موت تم پر وارد کی جاتی ہے جس سے تمہارے حواس معطل ہو جاتے ہیں اور چلنا پھرنا پکڑنا اور بیداری کے افعال سب معطل ہوتے ہیں، اس کے بعد پھر بیداری کے وقت اللہ تعالیٰ تمام قوٰی کو ان کے تصرّفات عطا فرماتا ہے یہ دلیل بیّن ہے اس بات کی کہ وہ زندگانی کے تصرّفات بعدِ موت عطا کرنے پر اسی طرح قادر ہے۔

قرآنِ پاک میں لفظ بعث 56 مرتبہ مذکور ہوا ہے، مذکورہ بالا معانی کے علاوہ کوئی اور معنی نہیں ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔

"جَآءَ" اور "جَآءُوْا" کے الفاظ اور میلاد

234 وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِیْنَ كَفَرُوْاۚۖ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ٘ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ﴿۸۹﴾ (بقرہ)

اور جب ان کے پاس اللہ کی وہ کتاب (قرآن) آئی جو ان کے ساتھ والی کتاب (توریت) کی تصدیق فرماتی ہے اور اس سے پہلے اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر (کنزالایمان)

کتاب سید انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور حضور کے اوصاف کے بیان میں تصدیق کرتی ہے (کبیر وخازن)

شانِ نزول: سیدِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور قرآن کریم کے نزول سے قبل یہود اپنی حاجات کے لیے حضور کے نام پاک کے وسیلہ سے دعا کرتے اور کامیاب ہوتے تھے اور اس طرح دعا کیا کرتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ افْتَحْ عَلَيْنَا وَانْصُرْنَا بِالنَّبِيِّ الْاُمِّيِّ"

یارب ہمیں نبی امی کے صدقہ میں فتح ونصرت عطا فرما!

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ مقبولان حق کے وسیلہ سے دعا قبول ہوتی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور سے قبل جہان میں حضور کی تشریف آوری کا شہرہ تھا اس وقت بھی حضور کے وسیلہ سے خلق کی حاجت روائی ہوتی تھی۔

اور جب آپ آ گئے تو انہوں نے ماننے اور پہچاننے سے یہ انکار عناد وحسد اور حبّ ریاست کی وجہ سے کیا تھا۔ اور رب کریم نے منکروں پر لعنت فرمائی (خزائن العرفان)

235 وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ (بقرہ)

اور جب ان کے پاس تشریف لایا اللہ کے یہاں سے ایک رسول ان کی کتابوں

کی تصدیق فرماتا تو کتاب والوں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب اپنے پیٹھ پیچھے پھینک دی گویا وہ کچھ علم ہی نہیں رکھتے (کنزالایمان)

رسول سے مراد سید عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توریت زبور وغیرہ کی تصدیق فرماتے تھے اور خود ان کی کتابوں میں بھی حضور کی تشریف آوری کی بشارت اور آپ کے اوصاف واحوال کا بیان تھا اس لیے حضور کی تشریف آوری اور آپ کا وجود مبارک ہی ان کتابوں کی تصدیق ہے تو حال اس کا تقاضا کرتا تھا کہ حضور کی آمد پر اہل کتاب کا ایمان اپنی کتابوں کے ساتھ اور زیادہ پختہ ہوتا مگر اس کے برعکس انہوں نے اپنی کتابوں کے ساتھ بھی کفر کیا۔

سدی کا قول ہے کہ جب حضور کی تشریف آوری ہوئی تو یہود نے توریت سے مقابلہ کر کے توریت وقرآن کو مطابق پایا تو توریت کو بھی چھوڑ دیا۔ یعنی اس کتاب کی طرف بے التفاتی کی۔

سفیان بن عینیہ کا قول ہے کہ یہود نے توریت کو حریر ودیبا کے ریشمی غلافوں میں زروسیم کے ساتھ مطلاّ ومزیّن کر کے رکھ لیا اور اس کے احکام کو نہ مانا۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کے چار فرقے تھے:

○ ایک توریت پر ایمان لایا اور اس نے اس کے حقوق کو بھی ادا کیا یہ مؤمنین اہل کتاب ہیں ان کی تعداد تھوڑی ہے اور "اَکْثَرُھُمْ" سے ان کا پتا چلتا ہے۔

○ دوسرا فرقہ جس نے بالاعلان توریت کے عہد توڑے اس کی حدود سے باہر ہوئے سرکشی اختیار کی "نَبَذَہٗ فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ" میں ان کا بیان ہے۔

○ تیسرا فرقہ وہ جس نے عہد شکنی کا اعلان تو نہ کیا لیکن اپنی جہالت سے عہد شکنی کرتے رہے انکا ذکر "بَلْ اَکْثَرُھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ" میں ہے۔

○ چوتھے فرقے نے ظاہری طور پر تو عہد مانے اور باطن میں بغاوت وعناد سے

مخالفت کرتے رہے یہ تصنع سے جاہل بنتے تھے۔ "کَاَنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ" میں ان پر دلالت ہے۔

236 تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۗ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾ (بقرہ)

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلی نشانیاں دیں اور پاکیزہ روح سے اس کی مدد کی اور اللہ چاہتا تو ان کے بعد والے آپس میں نہ لڑتے بعد اس کے کہ ان کے پاس کھلی نشانیاں آ چکیں لیکن وہ تو مختلف ہو گئے ان میں کوئی ایمان پر رہا اور کوئی کافر ہو گیا اور اللہ چاہتا تو وہ نہ لڑتے مگر اللہ جو چاہے کرے (کنزالایمان)

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے مراتب جداگانہ ہیں بعض حضرات سے بعض افضل ہیں اگرچہ نبوّت میں کوئی تفرقہ نہیں وصفِ نبوّت میں سب شریک و یک دگر ہیں مگر خصائص و کمالات میں درجے متفاوت ہیں یہی آیت کا مضمون ہے اور اسی پر تمام امت کا اجماع ہے۔ (خازن و مدارک) یہ آیت نعتِ انبیاء کرام علیہم السلام ہے۔

یعنی کلام بے واسطہ جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور پر کلام سے مشرف فرمایا اور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج میں (جمل)

وہ حضور پرنور سید انبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کہ آپ کو بدرجات کثیرہ تمام انبیاء علیہم السلام پر افضل کیا اس پر تمام امت کا اجماع ہے اور بکثرت احادیث سے ثابت ہے آیت میں حضور کی اس رفعت مرتبت کا بیان فرمایا گیا اور نام مبارک کی تصریح نہ

کی گئی اس سے بھی حضور اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کے علوِ شان کا اظہار مقصود ہے کہ ذات والا کی یہ شان ہے کہ جب تمام انبیاء پر فضیلت کا بیان کیا جائے تو سوائے ذاتِ اقدس کے یہ وصف کسی پر صادق ہی نہ آئے اور کوئی اشتباہ راہ نہ پاسکے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے وہ خصائص وکمالات جن میں آپ تمام انبیاء پر فائق وافضل ہیں اور آپ کا کوئی شریک نہیں بے شمار ہیں کہ قرآن کریم میں یہ ارشاد ہوا، درجوں بلند کیا ان درجوں کی کوئی شمار قرآن کریم میں ذکر نہیں فرمائی تو اب کون حد لگا سکتا ہے ان بے شمار خصائص میں سے بعض کا اجمالی و مختصر بیان یہ ہے کہ آپ کی رسالت عامّہ ہے تمام کائنات آپ کی امت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: 237 "وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا" دوسری آیت میں فرمایا 238 "لِيَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِيۡنَ نَذِيۡرًا" مسلم شریف کی حدیث میں ارشاد ہوا "اُرۡسِلۡتُ اِلَى الۡخَلَائِقِ كَآفَّةً" اور آپ پر نبوت ختم کی گئی قرآن پاک میں آپ کو خاتم النّبیین فرمایا حدیث شریف میں ارشاد ہوا "خُتِمَ بِیَ النَّبِيُّوۡنَ" آیاتِ بیّنات و معجزاتِ باہرات میں آپ کو تمام انبیاء پر افضل فرمایا گیا، آپ کی امت کو تمام امتوں پر افضل کیا گیا، شفاعتِ کُبریٰ آپ کو مرحمت ہوئی، قرب خاص معراج آپ کو ملا، علمی و عملی کمالات میں آپ کو سب سے اعلیٰ کیا اور اس کے علاوہ بے انتہا خصائص آپ کو عطا ہوئے۔ (مدارک، جمل، خازن، بیضاوی وغیرہ)

ع آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

توجہ طلب بات

یہ تمام اوصاف اور دیگر اوصاف انبیاء کرام بیان ہوتے چلے آرہے ہیں اس لیے ہم تک پہنچے اسی طرح ہم بیان کرتے رہیں گے تو بعد والوں تک پہنچتے جائیں گے، گویا رب کریم نے ایک سے دوسرے تک احکامِ دین پہنچانے کا طریق ہی یہ مقرر فرما دیا ہے کہ بیان ہوتے رہیں۔

239 وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشّٰهِدِينَ ﴿۸۱﴾ (بقرہ)

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ (کنز الایمان)

حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور ان کے بعد جس کسی کو نبوت عطا فرمائی ان سے سید انبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت عہد لیا اور ان انبیاء نے اپنی قوموں سے عہد لیا کہ اگر ان کی حیات میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوں تو آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی نصرت کریں اس سے ثابت ہوا کہ حضور تمام انبیاء میں سب سے افضل ہیں۔

اور خصوصا تمام انبیائے کرام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا رہا ہے، رب خود کرتا رہا ہے، اور ہمیں کرنے سے منع نہیں کیا گیا اس لیے جائز اور ثواب کا کام ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی دلیل ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا۔

240 يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَكُمْ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿۱۷۰﴾ (نساء)

اے لوگو! تمہارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے

تشریف لائے تو ایمان لاؤ اپنے بھلے کو اور اگر تم کفر کرو تو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ (کنز الایمان)

241 یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ﴿۱۷۴﴾ (نساء)

اے لوگو! بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اُتارا۔ (کنز الایمان)

دلیل واضح سے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی مراد ہے جن کے صدق پر اُن کے معجزے شاہد ہیں اور منکرین کی عقلوں کو حیران کر دیتے ہیں (خزائن العرفان)

242 یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ كَثِیْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ یَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾ (مائدہ)

اے کتاب والو! بے شک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی وہ چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپا ڈالی تھیں اور بہت سی معاف فرماتے ہیں بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

رسول سے مراد سیدِ عالم محمدِ مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

چھپانے کی چیزیں جیسے آیت رجم اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اور حضور کا اس کو بیان فرمانا معجزہ ہے۔ اور ان کا ذکر بھی نہیں کرتے نہ ان پر مواخذہ فرماتے ہیں کیونکہ آپ اسی چیز کا ذکر فرماتے ہیں جس میں مصلحت ہو۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور فرمایا گیا کیونکہ آپ سے تاریکیٔ کفر دور ہوئی اور راہِ حق واضح ہوئی۔

243 یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ

الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِیْرٍ وَّلَا نَذِیْرٍ فَقَدْ جَآءَ کُمْ بَشِیْرٌ وَّنَذِیْرٌ وَ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۹﴾ (مائدہ)

اے کتاب والو بے شک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا کہ تم کہو ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا تو یہ خوشی اور ڈر سنانے والے تمہارے پاس تشریف لائے ہیں اور اللہ کو سب قدرت ہے۔ (کنزالایمان)

حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک پانچ سو انہتر برس کی مدت نبی سے خالی رہی۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کی منت کا اظہار فرمایا جاتا ہے کہ نہایت حاجت کے وقت تم پر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت بھیجی گئی اور اس میں الزامِ حجت و قطعِ عذر بھی ہے کہ اب یہ کہنے کا موقع نہ رہا کہ ہمارے پاس تنبیہ کرنے والے تشریف نہ لائے۔

244 فَقَدْ کَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَسَوْفَ یَاْتِیْهِمْ اَنْبٰٓؤُا مَا کَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۵﴾ (انعام)

تو بے شک انہوں نے حق کو جھٹلایا جب ان کے پاس آیا تو اب انہیں خبر ہوا چاہتی ہے اس چیز کی جس پر ہنس رہے تھے۔

یہاں حق سے یا قرآن مجید کی آیات مراد ہیں یا سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے معجزات۔

245 لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲۸﴾ (توبہ)

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان (کنزالایمان)

محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عربی قرشی، جن کے حسب ونسب کو تم خوب پہچانتے ہو کہ تم میں سب سے عالی نسب ہیں اور تم ان کے صدق و امانت، زہد وتقویٰ، طہارت وتقدس اور اَخلاقِ حمیدہ کو بھی خوب جانتے ہو اور ایک قراءۃ میں "اَنۡفَسِکُمۡ" بفتحِ فا آیا ہے، اس کے معنٰی ہیں کہ تم میں سب سے نفیس تر اور اشرف و افضل۔ اس آیتِ کریمہ میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری یعنی آپ کے میلادِ مبارک کا بیان ہے۔ ترمذی کی حدیث سے بھی ثابت ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پیدائش کا بیان قیام کر کے فرمایا۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ محفلِ میلادِ مبارک کی اصل قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

فائدہ: اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے دو ناموں سے مشرف فرمایا، یہ کمال تکریم ہے اس سرورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی (خزائن)

246 قُلۡ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَكُمُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكُمۡ ۚ فَمَنِ اهۡتَدٰی فَاِنَّمَا یَهۡتَدِیۡ لِنَفۡسِهٖ ۚ وَ مَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیۡهَا ۚ وَ مَاۤ اَنَا عَلَیۡكُمۡ بِوَكِیۡلٍ ﴿۱۰۸﴾ (یونس)

تم فرماؤ اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آیا تو جو راہ پر آیا وہ اپنے بھلے کو راہ پر آیا اور جو بہکا وہ اپنے برے کو بہکا اور کچھ میں (تم پر) کڑوڑا (نگران) نہیں۔ (کنز الایمان) حق سے یہاں قرآن مراد ہے یا اسلام یا سیدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام (خزائن)

247 وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَیۡكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَ جَآءَكَ فِیۡ هٰذِهِ الۡحَقُّ وَ مَوۡعِظَةٌ وَّ ذِكۡرٰی لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۲۰﴾ (ہود)

اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارا دل ٹھہرائیں اور اس سورت میں تمہارے پاس حق آیا اور مسلمانوں کو پند و نصیحت (کنز)

اور انبیاء کے حال اور ان کی امتوں کے سلوک دیکھ کر آپ کو اپنی قوم کی ایذاء کا برداشت کرنا اور اس پر صبر فرمانا آسان ہو۔اور انبیاء اور ان کی امتوں کے تذکرے واقع کے مطابق بیان ہوئے جو دوسری کتابوں اور دوسرے لوگوں کو حاصل نہیں یعنی جو واقعات بیان فرمائے گئے وہ حق بھی ہیں۔(خزائن العرفان)

248 وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ (نحل)

اور بے شک ان کے پاس انہیں میں سے ایک رسول تشریف لایا تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں عذاب نے پکڑا، اور وہ بے انصاف تھے (کنز الایمان)

رسول سے مراد سید انبیاء محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں (خزائن)

249 وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾ (اسراء)

اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا (کنز)

یعنی اسلام آیا اور کفر مٹ گیا یا قرآن آیا اور شیطان ہلاک ہوا۔کیونکہ اگرچہ باطل کو کسی وقت میں دولت وصولت حاصل ہو مگر اس کو پائیداری نہیں اس کا انجام بربادی و خواری ہے۔حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم روزِ فتح مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو کعبۂ مقدسہ کے گرد تین سو ساٹھ بت نصب کئے ہوئے تھے جن کو لوہے اور رانگ سے جوڑ کر مضبوط کیا گیا تھا، سیدِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے دستِ مبارک میں ایک لکڑی تھی حضور یہ آیت پڑھ کر اس لکڑی سے جس بت کی طرف اشارہ فرماتے جاتے تھے وہ گرتا جاتا تھا۔(خزائن العرفان)

اس شانِ نزول سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حق سے مراد نبی کریم کی ذات ہے، اور اس لیے بھی کہ حق سے مراد قرآن و اسلام ہو تو وہ بھی آپ کے واسطہ سے ہے لہٰذا حق آپ سے الگ نہیں اور حق سے آپ جدا نہیں۔

250تا251 وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾ (اسراء)

اور کس بات نے لوگوں کو ایمان لانے سے روکا جب ان کے پاس ہدایت آئی مگر اسی نے کہ بولے کیا اللہ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا، تم فرماؤ اگر زمین میں فرشتے ہوتے چین سے چلتے تو ان پر ہم رسول بھی فرشتہ اتارتے، تم فرماؤ اللہ بس ہے گواہ میرے تمہارے درمیان بے شک وہ اپنے بندوں کو جانتا دیکھتا ہے (کنز)

رسولوں کو بشر ہی جانتے رہے اور ان کے منصبِ نبوت اور اللہ تعالیٰ کے عطا فرمائے ہوئے کمالات کے مقر اور معترف نہ ہوئے، یہی ان کے کفر کی اصل تھی اور اسی لیے وہ کہا کرتے تھے کہ کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا، اس پر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتا ہے کہ اے حبیب ان سے کہہ دو اگر زمین پر فرشتے رہتے ہوتے تو فرشتہ رسول بن کر آتا وہی اس میں بستے۔ کیونکہ وہ ان کی جنس سے ہوتا لیکن جب زمین میں آدمی بستے ہیں تو ان کا ملائکہ میں سے رسول طلب کرنا نہایت ہی بے جا ہے۔ (خزائن)

252 وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ۭ اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾ (عنکبوت)

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا حق کو جھٹلائے جب وہ اس کے پاس آئے کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانا نہیں (کنز الایمان)

حق نہ ماننے سے مراد یہ ہے کہ سیدِ عالم محمدِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور قرآن کو نہ مانے۔

253 وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِىْ

كُنَّا نَعْمَلُ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَ جَآءَكُمُ النَّذِيْرُ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۳۷﴾ (فاطر)

اور وہ اس میں چلاتے ہوں گے اے ہمارے رب ہمیں نکال کہ ہم اچھا کام کریں اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا تھا تو اب چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں (کنزالایمان)

رسولِ اکرم سیدِ عالم محمدِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ پاک نذیر سے مراد ہے۔(خزائن العرفان)

254 وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۲﴾ (فاطر)

اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنی قسموں میں حد کی کوشش سے کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا آیا تو وہ ضرور کسی نہ کسی گروہ سے زیادہ راہ پر ہوں گے پھر جب ان کے پاس ڈر سنانے والا تشریف لایا تو اس نے انہیں نہ بڑھایا مگر نفرت کرنا (کنزالایمان)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت سے پہلے قریش نے یہود و نصارٰی کے اپنے رسولوں کو نہ ماننے اور ان کو جھٹلانے کی نسبت کہا تھا کہ اللہ تعالٰی ان پر لعنت کرے کہ ان کے پاس اللہ تعالٰی کی طرف سے رسول آئے اور انہوں نے انہیں جھٹلایا اور نہ مانا، خدا کی قسم اگر ہمارے پاس کوئی رسول آئے تو ہم ان سے زیادہ راہ پر ہوں گے اور اس رسول کو ماننے میں ان کے بہتر گروہ پر سبقت لے جائیں گے۔

نذیر آنے سے مراد یہ ہے کہ سیدُ المرسلین خاتمُ النبیین حبیبِ خدا محمدِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رونق افروزی وجلوہ آرائی ہوئی۔(خزائن العرفان)

255 وَ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ

كَذَّابٌ ﴿۴﴾ (ص)

اور انہیں اس کا اچنبا (تعجب) ہوا کہ ان کے پاس انہیں میں کا ایک ڈر سنانے والا تشریف لایا اور کافر بولے یہ جادوگر ہے بڑا جھوٹا۔ (کنزالایمان)

یعنی سیّدِ عالَم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ (خزائن العرفان)

256 فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَ كَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ (زمر)

تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللّٰہ پر جھوٹ باندھے اور حق کو جھٹلائے جب اس کے پاس آئے کیا جہنّم میں کافروں کا ٹھکانا نہیں (کنزالایمان)

یعنی قرآن شریف کو یا رسول علیہ السلام کی رسالت کو۔

257 وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾ (زمر)

اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی ڈر والے ہیں۔ (کنزالایمان)

یعنی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو توحیدِ الٰہی لائے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا تمام مومنین جنہوں نے تصدیق کی۔

258 بَلْ مَتَّعْتُ هٰۤؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۹﴾ (زخرف)

بلکہ میں نے انہیں اور ان کے باپ دادا کو دنیا کے فائدے دیئے یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور صاف بتانے والا رسول تشریف لایا (کنزالایمان)

یعنی سیدِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم روشن ترین آیات و معجزات کے ساتھ رونق افروز ہوئے اور آپ نے شرعی احکام واضح طور پر بیان فرمائے اور ہمارے اس انعام کا حق یہ تھا کہ اس رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت کرتے لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا

(خزائن العرفان)

259 اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَ قَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۳﴾ (دخان)

کہاں سے ہو انہیں نصیحت ماننا حالانکہ ان کے پاس صاف بیان فرمانے والا رسول تشریف لاچکا۔ (کنزالایمان)

260 بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۲﴾ (ق)

بلکہ انہیں اس کا اچنبا ہوا کہ ان کے پاس انہی میں کا ایک ڈر سنانے والا تشریف لایا تو کافر بولے یہ تو عجیب بات ہے۔ (کنزالایمان)

ایسا منذر جس کی عدالت و امانت اور صدق و راست بازی کو وہ خوب جانتے ہیں اور یہ بھی ان کے دل نشین ہے کہ ایسے صفات کا شخص سچا، ناصح ہوتا ہے باوجود اس کے ان کا سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوّت اور حضور کے انذار سے تعجب و انکار کرنا قابلِ حیرت ہے۔ (خزائن العرفان)

261 وَ اِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۶﴾ (صف

اور یاد کرو جب عیسٰی بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوا، اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے، پھر جب احمد ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے بولے یہ کھلا جادو ہے۔ (کنزالایمان)

اور توریت و دیگر کتبِ الٰہیہ کا اقرار و اعتراف کرتا ہوا اور تمام پہلے انبیاء کو مانتا ہوا

حدیث: رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اصحابِ کرام نجاشی بادشاہ

کے پاس گئے تو نجاشی بادشاہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور وہی رسول ہیں جن کی حضرت عیسٰی علیہ السلام نے بشارت دی اگر امورِ سلطنت کی پابندیاں نہ ہوتیں تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر کفش برداری کی خدمت بجالاتا۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ توریت میں سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفت مذکور ہے اور یہ بھی کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام آپ کے پاس مدفون ہوں گے۔

ابوداؤد مدنی نے کہا کہ روضۂ اقدس میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔ (ترمذی)

حضرت کعب احبار سے مروی ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام سے عرض کیا: یاروح اللہ کیا ہمارے بعد اور کوئی امت بھی ہے فرمایا: ہاں احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت، وہ لوگ حکماء، علماء، ابرار و اتقیاء ہیں اور فقہ میں نائبِ انبیاء ہیں اللہ تعالیٰ سے تھوڑے رزق پر راضی اور اللہ تعالیٰ ان سے تھوڑے عمل پر راضی۔ (خزائن)

لفظ ارسال

262 كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ (بقرہ)

جیسے کہ ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔ (کنزالایمان)

رسول یعنی سید عالم محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (خزائن العرفان)

263 وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا

أَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ (نساء)

اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اُس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں، تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شِفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ (کنزالایمان)

جب کہ رسُول کا بھیجنا ہی اس لیے ہے کہ وہ مُطَاع بنائے جائیں اور اُن کی اطاعت فرض ہو تو جو اُن کے حکم سے راضی نہ ہو اُس نے رسالت کو تسلیم نہ کیا وہ کافر واجب القتل ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بارگاہِ الٰہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ اور آپ کی شفاعت کار برآری کا ذریعہ ہے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات شریف کے بعد ایک اعرابی روضہء اقدس پر حاضر ہوا اور روضہٗ شریفہ کی خاک پاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا یارسول اللہ جو آپ نے فرمایا ہم نے سُنا اور جو آپ پر نازل ہوا اس میں یہ آیت بھی ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا میں نے بے شک اپنی جان پر ظلم کیا اور میں آپ کے حضور میں اللہ سے اپنے گناہ کی بخشش چاہنے حاضر ہوا تو میرے رب سے میرے گناہ کی بخشش کرائیے اس پر قبر شریف سے ندا آئی کہ تیری بخشش کی گئی اس سے چند مسائل معلوم ہوئے۔

مسئلہ: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرضِ حاجت کے لیے اُس کے مقبولوں کو وسیلہ بنانا ذریعۂ کامیابی ہے۔

مسئلہ: قبر پر حاجت کے لیے جانا بھی '' جَآءُوْكَ '' میں داخل اور خیرُ القرون کا معمول ہے۔ مسئلہ: بعد وفات مقبولانِ حق کو (یا) کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے

مسئلہ: مقبولانِ حق مدد فرماتے ہیں اور ان کی دعا سے حاجت روائی ہوتی ہے۔

264 اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ (مزمل)

بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے کہ تم پر حاضر ناظر ہیں، جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجے۔ (کنز الایمان)

سیدِ عالم محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (خزائن العرفان)

265 اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۹﴾ (بقرہ)

بے شک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور تم سے دوزخ والوں کا سوال نہ ہوگا (کنز الایمان)

266 مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ وَ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۷۹﴾ (نساء)

اے سننے والے تجھے جو بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچے وہ تیری اپنی طرف سے ہے اور اے محبوب ہم نے تمہیں سب لوگوں کے لیے رسول بھیجا اور اللہ کافی ہے گواہ (کنز الایمان)

(جو برائی پہنچے وہ تیری اپنی طرف سے ہے) کہ تو نے ایسے گناہوں کا ارتکاب کیا کہ تو اس برائی کا مستحق ہوا۔

مسئلہ: یہاں بُرائی کی نسبت بندے کی طرف مجاز ہے اور اُوپر جو مذکور ہوا وہ حقیقت تھی بعض مفسرین نے فرمایا کہ بدی کی نسبت بندے کی طرف برسبیلِ ادب ہے خلاصہ یہ کہ بندہ جب فاعلِ حقیقی کی طرف نظر کرے تو ہر چیز کو اُسی کی طرف سے جانے اور جب اسباب پر نظر کرے تو بُرائیوں کو اپنی شامتِ نفس کے سبب سے سمجھے۔

عرب ہوں یا عجم آپ تمام خلق کے لیے رسول بنائے گئے اور کل جہان آپ کا اُمّتی کیا گیا یہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلالتِ منصب اور رفعتِ منزلت کا بیان ہے۔ اللہ کی گواہی آپ کی رسالتِ عامہ پر تو سب پر آپ کی اطاعت اور اتباع فرض ہے۔ خزائن

267 مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿۸۰﴾ (نساء)

جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا (کنز الایمان)

شانِ نزول: رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اُس نے اللہ سے محبت کی اِس پر آج کل کے گستاخ بددینوں کی طرح اُس زمانہ کے بعض منافقوں نے کہا کہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ چاہتے ہیں کہ ہم انہیں رب مان لیں جیسا نصارٰی نے عیسٰی بن مریم کو رب مانا اس پر اللہ تعالٰی نے اِن کے رَدّ میں یہ آیت نازل فرما کر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کی تصدیق فرمادی کہ بے شک رسول اللہ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے (خزائن العرفان)

268 هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ (توبہ)

وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے پڑے برا مانیں مشرک۔ (کنز الایمان)

رہے گا یونہی اُن کا چرچا رہے گا پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

269 وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ۭ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۱۰۵﴾ (اسراء)

اور ہم نے قرآن کو حق ہی کے ساتھ اتارا اور حق ہی کے ساتھ اترا، اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر خوشی اور ڈر سناتا (کنزالایمان)

شیاطین کے خلط سے محفوظ رہا اور کسی تغیر نے اس میں راہ نہ پائی۔ تبیان میں ہے کہ حق سے مراد سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ مبارک ہے۔

فائدہ: آیت شریفہ کا یہ جملہ (وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ) ہر ایک بیماری کے لیے عمل مجرب ہے، موضعِ مرض پر ہاتھ رکھ کر پڑھ کر دم کر دیا جائے تو باذنِ اللہ بیماری دور ہو جاتی ہے۔

محمد بن سماک بیمار ہوئے تو ان کے متوسلین قارورہ لے کر ایک نصرانی طبیب کے پاس بغرضِ علاج گئے، راہ میں ایک صاحب ملے نہایت خوش رو و خوش لباس ان کے جسمِ مبارک سے نہایت پاکیزہ خوشبو آ رہی تھی انہوں نے فرمایا کہاں جاتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا: ابنِ سماک کا قارورہ دکھانے کے لیے فلاں طبیب کے پاس جاتے ہیں انہوں نے فرمایا: سبحان اللہ! اللہ کے ولی کے لیے خدا کے دشمن سے مدد چاہتے ہو قارورہ پھینکو واپس جاؤ اور ان سے کہو کہ مقامِ درد پر ہاتھ رکھ کر پڑھو بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ یہ فرما کر وہ بزرگ غائب ہو گئے ان صاحبوں نے واپس ہو کر ابنِ سماک سے واقعہ بیان کیا انہوں نے مقامِ درد پر ہاتھ رکھ کر یہ کلمے پڑھے فوراً آرام ہو گیا اور ابنِ سماک نے فرمایا کہ وہ حضرت خضر تھے علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ (خزائن العرفان)

270 وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ (الانبیاء)

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے (کنزالایمان)

کوئی ہو جن ہو یا انس مؤمن ہو یا کافر۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور کا رحمت ہونا عام ہے ایمان والے کے لیے بھی اور اس کے لیے بھی جو ایمان نہ لایا مؤمن کے لیے تو آپ دنیا و آخرت دونوں میں رحمت ہیں اور جو ایمان نہ لایا اس کے لیے

آپ دنیا میں رحمت ہیں کہ آپ کی بدولت تاخیرِ عذاب ہوئی اور خَسف و مَسخ اور اِستیصال کے عذاب اٹھا دیئے گئے۔

تفسیرِ روح البیان میں اس آیت کی تفسیر میں اکابر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آیت کے معنٰی یہ ہیں کہ ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمتِ مطلقہ تامہ کاملہ عامہ شاملہ جامعہ محیطہ بہ جمیع مقیدات رحمتِ غیبیہ وشہادتِ علمیہ وعینیہ ووجودیہ وشہودیہ وسابقہ ولاحقہ وغیر ذلک تمام جہانوں کے لیے، عالَمِ ارواح ہوں یا عالَمِ اجسام، ذوی العقول ہوں یا غیر ذوی العقول اور جو تمام عالموں کے لیے رحمت ہو لازم ہے کہ وہ تمام جہان سے افضل ہو۔ (خزائن)

271 وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا ﴿۵۶﴾ (فرقان)

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر خوشی اور ڈر سناتا (کنزالایمان)

272 يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا ﴿۴۵﴾ (احزاب)

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا (کنزالایمان)

273 وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذۡنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيۡرًا ﴿۴۶﴾ (احزاب)

اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب (کنزالایمان)

شاہد کا ترجمہ حاضر وناظر بہت بہترین ترجمہ ہے، مفردات راغب میں ہے:

"اَلشُّهُوۡدُ وَالشَّهَادَةُ الۡحُضُوۡرُ مَعَ الۡمُشَاهَدَةِ اِمَّا بِالۡبَصَرِ اَوۡ بِالۡبَصِيۡرَةِ"

یعنی شہود اور شہادت کے معنٰی ہیں حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ساتھ۔ اور گواہ کو بھی اسی لیے شاہد کہتے ہیں کہ وہ مشاہدہ کے ساتھ جو علم رکھتا ہے اس کو بیان کرتا ہے۔

سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام عالَم کی طرف مبعوث ہیں، آپ کی رسالت

عامّہ ہے جیسا کہ سورۂ فرقان کی پہلی آیت میں بیان ہوا تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قیامت تک ہونے والی ساری خلق کے شاہد ہیں اور ان کے اعمال و افعال و احوال، تصدیق تکذیب، ہدایت، ضلال سب کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔ (ابوالسعود و جمل)

یعنی ایمانداروں کو جنّت کی خوشخبری اور کافروں کو عذابِ جہنّم کا ڈر سناتا۔ اور خلق کو طاقتِ الٰہی کی دعوت دیتا۔

سراج کا ترجمہ آفتاب قرآنِ کریم کے بالکل مطابق ہے کہ اس میں آفتاب کو سراج فرمایا گیا ہے جیسا کہ سورۂ نوح میں "وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا" اور آخرِ پارہ کی پہلی سورۃ میں ہے "وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا" اور درحقیقت ہزاروں آفتابوں سے زیادہ روشنی آپ کے نورِ نبوّت نے پہنچائی اور کُفر و شرک کے ظلماتِ شدیدہ کو اپنے نُورِ حقیقت افروز سے دور کر دیا اور خلق کے لیے معرفت و توحیدِ الٰہی تک پہنچنے کی راہیں روشن اور واضح کر دیں اور ضلالت کی وادیٔ تاریک میں راہ گم کرنے والوں کو اپنے انوارِ ہدایت سے راہ یاب فرمایا اور اپنے نورِ نبوّت سے ضمائر و بصائر اور قلوب و ارواح کو منوّر کیا، حقیقت میں آپ کا وجود مبارک ایسا آفتابِ عالَم تاب ہے جس نے ہزارہا آفتاب بنا دیئے اسی لیے اس کی صفت میں منیر ارشاد فرمایا گیا۔ (خزائن العرفان)

274 وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ (سبا)

اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے (کنز الایمان)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت عامّہ ہے تمام انسان اس کے احاطہ میں ہیں گورے ہوں یا کالے، عربی ہوں یا عجمی، پہلے ہوں یا پچھلے سب کے لیے آپ رسول ہیں اور وہ سب آپ کے اُمتی۔

بخاری ومسلم کی حدیث ہے سیدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا فرمائی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ دی گئیں:

(۱) ایک ماہ کی مسافت کے رعب سے میری مدد کی گئی۔

(۲) تمام زمین میرے لیے مسجد اور پاک کی گئی کہ جہاں میرے امتی کو نماز کا وقت ہو نماز پڑھے۔

(۳) اور میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہ تھیں۔

(۴) اور مجھے مرتبۂ شفاعت عطا کیا گیا۔

(۵) اور انبیاء خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور میں تمام انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔

حدیث میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فضائلِ مخصوصہ کا بیان ہے جن میں سے ایک آپ کی رسالتِ عامّہ ہے جو تمام جن وانس کو شامل ہے خلاصہ یہ کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام خَلق کے رسول ہیں اور یہ مرتبہ خاص آپ کا ہے جو قرآنِ کریم کی آیات اور احادیثِ کثیرہ سے ثابت ہے سورۂ فرقان کی ابتداء میں بھی اس کا بیان گزر چکا ہے۔(خازن)(خزائن العرفان)

275 اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ ﴿۲۴﴾ (فاطر)

اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور جو کوئی گروہ تھا سب میں ایک ڈر سنانے والا گزر چکا (کنزالایمان)

276 تا 277 اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ﴿۸﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا ﴿۹﴾ (فتح)

بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر وناظر اور خوشی اور ڈر سناتا۔ تاکہ اے لوگو تم اللہ

اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو (کنز)

278 هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۲۸﴾ (فتح)

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی ہے گواہ (کنز الایمان)

اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت پر جیسا کہ فرماتا ہے:

279 هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۹﴾ (صف)

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے پڑے بُرا مانیں مشرک (کنز الایمان)

چنانچہ ہر ایک دِین بعنایتِ الٰہی اسلام سے مغلوب ہو گیا۔ مجاہد سے منقول ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو روئے زمین پر سوائے اسلام کے اور کوئی دِین نہ ہوگا۔ (خزائن العرفان)

رُسل یا رسول کا لفظ

280 وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ (بقرہ)

اور جب ان کے پاس تشریف لایا اللہ کے یہاں سے ایک رسول ان کی کتابوں کی تصدیق فرماتا، تو کتاب والوں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب اپنے پیٹھ پیچھے پھینک دی گویا وہ کچھ علم ہی نہیں رکھتے (کنز الایمان)

رسول یعنی سید عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توریت زبور وغیرہ کی تصدیق فرماتے تھے اور خود ان کی کتابوں میں بھی حضور کی تشریف آوری کی بشارت اور آپ کے اوصاف و احوال کا بیان تھا اس لیے حضور کی تشریف آوری اور آپ کا وجود مبارک ہی ان کتابوں کی تصدیق ہے تو حال اس کا مقتضی تھا کہ حضور کی آمد پر اہل کتاب کا ایمان اپنی کتابوں کے ساتھ اور زیادہ پختہ ہوتا مگر اس کے برعکس انہوں نے اپنی کتابوں کے ساتھ بھی کفر کیا۔

سدی کا قول ہے کہ جب حضور کی تشریف آوری ہوئی تو یہود نے توریت سے مقابلہ کر کے توریت و قرآن کو مطابق پایا تو توریت کو بھی چھوڑ دیا۔

پیٹھ پیچھے پھینکا یعنی اس کتاب کی طرف بے التفاتی کی، سفیان بن عینیہ کا قول ہے کہ یہود نے توریت کو حریر و دیبا کے ریشمی غلافوں میں زر و سیم کے ساتھ مطلاّ و مزیّن کر کے رکھ لیا اور اس کے احکام کو نہ مانا۔ (خزائن العرفان)

281 وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ (آل عمران)

اور تم کیوں کر کفر کرو گے تم پر تو اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول تشریف فرما ہے اور جس نے اللہ کا سہارا لیا تو ضرور وہ سیدھی راہ دکھایا گیا۔ (کنز)

282 وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾

اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔ (نساء) (کنز الایمان)

یہ آیت دلیل ہے اس کی کہ اجماع حجت ہے اس کی مخالفت جائز نہیں جیسے کہ کتاب وسنت کی مخالفت جائز نہیں (مدارک) اور اس سے ثابت ہوا کہ طریق مسلمین ہی صراط مستقیم ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہوا کہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ سواد اعظم یعنی بڑی جماعت کا اتباع کرو جو جماعتِ مسلمین سے جدا ہوا وہ دوزخی ہے اس سے واضح ہے کہ حق مذہب اہل سنت و جماعت ہے

(خزائن العرفان)

283 يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷۰﴾ (نساء)

اے لوگو! تمہارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے تشریف لائے تو ایمان لاؤ اپنے بھلے کو اور اگر تم کفر کرو تو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ (کنزالایمان)

رسول سے مراد سید انبیاء محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

اور سید انبیاء محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا انکار کرو تو اس میں ان کا کچھ ضرر نہیں اور اللہ تمہارے ایمان سے بے نیاز ہے۔ (خزائن العرفان)

284 وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ (نحل)

اور بے شک ان کے پاس انہیں میں سے ایک رسول تشریف لایا تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں عذاب نے پکڑا، اور وہ بے انصاف تھے۔

285 مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (29) (فتح)

محمد اللہ کے رسول ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) (کنزالایمان)

286 وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸﴾ (حدید)

اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ پر ایمان نہ لاؤ حالانکہ یہ رسول تمہیں بلا رہے ہیں کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ اور بے شک وہ تم سے پہلے ہی عہد لے چکا ہے اگر تمہیں یقین ہو (کنز الایمان)

287 وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَّسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ (آل عمران)

اور محمد تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو اُلٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر والوں کو صلہ دے گا (کنز الایمان)

اور رسولوں کی بعثت کا مقصود رسالت کی تبلیغ اور حجت کا لازم کر دینا ہے نہ کہ اپنی قوم کے درمیان ہمیشہ موجود رہنا۔

اور اُنکے متبعین اُن کے بعد اُن کے دین پر باقی رہے۔

شانِ نزول: جنگِ اُحد میں جب کافروں نے پکارا کہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے اور شیطان نے یہ جھوٹی افواہ مشہور کی تو صحابہ کو بہت اِضطراب ہوا اور اُن میں سے کچھ لوگ بھاگ نکلے پھر جب ندا کی گئی کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف رکھتے ہیں تو صحابہ کی ایک جماعت واپس آئی حضور نے انہیں ہزیمت پر ملامت کی اُنہوں نے عرض کیا ہمارے ماں اور باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی شہادت کی خبر سُن کر ہمارے دِل ٹوٹ گئے اور ہم سے ٹھہرا نہ گیا اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ انبیاء کے بعد بھی اُمتوں پر اُن کے دین کا اتباع لازم رہتا ہے تو اگر ایسا ہوتا بھی تو حضور کے دین کا اتباع اور اس کی حمایت لازم رہتی۔

جو نہ پھرے اور اپنے دین پر ثابت رہے ان کو شاکرین فرمایا کیونکہ اُنہوں نے اپنے ثبات سے نعمتِ اسلام کا شکر ادا کیا حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے تھے کہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امین الشاکرین ہیں۔ (خزائن العرفان)

288 قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ (اعراف)

تم فرماؤ اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کو ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں جلائے اور مارے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول بے پڑھے غیب بتانے والے پر کہ اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور انکی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ۔ (کنز الایمان)

یہ آیت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عُموم رسالت کی دلیل ہے کہ آپ تمام خَلق کے رسول ہیں اور کُل جہاں آپ کی اُمت۔

بخاری و مسلم کی حدیث ہے حضور فرماتے ہیں پانچ چیزیں مجھے ایسی عطا ہوئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملیں:

(۱) ہر نبی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں سُرخ و سیاہ کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔

(۲) میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئیں اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے نہیں ہوئی تھیں۔

(۳) میرے لیے زمین پاک اور پاک کرنے والی (قابلِ تیمم) اور مسجد کی گئی جس کسی کو کہیں نماز کا وقت آئے وہیں پڑھ لے۔

(۴) دشمن پر ایک ماہ کی مَسافت تک میرا رُعب ڈال کر میری مدد فرمائی گئی۔

(۵) اور مجھے شفاعت عنایت کی گئی۔

مسلم شریف کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ میں تمام خلق کی طرف رسول بنایا گیا اور میرے ساتھ انبیاء ختم کئے گئے۔

289 وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِن نَّبِيٍّ فِي الْأَوَّلِينَ ﴿٦﴾ (زخرف)

اور ہم نے کتنے ہی غیب بتانے والے (نبی) اگلوں میں بھیجے۔ (کنز)

290 وَمَا يَأْتِيهِم مِّن نَّبِيٍّ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٧﴾ (زخرف)

اور ان کے پاس جو غیب بتانے والا (نبی) آیا اس کی ہنسی ہی بنایا کئے۔ (کنز)

خبردار! ہوشیار!

جن الفاظ سے آنے اور پیدا ہونے کا اشارہ ملتا ہے، یا کسی بھی طرح سے واضح مفہوم ہو ان آیات کو یکجا کر دیا ہے۔ جیسا کہ ماقبل مضمون سے واضح ہو چکا ہے۔

بھیجنا ہو تو وہ بھی پیدا کر کے ہی ہے کیونکہ ہم تم یہ بات نہیں کر رہے، اور کسی ایک جگہ سے دوسری جگہ انتقال کا ذکر نہیں اور اگر کوئی کہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ انتقال ہی تو ہے کہ پہلے عالم ارواح میں روحیں ہوتی ہیں پیدائش کے ساتھ انہیں عالم دنیا کی طرف منتقل کر دیا جاتا ہے۔

تو جواب یہ ہے کہ اسے ہی تو ولادت، میلاد، پیدائش یا برتھ (birth) کہا جاتا ہے۔ کہ روح کا تعلق عالم شکم میں جسم کے ساتھ ہوتا ہے اور پھر جب تخلیق کا عمل مکمل ہو لیتا ہے تو پیدائش ہوتی ہے، ثابت یہ کرنا مقصود ہے کہ اگر یہ عمل حرام یا شرک و بدعت ہے تو رب کریم نے اس عمل کو کیوں دہرایا ہے۔ کہیں بھیجا کہا، کہیں آیا، کہیں صریح لفظ ولادت کے مشتقات کو استعمال کیا گیا، کہیں بعثت کا ذکر ہوا، کہیں ارسال کا لفظ استعمال فرمایا اور کہیں ایک ایک نبی کا ذکر ہوا تو کہیں تمام انبیائے کرام کا ذکر ہے، اپنوں کا ذکر ہے اور بے گانوں کا ذکر ہے، کہیں فرمانبرداروں کا ذکر ہے تو کہیں نافرمانوں کا ذکر ہے، کہیں اہل جنت کا ذکر ہے تو کہیں اہل جہنم کا ذکر ہے، کہیں شرفاء کا ذکر ہے تو کہیں شیطانوں کا ذکر ہے،

کہیں آدم کا ذکر ہے تو کہیں ابلیس کا ذکر ہے، کہیں موسیٰ کا ذکر ہے تو کہیں فرعون کا ذکر ہے، کہیں ابراہیم کا ذکر ہے تو ساتھ نمرود کا بھی ذکر ہے، اہل سعادت کا ذکر ہے تو اہل شقاوت کا بھی ذکر ہے، علیٰ ہذا القیاس، رب کریم نے ذکر کئے اور ہمیں ذکر کرنے سے روکا نہیں بلکہ حکم دیا: اپنوں کا ذکر محبت پیدا کرتا ہے اور غیروں دشمنوں کا ذکر نفرت پیدا کرتا ہے۔ دونوں کی ضرورت ہے، کیوں کہ حدیث میں ہے:

الحب فی اللہ والبغض فی اللہ او کما قال

محبت اللہ تعالیٰ کے حوالے سے اور دشمنی اللہ تعالیٰ کی نسبت سے ہے۔

قرآن کی تلاوت کرنا حکم الٰہی

291 اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾ (عنکبوت)

اے محبوب پڑھو جو کتاب تمہاری طرف وحی کی گئی اور نماز قائم فرماؤ بے شک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بُری بات سے اور بے شک اللہ کا ذکر سب سے بڑا، اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو {کنز الایمان}

کتاب یعنی قرآن شریف کہ اس کی تلاوت عبادت بھی ہے اور اس میں لوگوں کے لیے پند و نصیحت بھی اور احکام و آداب و مکارمِ اخلاق کی تعلیم بھی۔

اگر ذکرِ کسے حرام و ناجائز ہو تو رب منع فرمائے نہ یہ کہ وہ حکم دے کہ وحی کی تلاوت کیا کرو۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

ذکر رو کے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس آیت میں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاوت کرنے کا حکم ہے

ہمیں تو نہیں کہ ہم یہ سب کچھ کرتے پھریں تو ہم یہ کہتے ہیں کہ بھائی کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہو کہ قرآن کی تلاوت نہ کی جائے، یا اگر کرنا چاہیے تو دلیل کیا ہے؟ نہیں، تو پھر آپ ہی بتا دو کہ ان آیات سے کیا مراد ہے؟

تلاوتِ قرآن سننا پسندیدہ عمل ہے

292 اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓىِٕكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ (بقرہ)

جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ جیسی چاہیے اس کی تلاوت کرتے ہیں وہی اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اس کے منکر ہوں تو وہی زیاں کار ہیں (کنز الایمان)

شان نزول: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت اہل سفینہ کے باب میں نازل ہوئی جو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر بارگاہ رسالت ہوئے تھے ان کی تعداد چالیس تھی بتیس اہلِ حبشہ اور آٹھ شامی راہب ان میں بحیرا راہب بھی تھے۔ معنی یہ ہیں کہ درحقیقت توریت شریف پر ایمان لانے والے وہی ہیں جو اس کی تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں اور بغیر تحریف و تبدیل پڑھتے ہیں اور اس کے معنی سمجھتے اور مانتے ہیں اور اس میں حضور سید کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت و صفت دیکھ کر حضور پر ایمان لاتے ہیں اور جو حضور کے منکر ہوتے یں وہ توریت پر ایمان نہیں رکھتے۔

293 لَیْسُوْا سَوَآءً مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآىِٕمَةٌ یَّتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّیْلِ وَهُمْ یَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ (آل عمران)

سب ایک سے نہیں کتابیوں میں کچھ وہ ہیں کہ حق پر قائم ہیں اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں رات کی گھڑیوں میں اور سجدہ کرتے ہیں (کنز الایمان)

لو یہاں سے تو عام اجازت ہو گئی کہ جب جی چاہے ذکر کرو یا تلاوتِ قرآن کرو، مصیبت ان کے لیے جو تعیین وقت پر بھی اعتراض کرتے ہیں۔

قرآن کی تلاوت نہ سننا غیر پسندیدہ

294 وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ یَكَادُوْنَ یَسْطُوْنَ بِالَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ اَلنَّارُ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۷۲﴾ (حج)

اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جائیں تو تم ان کے چہروں پر بگڑنے کے آثار دیکھو گے جنہوں نے کفر کیا قریب ہے کہ لپٹ پڑیں ان کو جو ہماری آیتیں ان پر پڑھتے ہیں تم فرمادو کیا میں تمہیں بتادوں جو تمہارے اس حال سے بھی بدتر ہے وہ آگ ہے اللہ نے اس کا وعدہ دیا ہے کافروں کو اور کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ۔ (کنز الایمان)

296,295 اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾ لِیُوَفِّیَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَیَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۳۰﴾ (فاطر)

بے شک وہ جو اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور نماز قائم رکھتے اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں پوشیدہ اور ظاہر وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں ہرگز ٹوٹا (نقصان) نہیں، تاکہ ان کے ثواب انہیں بھرپور دے اور اپنے فضل سے اور زیادہ عطا کرے بے شک وہ بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے۔ (کنز الایمان)

297 وَسِیْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰی جَهَنَّمَ زُمَرًا حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَتْلُوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِ رَبِّكُمْ وَیُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا قَالُوْا بَلٰی وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَی الْكٰفِرِیْنَ ﴿۷۱﴾ (زمر)

اور کافر جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے گروہ گروہ یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے داروغہ ان سے کہیں گے کیا تمہارے

پاس تمہیں میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں اس دن سے کے ملنے سے ڈراتے تھے کہیں گے کیوں نہیں مگر عذاب کا قول کافروں پر ٹھیک اترا (کنزالایمان)

واضح ہوئی یہ بات کہ تلاوت کرنا پسندیدہ ہے اس پر اجر و ثواب ملتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کی نعت بھی پسندیدہ عمل ہے، کہ قرآن پاک میں ہے:

نعتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پسندیدہ عمل

298تا300 يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيۡرًا ﴿۴۵﴾ (احزاب، فتح) ﴿۸﴾ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذۡنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيۡرًا ﴿۴۶﴾ (احزاب)

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب،

شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر بہت بہترین ترجمہ ہے، مفرداتِ راغب میں ہے "اَلشُّهُوۡدُ وَ الشَّهَادَةُ الۡحُضُوۡرُ مَعَ الۡمُشَاهَدَةِ اِمَّا بِالۡبَصَرِ اَوۡ بِالۡبَصِيۡرَةِ" یعنی شہود اور شہادت کے معنیٰ ہیں حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ساتھ اور گواہ کو بھی اسی لیے شاہد کہتے ہیں کہ وہ مشاہدہ کے ساتھ جو علم رکھتا ہے اس کو بیان کرتا ہے۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام عالَم کی طرف مبعوث ہیں، آپ کی رسالت عامّہ ہے جیسا کہ سورۂ فرقان کی پہلی آیت میں بیان ہوا تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت تک ہونے والی ساری خلق کے شاہد ہیں اور ان کے اعمال و افعال و احوال، تصدیق، تکذیب، ہدایت، ضلال سب کا مشاہدہ فرماتے ہیں (ابوالسعود و جمل) مبشر اور نذیر سے مراد ایمانداروں کو جنّت کی خوشخبری اور کافروں کو عذابِ جہنّم کا ڈر سناتا (خزائن العرفان)

301 اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَیْکُمْ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ (مزمل)

بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے کہ تم پر حاضر ناظر ہیں جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجے (کنزالایمان)

رسولا شاهدا سے سیدِ عالم محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مراد ہیں۔

سراج کا ترجمہ آفتاب قرآنِ کریم کے بالکل مطابق ہے کہ اس میں آفتاب کو سراج فرمایا گیا ہے جیسا کہ سورۂ نوح میں "وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجاً" اور آخرِ پارہ کی پہلی سورۃ میں ہے "وَجَعَلْنَا سِرَاجاً وَّهَّاجاً" اور درحقیقت ہزاروں آفتابوں سے زیادہ روشنی آپ کے نورِ نبوّت نے پہنچائی اور کُفر وشرک کے ظلماتِ شدیدہ کو اپنے نُورِ حقیقت افروز سے دور کر دیا اور خَلق کے لیے معرفت وتوحیدِ الٰہی تک پہنچنے کی راہیں روشن اور واضح کر دیں اور ضلالت کی وادیٔ تاریک میں راہ گم کرنے والوں کو اپنے انوارِ ہدایت سے راہ یاب فرمایا اور اپنے نورِ نبوّت سے ضمائر وبصائر اور قلوب وارواح کو منوّر کیا، حقیقت میں آپ کا وجود مبارک ایسا آفتابِ عالَم تاب ہے جس نے ہزارہا آفتاب بنا دیئے اسی لیے اس کی صفت میں منیر ارشاد فرمایا گیا۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم

کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

اس کے علاوہ کئی آیات واحادیث ہیں جن سے نعتِ رسولِ مقبول پڑھنا ثابت ہوتا ہے جیسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں سیدنا ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب، حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اور کئی دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے، کچھ جھلک مطالعہ عربیہ برائے

کلاس نہم ودہم صفحہ ۳۹ تا ۴۱ ملاحظہ ہو، مطبوعہ ۲۰۰۹ء۔

نیز اذ، اذا، اذکر، اذکروا، جاء، بعث، ارسال، رسل، رسول، نبی، انبیاء وغیرہ الفاظ کی تحقیق میں بھی نعت کا ہی بیان تھا

ایک اردو شاعر کی فکر اور مقامِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت پیشِ نظر رکھتے ہوئے پڑھئے اور سنئے ۔

میری زندگی کا تجھ سے یہ نظام چل رہا ہے
رہے آستاں سلامت میرا کام چل رہا ہے
نہیں عرش و فرش پر ہی تیری عظمتوں کا چرچا
تہِ خاک بھی لحد میں تیرا نام چل رہا ہے

(نصیر الدین نصیر)

حدیث شریف سے نعتِ رسول

بَيْنَمَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَاعِدٌ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ مَرَّ رَجُلٌ فِيْ مُؤَخَّرِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَتَعْرِفُ هٰذَا الْمَارَّ قَالَ: لَا، فَمَنْ هُوَ؟ قَالَ: سَوَادُ بْنُ قَارِبٍ وَهُوَ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ بَيْتٍ فِيْهِمْ شَرَفٌ وَّمَوْضِعٌ وَّهُوَ الَّذِيْ أَتَاهُ رَئِيُّهُ بِظُهُوْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ عُمَرُ عَلَيَّ بِهٖ فَدُعِيَ بِهٖ. فَقَالَ: أَنْتَ سَوَادُ بْنُ قَارِبٍ. قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَأَنْتَ الَّذِيْ أَتَاكَ رَئِيُّكَ بِظُهُوْرِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَأَنْتَ عَلٰى مَا كُنْتَ عَلَيْهِ مِنْ كُهَانَتِكَ فَغَضِبَ غَضَبًا شَدِيْدًا، وَ قَالَ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَا اسْتَقْبَلَنِيْ بِهٰذَا أَحَدٌ مُّنْذُ أَسْلَمْتُ. فَقَالَ عُمَرُ: يَا سُبْحَانَ اللهِ وَاللهِ مَا كُنَّا عَلَيْهِ مِنَ الشِّرْكِ أَعْظَمُ مِمَّا كُنْتَ عَلَيْهِ مِنْ كُهَانَتِكَ. أَخْبِرْنِيْ

بِإِتْيَانِكَ رَئِيُّكَ بِظُهُوْرِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: نَعَمْ، يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بَيْنَا أَنَا ذَاتَ لَيْلَةٍ بَيْنَ النَّائِمِ وَ الْيَقْظَانِ، إِذْ أَتَانِيْ رَئِيٌّ فَضَرَبَنِيْ بِرِجْلِهٖ، وَقَالَ: قُمْ يَا سَوَادَ بْنَ قَارِبٍ فَافْهَمْ وَ اعْقِلْ إِنْ كُنْتَ تَعْقِلُ إِنَّهُ قَدْ بُعِثَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ يَدْعُوْ إِلَى اللهِ وَ إِلٰى عِبَادَتِهٖ. ثُمَّ أَنْشَأَ يَقُوْلُ:

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَ تَجْسَاسِهَا | وَ شَدِّهَا الْعِيْسَ بِأَحْلَاسِهَا
تَهْوِيْ إِلٰى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدٰى | مَا خَيْرُ الْجِنِّ كَأَنْجَاسِهَا
فَارْحَلْ إِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ | وَ اسْمُ بِعَيْنَيْكَ إِلٰى رَأْسِهَا

قَالَ: فَلَمْ أَرْفَعْ بِقَوْلِهٖ رَأْسًا وَقُلْتُ دَعْنِيْ أَنَمْ. فَإِنِّيْ أَمْسَيْتُ نَاعِسًا فَلَمَّا أَنْ كَانَتِ اللَّيْلَةُ الثَّانِيَةُ أَتَانِيْ. فَضَرَبَنِيْ بِرِجْلِهٖ وَقَالَ أَلَمْ أَقُلْ يَا سَوَادَ بْنَ قَارِبٍ قُمْ فَافْهَمْ وَاعْقِلْ إِنْ كُنْتَ تَعْقِلُ قَدْ بُعِثَ رَسُوْلُ اللهِ مِنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ يَدْعُوْ إِلَى اللهِ وَإِلٰى عِبَادَتِهٖ ثُمَّ أَنْشَأَ الْجِنِّيُّ يَقُوْلُ:

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَ تِطْلَابِهَا | وَشَدِّهَا الْعِيْسَ بِأَقْتَابِهَا
تَهْوِيْ إِلٰى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدٰى | مَا صَادِقُ الْجِنِّ كَكَذَّابِهَا
فَارْحَلْ إِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ | بَيْنَ رَوَابِيْهَا وَ حِجَابِهَا

قَالَ: فَلَمْ أَرْفَعْ رَأْسًا فَلَمَّا أَنْ كَانَتِ اللَّيْلَةُ الثَّالِثَةُ أَتَانِيْ فَضَرَبَنِيْ بِرِجْلِهٖ وَقَالَ: أَلَمْ أَقُلْ لَّكَ يَا سَوَادَ بْنَ قَارِبٍ! اِفْهَمْ وَ اعْقِلْ إِنْ كُنْتَ تَعْقِلُ أَنَّهُ قَدْ بُعِثَ رَسُوْلُ اللهِ مِنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ يَدْعُوْ إِلَى اللهِ وَإِلٰى عِبَادَتِهٖ ثُمَّ أَنْشَأَ يَقُوْلُ:

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَ أَخْبَارِهَا | وَشَدِّهَا الْعِيْسَ بِأَكْوَارِهَا
تَهْوِيْ إِلٰى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدٰى | مَا مُؤْمِنُو الْجِنِّ كَكُفَّارِهَا

فَارْحَلْ إِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ ☐ لَيْسَ قُدَّامُهَا كَأَذْنَابِهَا

قَالَ : فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ حُبُّ الْإِسْلَامِ وَرَغِبْتُ فِيْهِ ، فَلَمَّا أَصْبَحْتُ شَدَدْتُ عَلَى رَاحِلَتِيْ فَانْطَلَقْتُ مُتَوَجِّهًا إِلَى مَكَّةَ. فَلَمَّا كُنْتُ بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ أُخْبِرْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ هَاجَرَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَأَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ ، فَسَأَلْتُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيْلَ لِيْ : فِي الْمَسْجِدِ فَانْتَهَيْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَعَقَلْتُ نَاقَتِيْ وَدَخَلْتُ ، وَ إِذَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ حَوْلَهُ فَقُلْتُ : اِسْمَعْ مَقَالَتِيْ يَا رَسُوْلَ اللهِ. فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أُدْنُهُ فَلَمْ يَزَلْ حَتّٰى صِرْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ. قَالَ: هَاتِ فَأَخْبِرْنِيْ بِإِتْيَانِكَ رَئِيُّكَ. فَقَالَ:

أَتَانِيْ نَجِيْ بَعْدَ هَدْءٍ وَ رَقْدَةٍ
وَ لَمْ يَكُ فِيْمَا قَدْ بَلَوْتُ بِكَاذِبِ
ثَلَاثَ لَيَالٍ قَوْلُهُ كُلَّ لَيْلَةٍ
أَتَاكَ رَسُوْلُ اللهِ مِنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبِ
فَشَمَرْتُ مِنْ ذَيْلِيْ الْإِزَارَ وَ وَسَطَتْ
بِيَ الذِّعْلَبُ الْوَجْنَاءُ بَيْنَ السَّبَاسِبِ
فَأَشْهَدُ أَنَّ اللهَ لَا رَبَّ غَيْرُهُ
وَأَنَّكَ مَأْمُوْنٌ عَلٰى كُلِّ غَالِبِ
وَأَنَّكَ أَدْنَى الْمُرْسَلِيْنَ وَسِيْلَةً
إِلَى اللهِ يَا ابْنَ الْأَكْرَمِيْنَ الْأَطَائِبِ
فَمُرْنَا بِمَا يَأْتِيْكَ يَا خَيْرَ مَنْ مَشٰى
وَإِنْ كَانَ فِيْمَا جَاءَ شَيْبُ الذَّوَائِبِ
وَكُنْ لِيْ شَفِيْعًا يَوْمَ لَا ذُوْ شَفَاعَةٍ
سِوَاكَ بِمُغْنٍ عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبِ

فَفَرِحَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ بِإِسْلَامِي فَرَحًا شَدِيْدًا حَتّٰى رُئِيَ فِي وُجُوْهِهِمْ قَالَ فَوَثَبَ عُمَرُ: فَالْتَزَمَهُ وَقَالَ: قَدْ كُنْتُ أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَ هٰذَا مِنْكَ (مستدرک حاکم حدیث ۶۵۹۸)

وفی روایة: فَهَلْ يَأْتِيْكَ رَئِيُّكَ الْيَوْمَ ؟ قَالَ: أَمَّا مُنْذُ قَرَأْتُ الْقُرْآنَ فَلَا، وَنِعْمَ الْعِوَضُ كِتَابُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْجِنِّ. ثُمَّ أَنْشَأَ عُمَرُ يَقُوْلُ: كُنَّا يَوْمًا فِي حَيٍّ مِّنْ قُرَيْشٍ يُقَالُ لَهُمْ آلُ ذَرِيْحٍ، وَقَدْ ذَبَحُوْا عِجْلًا لَّهُمْ فَالْجَزَّارُ يُعَالِجُهُ، إِذْ سَمِعْنَا صَوْتًا مِّنْ جَوْفِ الْعِجْلِ وَلَا نَرٰى شَيْئًا: يَا آلَ ذَرِيْحٍ، أَمْرٌ نَجِيْحٌ، صَائِحٌ يَصِيْحُ، بِلِسَانٍ فَصِيْحٍ، يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ

"معجم ابی یعلی موصلی حدیث نمبر ۳۲۲ [] المعجم الكبير للطبراني - من اسمه سواد، سواد بن قارب السدوسي - حديث: 6345

أَخْبَرَنِي سَوَادُ بْنُ قَارِبٍ الْأَزْدِيُّ، قَالَ: " كُنْتُ نَائِمًا عَلَى جَبَلٍ مِنْ جِبَالِ السَّرَاةِ، فَأَتَى آتٍ، فَضَرَبَنِي بِرِجْلِهِ وَقَالَ: قُمْ يَا سَوَادُ بْنَ قَارِبٍ، أَتَاكَ رَسُوْلٌ مِّنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ، فَاسْتَوَيْتُ قَاعِدًا، وَأَدْبَرَ وَهُوَ يَقُوْلُ:

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَتَجْسَاسِهَا	وَشَدِّهَا الْعِيْسَ بِأَحْلَاسِهَا
تَهْوِيْ إِلٰى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدٰى	مَا صَالِحُوْهَا مِثْلَ أَرْجَاسِهَا!

قال: " ثم عدت، فنمت، فأتاني فضربني برجله، وقال: قم يا سواد بن قارب، أتاك رسول من لؤي بن غالب، وأدبر وهو يقول:

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَ أَخْبَارِهَا	وَرَحْلِهَا الْعِيْسَ بِأَكْوَارِهَا
تَهْوِيْ إِلٰى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدٰى	مَا مُؤْمِنُوْهَا مِثْلُ كُفَّارِهَا

قال: ثم عدت فنمت، فأتاني فضربني برجله، وقال: قم يا سواد بن قارب، أتاك رسول من لؤي بن غالب، فاستويت قاعدا،

وأدبر وھو يقول:

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَ تِطْلَابِهَا | وَشَدِّهَا الْعِيْسَ بِأَقْتَابِهَا
تَهْوِىْ إلى مَكَّةَ تَبْغِىْ الْهُدٰى | مَا صَادِقُوْهَا مِثْلَ كِذَّابِهَا
فَارْحَلْ إلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ | وَ اسمُ بِعَيْنَيْكَ إلى رَأْسِهَا

" قال: " فأصبحت، فاقتعدت بعيرا الى حتى أتيت مكة، فإذا رسول الله صلى الله عليه وسلم قد ظهر، فأخبرته الخبر، واتبعته" قال: فضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى بدت نواجذه، وقال لى: " أفلحت يا سواد". فقال له عمر: هل يأتيك رئيك الآن؟ فقال: منذ قرأت القرآن لم يأتنى، ونعم العوض كتاب الله عز وجل من الجن (دلائل النبوة للبيهقى، حديث سواد بن قارب، حديث: 546

عن محمد بن كعب القرظى قال: بينما عمر ذات يوم جالسا إذ مر به رجل، فقيل: أتعرف هذا المار؟ قال: ومن هذا؟ قالوا: هذا سواد بن قارب، فأرسل إليه عمر، فقال: أأنت سواد بن قارب؟ قال: نعم،. فقال: أأنت الذى أتاه رئيه بظهور رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قال: نعم، قال: فأنت على ما كنت عليه من كهانتك؟ فغضب، وقال: ما استقبلنى بهذا أحد منذ أسلمت يا أمير المؤمنين. فقال عمر: يا سبحان الله، ما كنا عليه من الشرك أعظم.

قال: فأخبرنى بإتيانك رئيك بظهور رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: بينا أنا ذات ليلة بين النائم واليقظان إذ أتانى رئيى فضربنى برجله، فقال: قم يا سواد بن قارب اسمع مقالتى، واعقل إن كنت تعقل، إنه قد بعث رسول من لؤى بن غالب يدعو إلى الله، وإلى

عبادته ، ثم أنشأ يقول : فذكر الأبيات بمعنى ما روينا فی حديث البراء يزيد لفظا ويبدل لفظا بآخر ، وزاد فی آخره ، ثم أنشأ عمر يقول: كنا يوما فی حی من قريش يقال له : آل ذريح ، وقد ذبحوا عجلا ، والجزار يعالجه ، إذ سمعنا صوتا من جوف العجل ، وما نری شيئا ، وهو يقول : يا آل ذريح ، أمر نجيح ، صائح يصيح ، بلسان فصيح ، يشهد أن لا إله إلا الله
معرفة الصحابة لأبی نعيم الأصبهانی-باب السين من اسمه سفيان - سواد بن قارب السدوسی ، حديث:3142

دخل سواد بن قارب علی عمر بن الخطاب فقال له عمر : هل أنت اليوم علی شیء من كهانتك فی الجاهلية ؟ فذكر مثله سواء ، وزاد فی الأبيات:

فكن لی شفيعا يوم لا ذو شفاعة
سواك بمغن عن سواد بن قارب

قال : ففرح رسول الله صلی الله عليه وسلم والمهاجرون والأنصار فرحا شديدا بما قلت ، وأسلمت وعلمونی الإسلام "

ترجمہ: اس اثنا میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے جب ایک آدمی مسجد کے پچھلی طرف میں سے گزرا تو ایک آدمی نے کہا: اے امیر المومنین کیا آپ اس گزرنے والے کو جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، وہ کون ہے؟ اس نے جواب دیا: یہ سواد بن قارب ہے، اور یہ یمن کے رہنے والے ایسے گھر کا فرد ہے جس میں شرفاء رہتے ہیں، اور یہ ایسا شخص ہے جس کے پاس اس کا جن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر لے کر آیا تھا، سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسے میرے پاس بلایا جائے! پھر اسے لایا گیا تو آپ نے فرمایا: تو سواد بن قارب ہے؟ انہوں کہا: ہاں، آپ نے فرمایا: تو وہ ہے جس کے پاس اس کا جن یعنی ہمزاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر لے کر آیا تھا؟ اس

نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: کیا تو اپنی اسی کہانت پر ہے؟ سواد کو بہت زیادہ غصہ آیا، اور اس نے کہا: اے امیر المومنین اس کے ساتھ میرے پاس آج تک اسلام قبول کرنے سے کوئی نہیں آیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: سبحان اللہ! اللہ کی قسم، جس شرک پر ہم تھے وہ اس کہانت سے بڑھ کر تھا جس پر تم تھے۔ آپ مجھے اپنے ہمزاد کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر لے کر آنے کا بتائیے۔

سواد نے فرمایا: ہاں! اے امیر المومنین! اسی اثناء میں کہ میں ایک رات نینداور بیداری کی درمیانی حالت میں تھا کہ میرے پاس میرا ہمزاد آیا، اور اس نے مجھے اپنے پاؤں کی ٹھوکر مار کر کہا: اُٹھ اے سواد بن قارب! سوچ سمجھ اگر تجھے سمجھنے کی توفیق ہے، کہ بلاشک وشبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہو چکے آپ کا تعلق لوئی بن غالب سے ہے، آپ اللہ تعالیٰ اور اس کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں پھر اس نے شعر پڑھنے شروع کیے اور وہ کہہ رہا تھا:

میں جنوں اور ان کی جاسوسی سے حیران ہوا اور ان کے اونٹوں پر زینوں کو باندھنے سے حیران وششدر رہ گیا وہ مکہ میں اترتے تھے ہدایت کے طلب گار تھے جنوں کے بھلے برے برابر نہ تھے۔

سواد نے کہا: میں نے اس کی بات پر سر نہ اٹھایا، اور میں نے کہا: چھوڑ مجھے میں سوتا ہوں، کہ بلاشک میں نے رات اونگھتے ہوئے گزاری ہے، جب دوسری رات ہوئی وہ میرے پاس پھر آیا، اس نے مجھے پاؤں سے مارا، اور کہا: کیا میں نے تجھے نہ کہا تھا اے سواد کہ اٹھ سمجھ بوجھ کر اگر تجھے عقل وسمجھ ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم تشریف لا چکے ہیں، ان کا نسبی تعلق لوئی بن غالب سے ہے، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں۔ پھر ہمزاد نے گا گا کر یہ کہنا شروع کر دیا:

میں جنوں اور ان کی طلب وتلاش سے حیران ہوا، اور ان کے اونٹوں پر پالانوں

کے باندھنے کی وجہ سے حیران و ششدر رہ گیا وہ مکہ میں اترتے تھے ہدایت کے طلب گار تھے جنوں کے سچے جھوٹے برابر نہیں۔ تو آپ بنو ہاشم سے چیدہ ہیں تم ان کی طرف کوچ کروان اونٹوں میں سیرابی والے اور پانی سے رکے ہوئے اونٹوں کے درمیان سفر کر۔

سواد بن قارب کہتے ہیں: میں نے سر نہ اٹھایا، تو جب تیسری رات ہوئی تو وہ ہمزاد جن میرے پاس پھر آ گیا، اس نے مجھے پھر پاؤں کے ساتھ مارا، اور کہا: اے سواد بن قارب کیا میں نے تجھے نہیں کہا: سمجھ اور عقل سے کام لے اگر تو عقل سے کام لے سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لؤی بن غالب سے مبعوث ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں اور اس کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں، پھر وہ یہ شعر گنگنانا شروع ہو گیا:

میں جنوں اور ان کی خبروں سے متعجب ہوں، اور ان کے اونٹوں پر کجاوے باندھنے کی وجہ سے حیران ہوں وہ مکہ میں اترتے تھے ہدایت کے طلب گار تھے جنوں کے ایماندار اور کافر برابر نہیں۔ تو آپ بنو ہاشم سے چنے ہوئے ہیں تم ان کی طرف کوچ کروان کے پہلے ان کے پچھلوں کی طرح نہیں ہیں۔

سواد بن قارب کہتے ہیں: میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو گئی، اور میری رغبت اس طرف ہوئی، تو جب صبح ہوئی میں نے اپنی سواری کو تیار کیا تو مکہ کی طرف رخ کر کے چل پڑا، میں ابھی راستے میں ہی تھا کہ مجھے خبر ملی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر لی ہے، تو میں مدینہ آ گیا، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ آپ مسجد میں ہیں، میں مسجد میں پہنچ گیا۔ میں نے اپنی اونٹنی کو باندھا اور میں مسجد میں داخل ہو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم تشریف فرما ہیں اور لوگ آپ کے ارد گرد ہیں۔

میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میری بات سنئے! تو ابو بکر نے کہا: آپ سے قریب ہو جاؤ وہ مجھے کہتے رہے میں آگے ہوتا رہا حتی کہ میں آپ کے سامنے پہنچ گیا، آپ

نے فرمایا: آؤ اور اپنے ہمزاد کے اپنے پاس آنے کی خبر دو، تو سواد بن قارب نے کہا:

میرے پاس میرا ہمزاد جن سونے اور آرام کرنے کے بعد آیا اور میں آزما چکا تھا کہ وہ جھوٹا نہیں ہے، تین رات تک وہ آتا رہا اور ہر رات اس کی بات ہوتی تھی کہ رسول لؤی بن غالب سے آچکے ہیں، تو میں نے اپنے دامن سے تہہ بند کو سمیٹا اور اپنے درمیان میں باندھ لیا، میرے ساتھ اونٹنی تھی جو جنگلوں اور صحراؤں کے درمیان تیز دوڑتی تھی، تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور رب نہیں ہے اور آپ کو ہر غلبہ والے پر امن وسکون عطا کیا گیا ہے، اور آپ اللہ کی طرف رسولوں اور مرسلین میں سے سب سے زیادہ قریب کا وسیلہ و واسطہ ہیں اے سب سے زیادہ عزت والے پاکیزہ حضرات کے بیٹے! تو آپ ہمیں اس وحی کا حکم دیجئے جو آپ کے پاس آتی ہے، اے ان حضرات میں سے بہترین ذات جو زمین پر چلتے ہیں اگرچہ وہ ان میں سے ہوں جن کے بال میں سفیدی آچکی ہو، آپ میرے سفارش کرنے والے ہو جائیں اس دن جس دن کوئی سفارش کرنے والا آپ کے سوا سواد بن قارب کو فائدہ دینے والا نہیں ہوگا۔

؎ شفاعت کرے حشر میں جو رضا کی — سوا تیرے کس کو یہ قدرت ملی ہے

تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب میرے اسلام قبول کرنے سے بہت زیادہ خوش ہوئے، حتی کہ یہ خوشی ان کے چہروں میں دیکھی گئی، راوی سیدنا سواد بن قارب خود کہتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیزی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور مجھے سینے سے لگا لیا اور فرمایا: میں بلاشک یہ پسند کرتا تھا کہ اس بات کو تجھ سے خود سنوں۔

ایک روایت میں یوں ہے: کیا تیرا وہ جن ہمزاد تیرے پاس آج کل بھی آتا ہے، حضرت سواد بن قارب نے فرمایا: جب سے میں نے قرآن پڑھا ہے اس وقت سے وہ جن میرے پاس نہیں آتا، ہاں جنوں کا بہترین بدلہ یا عوض اللہ عزوجل کی

کتاب (قرآنِ پاک) ہے، پھر سیدنا عمر نے کہا: ہم ایک دن قریش کے ایک قبیلہ میں تھے جنہیں ''آل ذریح'' کہا جاتا تھا۔ انہوں نے ایک بچھڑا ذبح کیا، اور قصائی اس کو ذبح کرتا تھا تو ہم نے اچانک اس بچھڑے کے پیٹ سے آواز سنی اور کوئی شے ہم نے نہ دیکھی، اے ذریح والو! معاملہ کامیابی والا ہے چیخنے والا فصیح زبان میں چیخ رہا تھا، گواہی دیتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

میں جنوں اور ان کی جاسوسی سے حیران ہوا اور ان کے اونٹوں پر زینوں کو باندھنے سے حیران و ششدر رہ گیا وہ مکہ میں اترتے تھے ہدایت کے طلب گار تھے صالح جن گندوں کے برابر نہ تھے۔

سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: پھر میں دوبارہ سو گیا تو وہ پھر میرے پاس آیا تو اس نے اپنے پاؤں سے مجھے مارا، اور کہا: اے سواد بن قارب اٹھ! تیرے پاس لؤی بن غالب سے رسول آ گئے ہیں اور پیٹھ پھیر کر جاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا:

میں حیران ہوں جنوں اور ان کی خبروں سے اور ان کے اونٹوں کو ان کے پالانوں سمیت چلانے سے مکہ میں وہ اترے ہدایت کے طلبگار ہوئے ان کے مومن ان کے کافروں کی مثل نہیں ہیں۔

سواد نے کہا: میں پھر سو گیا تو وہ میرے پاس پھر آیا اس نے مجھے پاؤں سے مارا اور کہا: اے سواد اُٹھ تیرے پاس لؤی بن غالب سے رسول آئے ہیں، میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور وہ پیٹھ پھیر کر چلا گیا اور وہ کہہ رہا تھا:

میں حیران ہوں جنوں اور ان کی طلب سے اور اونٹوں کو ان کے پالانوں سمیت چلانے سے مکہ میں وہ اترے ہدایت کے طلبگار ہوئے ان کے سچے ان کے جھوٹوں کی مثل نہیں ہیں۔ تو کوچ کر ہاشم سے چیدہ شخصیت کی طرف اور اپنی آنکھوں سے ان اونٹوں کے سر کو دیکھ!

فرمایا: صبح ہوئی تو میں نے اپنے اونٹ کو تیار کیا حتی کہ میں مکہ آیا تو جبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو چکا تھا تو آپ کی مجھے خبر دی گئی اور میں آپ کے پیچھے چل پڑا، اور سواد نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے حتی کہ آپ کی آخری داڑھیں ظاہر ہوئیں اور آپ نے مجھے فرمایا: اے سواد تو کامیاب ہو گیا۔

عمر نے سواد سے کہا: اب بھی تیرا ہمزاد تیرے پاس آتا ہے، سواد نے کہا جب سے میں نے قرآن پڑھا وہ میرے پاس نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب جنوں کے مقابل کیا ہی اچھا عوض ہے! (یعنی اس کتاب نے مجھے جنوں سے بے نیاز کر دیا ہے، افسوس ہے کہ آج کل لوگ جادو اور جن گیری کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور قرآن پاک کو چھوڑ چکے ہیں، قاری محمد یاسین قادری شطاری ضیائی)

محمد بن کعب قرظی سے روایت ہے، آپ نے فرمایا: اسی اثناء میں کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے تھے آپ کے پاس سے ایک آدمی گزرا، تو کہا گیا: کیا آپ اس گزرنے والے کو جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ سواد بن قارب ہیں۔ تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی طرف کسی کو بھیجا جو آپ کو بلا لایا۔ آپ نے فرمایا: کیا آپ سواد بن قارب ہو؟ آپ نے جواباً فرمایا: ہاں، تو سیدنا عمر نے فرمایا: کیا تو اپنی اسی کہانت پر ہے جس پر تھا؟ تو سواد کو غصہ آ گیا اور اس نے کہا: میرے پاس اس چیز کے ساتھ کوئی اب تک نہیں آیا جب سے میں ایمان لایا ہوں، تو سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: سبحان اللہ! جس شرک پر ہم تھے وہ اس سے (برائی اور کفر میں) عظیم تر تھا۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا آپ وہی ہو جس کے پاس اس کا ہمزاد جن آیا تھا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے ظہور کی خبر دی تھی؟ سواد نے کہا: ہاں، میں وہی ہوں۔ اے امیر المومنین! پھر فرمایا: تیرے پاس جو تیرا ہمزاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے ظہور کی خبر لے کر آتا تھا اس کے آنے کی خبر مجھے سنا! اس نے کہا: ایک رات اسی اثناء میں کہ میں سونے اور بیداری کی حالت کے درمیان تھا میرے پاس میرا وہ ہمزاد جن آیا تو اس نے مجھے اپنے پاؤں سے مارا، پھر کہا اے سواد بن قارب! اُٹھ میری بات

سن! اور سمجھ اگر تجھے عقل وسمجھ ہے بے شک وشبہ لؤی بن غالب سے اللہ تعالیٰ کے رسول مبعوث ہو چکے، اللہ کی طرف بلاتے اور آپ اس کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں، پھر اس نے یہ شعر کہتے ہوئے کہنا شروع کیا:

پھر راوی نے شعر ذکر کئے جو اسی معنی میں تھے جو ہم براء بن یزید کی حدیث میں لفظ بہ لفظ روایت کر آئے، وہ لفظ کو دوسرے سے بدلتے ہیں اور اس کے آخر میں کہتے ہیں، پھر عمر گنگنا کر کہنے لگے:

ہم ایک دن قریش کے ایک قبیلہ میں تھے جنہیں ''آل ذریح،، کہا جاتا تھا۔ انہوں نے ایک بچھڑا ذبح کیا، اور قصائی اس کو ذبح کرتا تھا تو ہم نے اچانک اس بچھڑے کے پیٹ سے آواز سنی اور کوئی شے ہم نے نہ دیکھی، اے ذریح والو! معاملہ کامیابی والا ہے زور زور سے پکارنے والا فصیح زبان میں پکار رہا تھا، گواہی دیتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

آپ میرے سفارش کرنے والے ہو جایئے اس دن جس دن کوئی سفارش کرنے والا آپ کے سوا سواد بن قارب کو فائدہ دینے والا نہیں ہوگا۔

تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، مہاجر اور انصار میرے نعت پڑھنے اور اسلام قبول کرنے سے بہت زیادہ خوش ہوئے، اور انہوں نے مجھے اسلام کی تعلیم دی۔

باب 7

قرآن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر

کلامِ خدا ہے کلامِ محمد		اسی سے سمجھ لو مقامِ محمد

دَستاں کیہ میں مصطفیٰ دی کڈی اُچی شان اے

آپ دی تعریف وِچ سارا ای قرآن اے

پڑھ کے توں ویکھ جیہڑا مرضی سپارا

قسم خدا دِی مینوں سب نالوں پیارا

کالیاں زُلفاں والا دکھی دلاں دا سہارا

اللہ تعالیٰ کا کلام ذکرِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھرا پڑا ہے، اور جگہ جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ اپنے حبیب کا ذکر کیا ہے، جب بھی ہم قرآن پڑھیں خود بہ خود رسول اللہ کا ذکر ہوتا جاتا ہے، اگر الگ سے کوئی محفل قائم کر کے رسولِ خدا کا ذکر کر لیا جائے تو اس کے برا، بدعت، حرام یا شرک ہونے پر کونسی نص قطعی ہے؟ اللہ تعالیٰ ہی ہر بیماری سے بچانے والا ہے، جسمانی بیماری ہو یا روحانی ایمانی بیماری ہو۔

اللہ کے ذکر کے ساتھ رسول کا ذکر

302 اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ○ (۵۵) (سورۂ مائدہ)

تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ (کنزالایمان)

جن کے ساتھ موالات حرام ہے ان کا ذکر فرمانے کے بعد ان کا بیان فرمایا جن کے ساتھ موالات واجب ہے۔ شانِ نزول: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت

حضرت عبداللہ بن سلام کے حق میں نازل ہوئی انہوں نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ ہماری قوم قُریظہ اور نُضیر نے ہمیں چھوڑ دیا اور قسمیں کھالیں کہ وہ ہمارے ساتھ مجالست (ہم نشینی) نہ کریں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی تو عبداللہ بن سلام نے کہا ہم راضی ہیں اللہ تعالیٰ کے ربّ ہونے پر، اس کے رسول کے نبی ہونے پر، مؤمنین کے دوست ہونے پر اور حکم آیت کا تمام مؤمنین کے لیے عام ہے سب ایک دوسرے کے دوست اور مُحِب ہیں۔

جملہ "وَهُمْ رٰكِعُوْنَ" دو وجہ رکھتا ہے ایک یہ کہ پہلے جملوں پر معطوف ہو دوسری یہ کہ حال واقع ہو، پہلی وجہ اظہر و اقویٰ ہے اور حضرت مُتَرجم قُدِّس سِرّہٗ کا ترجمہ بھی اسی کے مساعد ہے۔ (جمل عن السمین) دوسری وجہ پر دو احتمال ہیں ایک یہ کہ "يُقِيْمُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ" دونوں فعلوں کے فاعل سے حال واقع ہو اس صورت میں معنٰی یہ ہوں گے کہ وہ بخشوع و تواضع نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ (تفسیر ابوالسعود) دوسرا احتمال یہ ہے کہ صرف "يُؤْتُوْنَ" کے فاعل سے حال واقع ہو، اس صورت میں معنٰی یہ ہوں گے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور متواضع ہو کر زکوٰۃ دیتے ہیں۔ (جمل) بعض کا قول ہے کہ یہ آیت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں ہے کہ آپ نے نماز میں سائل کو انگشتری صدقہ دی تھی وہ انگشتری انگشتِ مبارک میں ڈھیلی تھی بے عملِ کثیر کے نکل گئی لیکن امام فخر الدین رازی نے تفسیرِ کبیر میں اس کا بہت شدّ و مد سے ردّ کیا ہے اور اس کے بُطلان پر بہت وجوہ قائم کیے ہیں۔ (خزائن العرفان)

303 وَ مَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ۝ (۵۶) (سورۂ مائدہ)

اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو دوست بنائے تو بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔ (کنز الایمان)

304 يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۱)

اے محبوب! تم سے غنیمتوں کو پوچھتے ہیں، تم فرماؤ غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں۔ تو اللہ سے ڈرو، اور آپس میں میل رکھو، اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اگر ایمان رکھتے ہو۔ (انفال) (کنز الایمان)

شانِ نزول: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: انہوں نے فرمایا: یہ آیت ہم اہل بدر کے حق میں نازل ہوئی جب غنیمت کے معاملہ میں ہمارے درمیان اختلاف پیدا ہوا، اور بد مزگی کی نوبت آگئی تو اللہ تعالیٰ نے معاملہ ہمارے ہاتھ سے نکال کر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا، آپ نے وہ مال برابر تقسیم کر دیا۔ (خزائن العرفان)

نوٹ: اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو با اختیار بنایا ہے، اور محبوب جو چاہیں حکم صادر فرماتے ہیں۔

305 يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝ (الانفال/۲۰)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور سن سنا کر اس سے نہ پھرو۔

306 وَاِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ (۴۸/نور)

اور جب بلائے جائیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف کہ ان میں فیصلہ فرمائے تو جبھی ان کا ایک فریق منہ پھیر جاتا ہے۔

307 اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (۵۱/نور)

مسلمانوں کی بات تو یہی ہے جب اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائے کہ عرض کریں ہم نے سنا اور حکم مانا اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔

308 وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَ يَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ (۵۲/نور)

اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا اور اللہ سے ڈرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں

309 يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (انفال/ ۲۴)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کے لیے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی اور جان لو کہ اللہ کا حکم آدمی اور اس کے دلی ارادوں میں حائل ہو جاتا ہے اور یہ کہ تمہیں اسی کی طرف اٹھنا ہے (کنزالایمان)

کیونکہ رسول کا بلانا اللہ ہی کا بلانا ہے۔

بخاری شریف میں سعید بن معلّی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھتا تھا مجھے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پکارا میں نے جواب نہ دیا پھر میں نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نماز پڑھ رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو۔

ایسا ہی دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت ابی بن کعب نماز پڑھتے تھے حضور۔ نے انہیں پکارا، انہوں نے جلدی نماز تمام کر کے سلام عرض کیا، حضور نے فرمایا تمہیں جواب دینے سے کیا بات مانع ہوئی، عرض کیا حضور میں نماز میں تھا۔ حضور نے فرمایا: کیا تم نے قرآنِ پاک میں یہ نہیں پایا کہ اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو؟ عرض کیا: بے شک

آئندہ ایسا نہ ہوگا۔ اس چیز (جو زندگی دے) سے یا ایمان مراد ہے کیونکہ کافر مردہ ہوتا ہے، ایمان سے اس کو زندگی حاصل ہوتی ہے۔ قتادہ نے کہا کہ وہ چیز قرآن ہے کیونکہ اس سے دلوں کی زندگی ہے اور اس میں نجات ہے اور عصمتِ دارین ہے۔ محمد بن اسحاق نے کہا کہ وہ چیز جہاد ہے کیونکہ اس کی بدولت اللہ تعالیٰ ذلت کے بعد عزت عطا فرماتا ہے۔ بعض مفسّرین نے فرمایا کہ وہ شہادت ہے اس لیے شہداء اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں۔ (خزائن العرفان)

310 اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (۶۲/نور)

ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر یقین لائے اور جب رسول کے پاس ایسے کام میں حاضر ہوئے ہوں جس کے لیے جمع کئے گئے ہوں تو نہ جائیں جب تک اجازت نہ لے لیں، وہ جو تم سے اجازت مانگتے ہیں وہی ہیں جو اللہ اور رسول پر ایمان لاتے ہیں پھر جب وہ تم سے اجازت مانگیں اپنے کسی کام کے لیے تو ان میں سے جسے تم چاہو اجازت دے دو اور ان کے لیے اللہ سے معافی مانگو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنز الایمان)

جس کام کے لیے جمع کئے گئے وہ جیسے کہ جہاد اور تدبیرِ جنگ اور جمعہ و عیدین اور مشورہ اور ہر اجتماع جو اللہ کے لیے ہو۔

ان کا اجازت چاہنا نشانِ فرمانبرداری اور دلیلِ صحتِ ایمان ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ افضل یہی ہے کہ حاضر رہیں اور اجازت طلب نہ کریں

مسئلہ: اماموں اور دینی پیشواؤں کی مجلس سے بھی بے اجازت نہ جانا چاہیئے۔

311 وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُونَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ ۚ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيمًا ﴿۲۲﴾ (احزاب)

اور جب مسلمانوں نے کافروں کے لشکر دیکھے بولے یہ ہے وہ جو ہمیں وعدہ دیا تھا اللہ اور اس کے رسول نے اور سچ فرمایا اللہ اور اس کے رسول نے اور اس سے انہیں نہ بڑھا مگر ایمان اور اللہ کی رضا پر راضی ہونا۔ (کنزالایمان)

کہ تمہیں شدت و بلا پہنچے گی اور تم آزمائش میں ڈالے جاؤ گے اور پہلوں کی طرح تم پر سختیاں آئیں گی اور لشکر جمع ہو ہو کر تم پر ٹوٹیں گے اور انجام کار تم غالب ہو گے اور تمہاری مدد فرمائی جائے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ "الآیۃ اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ پچھلی نو یا دس راتوں میں لشکر تمہاری طرف آنے والے ہیں، جب انہوں نے دیکھا کہ اس میعاد پر لشکر آ گئے تو کہا یہ ہے وہ جو ہمیں اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ دیا تھا۔ یعنی جو اس کے وعدے ہیں سب سچے ہیں سب یقیناً واقع ہوں گے، ہماری مدد بھی ہوگی، ہمیں غلبہ بھی دیا جائے گا اور مکہ مکرمہ اور روم و فارس بھی فتح ہوں گے (خزائن العرفان)

312 وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيمًا ○ (۲۹/احزاب)

اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو بے شک اللہ نے تمہاری نیکی والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔ (کنزالایمان)

یعنی اگر تمہیں مالِ کثیر اور اسبابِ عیش درکار ہے۔

شانِ نزول: سیدِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی ازواجِ مطہرات نے آپ

سے دنیوی سامان طلب کئے اور نفقہ میں زیادتی کی درخواست کی۔ یہاں تو کمالِ زہد تھا سامانِ دنیا اور اس کا جمع کرنا گوارا ہی نہ تھا، اس لیے یہ خاطرِ اقدس پر گراں ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی اور ازواجِ مطہرات کو اختیار دیا گیا، اس وقت حضور کی نو بیبیاں تھیں، پانچ قریشیہ (۱) حضرت عائشہ بنتِ ابی بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) (۲) حفصہ بنتِ فاروق (۳) اُمّ حبیبہ بنتِ ابی سفیان (۴) اُمّ سلمٰی بنتِ امیہ (۵) سودہ بنتِ زَمْعَہ اور چار غیر قریشیہ (۶) زینب بنتِ جحش اسدیہ (۷) میمونہ بنتِ حارث ہلالیہ (۸) صفیہ بنتِ حُیَی بن اخطب خیبریہ (۹) جویریہ بنتِ حارث مصطلقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنھنّ۔

سیدِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ آیت سنا کر اختیار دیا اور فرمایا کہ جلدی نہ کرو اپنے والدین سے مشورہ کر کے جو رائے ہو اس پر عمل کرو، انھوں نے عرض کیا حضور کے معاملہ میں مشورہ کیسا، میں اللہ کو اور اس کے رسول کو اور دارِ آخرت کو چاہتی ہوں اور باقی ازواج نے بھی یہی جواب دیا۔

مسئلہ: جس عورت کو اختیار دیا جائے وہ اگر اپنے زوج کو اختیار کرے تو طلاق واقع نہیں ہوتی اور اگر اپنے نفس کو اختیار کرے تو ہمارے نزدیک طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے۔ جس عورت کے ساتھ بعدِ نکاح دخول یا خلوتِ صحیحہ ہوئی اس کو طلاق دی جائے تو کچھ سامان دینا مستحب ہے اور وہ سامان تین کپڑوں کا جوڑا ہوتا ہے، یہاں مال سے وہی مراد ہے۔

مسئلہ: جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اس کو قبلِ دخول طلاق دی تو یہ جوڑا دینا واجب ہے یعنی تمہیں چھوڑنے کا عمل بغیر کسی ضرر کے ہوگا۔ اس سے پہلی آیت اور یہ آیت دونوں اکٹھی ہیں۔ چھوڑنے کے عمل کے بعد یہ اختیار بھی تھا کہ اگر اللہ و رسول کو اختیار کریں تو اس آیت کا حکم ہے۔

313 وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ

الصَّلٰوۃَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوۃَ وَاَطِعْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ○ (احزاب/ ۳۳)

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

اگلی جاہلیّت سے مراد قبلِ اسلام کا زمانہ ہے اس زمانہ میں عورتیں اتراتی نکلتی تھیں، اپنی زینت ومحاسن کا اظہار کرتی تھیں کہ غیر مرد دیکھیں، لباس ایسے پہنتی تھیں جن سے جسم کے اعضاء اچھی طرح نہ ڈھکیں اور پچھلی جاہلیّت سے اخیر زمانہ مراد ہے جس میں لوگوں کے افعال پہلوں کی مثل ہو جائیں گے۔

یعنی گناہوں کی نجاست سے تم آلودہ نہ ہو۔ اس آیت سے اہلِ بیت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور اہلِ بیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ازواجِ مطہرات اور حضرت خاتونِ جنّت فاطمہ زہراء اور علیِ مرتضیٰ اور حسنینِ کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب داخل ہیں، آیات واحادیث کو جمع کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے اور یہی حضرت امام ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے، ان آیات میں اہلِ بیتِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نصیحت فرمائی گئی ہے تاکہ وہ گناہوں سے بچیں اور تقویٰ و پرہیز گاری کے پابند رہیں، گناہوں کو ناپاکی سے اور پرہیز گاری کو پاکی سے استعارہ فرمایا گیا کیونکہ گناہوں کا مرتکب ان سے ایسا ہی ملوّث ہوتا ہے جیسا جسم نجاستوں سے۔ اس طرزِ کلام سے مقصود یہ ہے کہ اربابِ عقول کو گناہوں سے نفرت دلائی جائے اور تقویٰ و پرہیز گاری کی ترغیب دی جائے۔ (خزائن العرفان)

314 وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا ﴿۳۶﴾ (احزاب)

اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرما دیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے، اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بے شک صریح گمراہی بہکا۔ (کنزالایمان)

شانِ نزول: یہ آیت زینب بنتِ جحش اسدیہ اور ان کے بھائی عبداللہ بن جحش اور ان کی والدہ اُمیمہ بنتِ عبدالمطلب کے حق میں نازل ہوئی، اُمیمہ حضور سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ واقعہ یہ تھا کہ زید بن حارثہ جن کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آزاد کیا تھا اور وہ حضور ہی کی خدمت میں رہتے تھے حضور نے زینب کے لیے ان کا پیام دیا، اس کو زینب نے اور ان کے بھائی نے منظور نہیں کیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور حضرت زینب اور ان کے بھائی اس حکم کو سن کر راضی ہو گئے اور حضور سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت زید کا نکاح ان کے ساتھ کر دیا اور حضور نے ان کا مَہر دس دینار ساٹھ درھم، ایک جوڑا کپڑا، پچاس مد (ایک پیمانہ ہے) کھانا، تیس صاع کھجوریں دیں

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طاعت ہر امر میں واجب ہے اور نبی علیہ السلام کے مقابلہ میں کوئی اپنے نفس کا بھی خود مختار نہیں۔

مسئلہ: اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔

فائدہ: بعض تفاسیر میں حضرت زید کو غلام کہا گیا ہے مگر یہ خالی از تسامح نہیں کیونکہ وہ حُر تھے گرفتاری سے بالخصوص قبلِ بعثت شرعاً کوئی شخص مملوک نہیں ہو جاتا اور وہ زمانہ فَترت کا تھا اور اہلِ فَترت کو حربی نہیں کہا جاتا۔ (کَذَا فِی الْجُمل) (خزائن العرفان)

315 اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۵۷﴾ (احزاب)

بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (کنزالایمان)

یعنی ان بیبیوں پر کچھ گناہ نہیں اس میں کہ وہ ان لوگوں سے پردہ نہ کریں جن کا آیت میں آگے ذکر فرمایا جاتا ہے۔

شانِ نُزول: جب پردہ کا حکم نازل ہوا تو عورتوں کے باپ بیٹوں اور قریب کے رشتہ داروں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کیا ہم اپنی ماؤں بیٹیوں کے ساتھ پردہ کے باہر سے گفتگو کریں، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

یعنی ان اقارب کے سامنے آنے اور ان سے کلام کرنے میں کوئی حرج نہیں

معنی یہ ہوا کہ مسلمان بیبیوں کے سامنے آنا جائز ہے اور کافرہ عورتوں سے پردہ کرنا اور اپنے جسم چھپانا لازم ہے سوائے جسم کے ان حصوں کے جو گھر کے کام کاج کے لیے کھولنے ضروری ہوتے ہیں۔ (یہ حکم عورتوں کے لیے ہیں) (جمل)

یہاں چچا اور ماموں کا صراحۃً ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ وہ والدین کے حکم میں ہیں۔

316 يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۱﴾ (احزاب)

تمہارے اعمال تمہارے لیے سنوار دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے تو اس نے بڑی کامیابی پائی۔ (کنزالایمان)

تمہیں نیکیوں کی توفیق دے گا اور تمہاری طاعتیں قبول فرمائے گا۔

317 لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۷﴾ (فتح)

اندھے پر تنگی نہیں اور نہ لنگڑے پر مضائقہ اور نہ بیمار پر مواخذہ اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں اور جو پھر

جائے گا اسے دردناک عذاب فرمائے گا۔ (کنز الایمان)

جہاد کے رہ جانے میں۔

شانِ نزول: جب اوپر کی آیت نازل ہوئی تو جو لوگ اپاہج و صاحبِ عذر تھے انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارا کیا حال ہوگا؟ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ کہ یہ عذر ظاہر ہے اور جہاد میں حاضر نہ ہونا ان کے لیے جائز ہے، کیونکہ نہ یہ لوگ دشمن پر حملہ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں، نہ اس کے حملہ سے بچنے اور بھاگنے کی۔ انہیں کے حکم میں داخل ہیں وہ بڈھے، ضعیف جنہیں نشست و برخاست کی طاقت نہیں یا جنہیں دمہ کھانسی ہے یا جن کی تلی بہت بڑھ گئی ہے اور انہیں چلنا، پھرنا دشوار ہے، ظاہر ہے کہ یہ عذر جہاد سے روکنے والے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی اعذار ہیں مثلاً غایت درجہ کی محتاجی اور سفر کے ضروری حوائج پر قدرت نہ رکھنا یا ایسے اشغالِ ضروریہ جو سفر سے مانع ہوں جیسے کسی ایسے مریض کی خدمت جس کی خدمت اس پر لازم ہے اور اس کے سواء کوئی اس کا انجام دینے والا نہیں۔ یعنی جو طاعت سے اعراض کرے گا اور کفر و نفاق پر رہے گا۔ (اس کے لیے دردناک عذاب ہے) (خزائن العرفان)

318 قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ (حجرات)

گنوار بولے ہم ایمان لائے تم فرماؤ تم ایمان تو نہ لائے، ہاں یوں کہو کہ ہم مطیع ہوئے، اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا، اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو گے، تو تمہارے کسی عمل کا تمہیں نقصان نہ دے گا، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنز الایمان)

شانِ نزول: یہ آیت بنی اسد بن خزیمہ کی ایک جماعت کے حق میں نازل ہوئی

جو خشک سالی کے زمانہ میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اسلام کا اظہار کیا اور حقیقت میں وہ ایمان نہ رکھتے تھے، ان لوگوں نے مدینہ کے رستہ میں گندگیاں کیں اور وہاں کے بھاؤ گراں کر دیئے، صبح و شام رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر اپنے اسلام لانے کا احسان جتاتے اور کہتے ہمیں کچھ دیجئے، ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ صدقِ دل سے (اسلام میں داخل ہوتے) ظاہر میں (کوئی عمل نقصان نہ دے گا)

مسئلہ: محض زبانی اقرار جس کے ساتھ قلبی تصدیق نہ ہو معتبر نہیں، اس سے آدمی مومن نہیں ہوتا، اطاعت و فرمانبرداری اسلام کے لغوی معنٰی ہیں اور شرعی معنٰی میں اسلام اور ایمان ایک ہیں کوئی فرق نہیں۔

(فرمانبرداری کرو گے) ظاہراً و باطناً صدق و اخلاص کے ساتھ نفاق کو چھوڑ کر، تو تمہاری نیکیوں کا ثواب کم نہ کرے گا۔

319 اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ (حجرات)

ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہ کیا ،اور اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچے ہیں (کنز الایمان)

اپنے دِین و ایمان میں اور ایمان کے دعوٰی میں ۔

شانِ نزول: جب یہ دونوں آیتیں نازل ہوئیں تو اعراب سیّدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے قسمیں کھائیں کہ ہم مومنِ مخلص ہیں۔ اس پر اگلی آیت نازل ہوئی اور سیّدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب فرمایا گیا۔

320 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ

قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۵﴾ (مجادلہ)

بے شک وہ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی ذلیل کیے گئے جیسے ان سے اگلوں کو ذلت دی گئی اور بے شک ہم نے روشن آیتیں اتاریں اور کافروں کے لیے خواری کا عذاب ہے۔ (کنزالایمان)

رسولوں کی مخالفت کرنے کے سبب۔

رسولوں کے صدق پر دلالت کرنے والی۔ (خزائن العرفان)

321 اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِى الْاَذَلِّيْنَ ﴿۲۰﴾ (مجادلہ)

بے شک وہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔

322 كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيْزٌ (مجادلہ/۲۱)

اللہ لکھ چکا کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول بے شک اللہ قوت والا عزت والا ہے۔

323 لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۲۲﴾

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی، اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں، یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں

ہمیشہ رہیں اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ اللہ کی جماعت ہے سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔ (کنزالایمان)

یعنی مومنین سے یہ ہو ہی نہیں سکتا اور ان کی یہ شان ہی نہیں اور ایمان اس کو گوارا ہی نہیں کرتا کہ خدا اور رسول کے دشمن سے دوستی کرے۔

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ بددینوں اور بدمذہبوں اور خدا اور رسول کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں سے مودّت و اختلاط جائز نہیں۔

چنانچہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے جنگِ اُحد میں اپنے باپ جراح کو قتل کیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روزِ بدر اپنے بیٹے عبدالرحمن کو مبارزت کے لیے طلب کیا لیکن رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں اس جنگ کی اجازت نہ دی اور مصعب بن عمیر نے اپنے بھائی عبداللہ بن عمیر کو قتل کیا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو روزِ بدر قتل کیا اور حضرت علی بن ابی طالب و حمزہ و ابوعبیدہ نے ربیعہ کے بیٹوں عتبہ اور شیبہ کو اور ولید بن عتبہ کو بدر میں قتل کیا جو ان کے رشتہ دار تھے، خدا اور رسول پر ایمان لانے والوں کو قرابت اور رشتہ داری کا کیا پاس۔ اس روح سے یا اللہ کی مدد مراد ہے یا ایمان یا قرآن یا جبریل یا رحمتِ الٰہی یا نور۔

324 ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۴﴾ (حشر)

یہ اس لیے کہ وہ اللہ سے اور اس کے رسول سے پھٹے رہیں، اور جو اللہ اور اس کے رسول سے پھٹا رہے تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (کنزالایمان)

325 وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۶﴾

اور جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو ان سے تو تم نے ان پر نہ اپنے گھوڑے

دوڑائے تھے نہ اونٹ ہاں اللہ اپنے رسولوں کے قابو میں دے دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ (حشر) (کنز الایمان)

(اور جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو ان سے) یعنی یہودِ بنی نضیر سے

(تم نے ان پر نہ اپنے گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ) یعنی اس کے لیے تمہیں کوئی مشقت اور کوفت اٹھانا نہیں پڑی، صرف دو میل کا فاصلہ تھا، سب لوگ پیادہ پا چلے گئے، صرف رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سوار ہوئے۔

(اللہ اپنے رسولوں کے قابو میں دے دیتا ہے جسے چاہے) اپنے دشمنوں میں سے۔ مراد یہ ہے کہ بنی نضیر سے جو مال غنیمتیں حاصل ہوئیں ان کے لیے مسلمانوں کو جنگ کرنا نہیں پڑی، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان پر مسلّط کر دیا تو یہ مال حضور کی مرضی پر ہے، جہاں چاہیں خرچ کریں، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ مال مہاجرین پر تقسیم کر دیا اور انصار میں سے صرف تین صاحبِ حاجت لوگوں کو دیا اور وہ ابو دجانہ سماک بن خرشہ اور سہل بن حنیف اور حارث بن صمّہ ہیں۔ (خزائن العرفان)

326 مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ۙ كَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۷﴾ (حشر)

جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کی ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے کہ تمہارے اغنیاء کا مال نہ ہو جائے اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو، اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (کنز الایمان)

پہلی آیت میں غنیمت کا جو حکم مذکور ہوا اس آیت میں اسی کی تفصیل ہے اور بعض

مفسّرین نے اس قول کی مخالفت کی اور فرمایا کہ پہلی آیت اموالِ بنی نضیر کے باب میں نازل ہوئی، ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے لیے خاص کیا اور یہ آیت ہر اس شہر کی غنیمتوں کے باب میں ہے جس کو مسلمان اپنی قوت سے حاصل کریں۔ (مدارک)

رشتہ داروں سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہلِ قرابت ہیں یعنی بنی ہاشم و بنی مطلب۔

(تمہارے اغنیاء کا مال نہ ہوجائے) اور غرباء اور فقراء نقصان میں رہیں، جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں دستور تھا کہ غنیمت میں سے ایک چہارم تو سردار لے لیتا تھا، باقی قوم کے لیے چھوڑ دیتا تھا، اس میں سے مال دار لوگ بہت زیادہ لے لیتے تھے اور غریبوں کے لیے بہت ہی تھوڑا بچتا تھا، اسی معمول کے مطابق لوگوں نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا کہ حضور غنیمت میں سے چہارم لیں، باقی ہم باہم تقسیم کرلیں گے، اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمادیا اور تقسیم کا اختیار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیا اور اس کا طریقہ ارشاد فرمایا۔

(جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو) غنیمت میں سے، کیونکہ وہ تمہارے لیے حلال ہے یا یہ معنی ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمہیں جو حکم دیں اس کا اتباع کرو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت ہر امر میں واجب ہے۔

(اللہ سے ڈرو) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مخالفت نہ کرو اور ان کے تعمیلِ ارشاد میں سستی نہ کرو۔ (بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے) ان پر جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نافرمانی کریں۔

اور مالِ غنیمت میں جیسا کہ اوپر ذکر کئے ہوئے لوگوں کا حق ہے ایسا ہی:

327 لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ یَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۸﴾ (حشر)

ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لیے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے اور اللہ و رسول کی مدد کرتے وہی سچے ہیں (کنزالایمان)

(... نکالے گئے) اور ان کے گھروں اور مالوں پر کفارِ مکہ نے قبضہ کرلیا۔

مسئلہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ کفار استیلاء (غلبہ) سے اموالِ مسلمین کے مالک ہوجاتے ہیں۔

(اللہ و رسول کی مدد کرتے) اپنے جان و مال سے دِین کی حمایت میں۔

(وہی سچے ہیں) ایمان و اخلاص میں۔ قتادہ نے فرمایا کہ ان مہاجرین نے گھر اور مال اور کنبے اللہ تعالیٰ اور رسول کی محبت میں چھوڑے اور اسلام کو قبول کیا اور ان تمام شدتوں اور سختیوں کو گوارا کیا جو اسلام قبول کرنے کی وجہ سے انہیں پیش آئیں، ان کی حالتیں یہاں تک پہنچیں کہ بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھتے تھے اور جاڑوں میں کپڑا نہ ہونے کے باعث گڑھوں اور غاروں میں گذارا کرتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ فقراء مہاجرین اغنیاء سے چالیس سال قبل جنت میں جائیں گے۔

328 اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِسٰلٰتِهٖ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ﴿۲۳﴾ (جن)

مگر اللہ کے پیام پہنچانا اور اس کی رسالتیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو بے شک ان کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں۔ (کنزالایمان)

جو حکم رسول نہ مانے اور ان پر ایمان نہ لائے اس کے لیے جہنم ہے۔ (خزائن)

329 وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۱﴾ (انفال)

اور جان لو کہ جو کچھ غنیمت لو تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ اور رسول وقرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کا ہے، اگر تم ایمان لائے ہو اللہ پر اور اس پر جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلہ کے دن اتارا جس دن دونوں فوجیں ملیں تھیں، اور اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ (کنزالایمان)

(جو کچھ غنیمت لو) خواہ قلیل یا کثیر۔ غنیمت وہ مال ہے جو مسلمانوں کو کفار سے جنگ میں بطریقِ قہر وغلبہ حاصل ہو۔ مسئلہ: مالِ غنیمت پانچ حصوں پر تقسیم کیا جائے اس میں سے چار حصے غانمین کے۔

مسئلہ: غنیمت کا پانچواں حصہ پھر پانچ حصوں پر تقسیم ہوگا ان میں سے ایک حصہ جو کُل مال کا پچیسواں حصہ ہوا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے اور ایک حصہ آپ کے اہلِ قرابت کے لیے اور تین حصے یتیموں اور مسکینوں، مسافروں کے لیے۔

مسئلہ: رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضور اور آپ کے اہلِ قرابت کے حصے بھی یتیموں مسکینوں اور مسافروں کو ملیں گے اور پانچواں حصہ انہیں تین پر تقسیم ہوجائے گا۔ یہی قول ہے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا۔

اس دن سے روزِ بدر مراد ہے اور دونوں فوجوں سے مسلمانوں اور کافروں کی فوجیں اور یہ واقعہ سترہ یا انیس رمضان کو پیش آیا۔ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعداد تین سو دس سے کچھ زیادہ تھی اور مشرکین ہزار کے قریب تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہزیمت دی ان میں سے ستر سے زیادہ مارے گئے اور اتنے ہی گرفتار ہوئے۔ (خزائن)

330 بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔

بیزاری کا حکم سنانا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکوں کو جن سے تمہارا معاہدہ تھا، اور وہ قائم نہ رہے۔ (توبہ:۱) (کنزالایمان)

مشرکینِ عرب اور مسلمانوں کے درمیان عہد تھا، ان میں سے چند کے سوا سب

نے عہد شکنی کی تو ان عہد شکنوں کا عہد ساقط کر دیا گیا اور حکم دیا گیا کہ چار مہینے وہ امن کے ساتھ جہاں چاہیں گزاریں ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا۔ اس عرصہ میں انہیں موقع ہے کہ خوب سوچ سمجھ لیں کہ ان کے لیے کیا بہتر ہے اور اپنی احتیاطیں کرلیں اور جان لیں کہ اس مدت کے بعد اسلام منظور کرنا ہوگا یا قتل۔ یہ سورت ۹ ہجری میں فتحِ مکہ سے ایک سال بعد نازِل ہوئی۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سنہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیرِ حج مقرر فرمایا تھا اور انکے بعد علی مرتضی کو مجمعِ حُجاج میں یہ سورت سنانے کے لیے بھیجا چنانچہ حضرت علی مرتضی نے دس ذی الحجہ کو جمرۂ عُقبہ کے پاس کھڑے ہو کر ندا کی "یٰاَیُّھَا النَّاسُ" میں تمہاری طرف رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فِرستادہ آیا ہوں، لوگوں نے کہا آپ کیا پیام لائے ہیں؟ تو آپ نے تیس یا چالیس آیتیں اس سورت مبارکہ کی تلاوت فرمائیں پھر فرمایا میں چار حکم لایا ہوں۔

(۱) اس سال کے بعد کوئی مشرک کعبۂ معظمہ کے پاس نہ آئے۔ (۲) کوئی شخص برہنہ ہو کر کعبۂ معظمہ کا طواف نہ کرے۔ (۳) جنت میں مؤمن کے سوا کوئی داخل نہ ہوگا۔ (4) جس کا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عہد ہے وہ عہد اپنی مدت تک رہے گا اور جس کی مدت معین نہیں ہے اس کی معیاد چار ماہ پر تمام ہو جائے گی۔ مشرکین نے یہ سن کر کہا کہ اے علی اپنے چچا کے فرزند (یعنی سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خبر دے دیجئے کہ ہم نے عہد پس پشت پھینک دیا، ہمارے ان کے درمیان کوئی عہد نہیں ہے بجز نیزہ بازی اور تیغ زنی کے۔

اس واقعہ میں خلافتِ حضرتِ صدیقِ اکبر کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو تو امیرِ حج بنایا اور حضرت علی مرتضیٰ کو ان کے پیچھے سورۂ براءت پڑھنے کے لیے بھیجا تو حضرت ابوبکر امام ہوئے اور حضرت علی مرتضیٰ مقتدی۔ اس سے حضرت ابوبکر کی تقدیم حضرت علی مرتضیٰ پر ثابت ہوئی۔ (خزائن العرفان

331 وَ اَذٰنٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِی اللّٰهِ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳﴾ (توبہ)

اور منادی پکار دینا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے سب لوگوں میں بڑے حج کے دن کہ اللہ بیزار ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول تو اگر تم توبہ کرو تو تمہارا بھلا ہے اور اگر منہ پھیرو تو جان لو کہ تم اللہ کو نہ تھکا سکو گے اور کافروں کو خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی۔ (کنزالایمان)

حج کو حجِ اکبر فرمایا اس لیے کہ اس زمانہ میں عمرہ کو حجِ اصغر کہا جاتا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ اس حج کو حجِ اکبر اس لیے کہا گیا کہ اس سال رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج فرمایا تھا اور چونکہ یہ جمعہ کو واقع ہوا تھا اس لیے مسلمان اس حج کو جو روزِ جمعہ ہو حجِ وداع کا مُذَکِّر (یاد دِہانی کرانے والا) جان کر حجِ اکبر کہتے ہیں۔

(اگر تم توبہ کرو) کفر و غدر سے تو تمہارا بھلا ہے۔ اور اگر منہ پھیرو ایمان لانے اور توبہ کرنے سے، (تو جان لو کہ تم اللہ کو نہ تھکا سکو گے) یہ وعیدِ عظیم ہے، اور اس میں یہ اِعلام (اِطلاع) ہے کہ اللہ تعالیٰ عذاب نازِل کرنے پر قادر ہے۔ (خزائن العرفان)

332 وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶﴾ (توبہ)

اور اے محبوب اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دو کہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دو، یہ اس لیے کہ وہ نادان لوگ ہیں۔ (کنزالایمان)

(پناہ دو) مہلت کے مہینے گزرنے کے بعد تا کہ آپ سے توحید کے مسائل اور قرآنِ پاک سنیں جس کی آپ دعوت دیتے ہیں۔ اگر ایمان نہ لائے (اس کی جگہ پہنچا دو)

مسئلہ: اس سے ثابت ہوا کہ مستامن کو ایذا نہ دی جائے اور مدت گزرنے کے بعد اس کو دار الاسلام میں اقامت کا حق نہیں۔

(بوجہ نادانی) اسلام اور اس کی حقیقت کو نہیں جانتے تو انہیں امن دینا عین حکمت ہے تاکہ کلام اللہ سنیں اور سمجھیں۔ (خزائن العرفان)

333 كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷﴾ (توبہ)

مشرکوں کے لیے اللہ اور اس کے رسول کے پاس کوئی عہد کیوں کر ہوگا مگر وہ جن سے تمہارا معاہدہ مسجد حرام کے پاس ہوا تو جب تک وہ تمہارے لیے عہد پر قائم رہیں تم ان کے لیے قائم رہو بے شک پرہیزگار اللہ کو خوش آتے ہیں (کنز الایمان)

(مشرکوں کے لئے اللہ اور اس کے رسول کے پاس کوئی عہد کیوں کر ہوگا) کہ وہ غدر و عہد شکنی کیا کرتے ہیں (مگر وہ جن سے تمہارا معاہدہ مسجد حرام کے پاس ہوا) اور ان سے کوئی عہد شکنی ظہور میں نہ آئی مثل بنی کنانہ و بنی ضمرہ کے۔

334 اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ (توبہ)

کیا اس قوم سے نہ لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کے نکالنے کا ارادہ کیا حالانکہ انہیں کی طرف سے پہل ہوئی ہے کیا ان سے ڈرتے ہو تو اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔ (کنز الایمان)

(قسمیں توڑیں) اور صلح حدیبیہ کا عہد توڑا اور مسلمانوں کے حلیف خزاعہ کے مقابل بنی بکر کی مدد کی (اور رسول کے نکالنے کا ارادہ کیا) رسول کے خلاف مکۂ مکرمہ سے

دارالندوہ میں مشورہ کر کے۔(خزائن العرفان)

335 اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ (توبہ)

کیا اس گمان میں ہو کہ یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے پہچان نہ کرائی ان کی جو تم میں سے جہاد کریں گے اور اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو اپنا محرم راز نہ بنائیں گے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔(کنز)

(جو تم میں سے جہاد کریں گے) اخلاص کے ساتھ اللہ کی راہ میں ۔(اور اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو اپنا محرم راز نہ بنائیں گے) اس سے معلوم ہوا کہ مخلص اور غیر مخلص میں امتیاز کر دیا جائے گا، اور مقصود اس سے مسلمانوں کو مشرکین کی موالات اور ان کے پاس مسلمانوں کے راز پہنچانے سے ممانعت کرنا ہے (خزائن العرفان)

337,336 يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾ (توبہ)

اے ایمان والو اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہیں، تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی

کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان، یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔ (کنز)

پہلی آیت نمبر ۲۴: جب مسلمانوں کو مشرکین سے ترکِ موالات کا حکم دیا گیا تو بعض لوگوں نے کہا یہ کیسے ممکن ہے کہ آدمی اپنے باپ بھائی وغیرہ قرابت داروں سے ترکِ تعلق کرے۔ اس پر یہ آیت نازِل ہوئی اور بتایا گیا کہ کُفّار سے موالات جائز نہیں چاہے ان سے کوئی بھی رشتہ ہو۔

(اللہ اپنا حکم لائے) اور جلدی آنے والے عذاب میں مبتلا کرے یا دیر میں آنے والے میں۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ دین کے محفوظ رکھنے کے لیے دنیا کی مَشقت برداشت کرنا مسلمان پر لازم ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے مقابل دنیوی تعلقات کچھ قابلِ اِلتفات نہیں اور خدا اور رسول کی مَحبت ایمان کی دلیل ہے۔ (خزائن العرفان)

338 ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۶﴾ (توبہ)

پھر اللہ نے اپنی تسکین اتاری اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر اور وہ لشکر اتارے جو تم نے نہ دیکھے اور کافروں کو عذاب دیا اور منکروں کی یہی سزا ہے (خزائن العرفان)

(تسکین اتاری) کہ اطمینان کے ساتھ اپنی جگہ قائم رہے۔

(اور تسکین مومنوں پر) کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پکارنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے۔

(لشکر) یعنی فرشتے جنہیں کُفّار نے ابلق گھوڑوں پر سفید لباس پہنے، عمامہ باندھے دیکھا، یہ فرشتے مسلمانوں کی شوکت بڑھانے کے لیے آئے تھے۔ اس جنگ میں

انہوں نے قتال نہیں کیا، قتال صرف بدر میں کیا تھا۔ (کافروں کو عذاب دیا) کہ پکڑے گئے، مارے گئے، ان کے عیال واموال مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ (خزائن العرفان)

339 قٰتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾ (توبہ)

لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ اور اس کے رسول نے اور سچے دین کے تابع نہیں ہوتے یعنی وہ جو کتاب دئے گئے جب تک اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں ذلیل ہو کر (کنز الایمان)

اللہ پر ایمان لانا یہ ہے کہ اس کی ذات اور جملہ صفات وتنزیہات کو مانے اور جو اس کی شان کے لائق نہ ہو اس کی طرف نسبت نہ کرے اور بعض مفسّرین نے رسولوں پر ایمان لانا بھی اللہ پر ایمان لانے میں داخل قرار دیا ہے تو یہود ونصارٰی اگرچہ اللہ پر ایمان لانے کے مدّعی ہیں لیکن ان کا یہ دعوٰی باطل ہے کیونکہ یہود تجسیم وتشبیہ کے اور نصارٰی حلول کے معتقِد ہیں تو وہ کس طرح اللہ پر ایمان لانے والے ہو سکتے ہیں، ایسے ہی یہود میں سے جو حضرت عزیر کو اور نصارٰی حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں تو ان میں سے کوئی بھی اللہ پر ایمان لانے والا نہ ہوا، اسی طرح جو ایک رسول کی تکذیب کرے وہ اللہ پر ایمان لانے والا نہیں۔ یہود ونصارٰی بہت انبیاء کی تکذیب کرتے ہیں لہٰذا وہ اللہ پر ایمان لانے والوں میں نہیں۔

شانِ نُزول: مجاہد کا قول ہے کہ یہ آیت اس وقت نازِل ہوئی جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روم سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا اور اسی کے نازِل ہونے کے بعد غزوۂ تبوک ہوا۔ کلبی کا قول ہے کہ یہ آیت یہود کے قبیلۂ قُریظہ اور نُضیر کے حق میں نازِل ہوئی۔ سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے صلح منظور فرمائی اور یہی پہلا جزیہ ہے جو اہلِ

اسلام کو ملا اور پہلی ذلت ہے جو کفار کو مسلمانوں کے ہاتھ سے پہنچی

(حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کیا) قرآن و حدیث میں اور بعض مفسرین کا قول ہے کہ معنی یہ ہیں کہ توریت و انجیل کے مطابق عمل نہیں کرتے، ان کی تحریف کرتے ہیں اور احکام اپنے دل سے گڑھتے ہیں۔

اور سچے دین (اسلام) کے تابع نہیں ہوتے۔

معاہد اہلِ کتاب سے جو خراج لیا جاتا ہے اس کا نام جزیہ ہے۔

مسائل: یہ جزیہ نقد لیا جاتا ہے اس میں ادھار نہیں۔

مسئلہ: جزیہ دینے والے کو خود حاضر ہو کر دینا چاہیے۔

مسئلہ: پیادہ پا لے کر حاضر ہو کر کھڑے ہو کر پیش کرے۔

مسئلہ: قبولِ جزیہ میں تُرک و ہندو وغیرہ اہلِ کتاب کے ساتھ ملحق ہیں سوا مشرکینِ عرب کے کہ ان سے جزیہ قبول نہیں۔

مسئلہ: اسلام لانے سے جزیہ ساقط ہو جاتا ہے۔ حکمت جزیہ مقرر کرنے کی یہ ہے کہ کفار کو مہلت دی جائے کہ تا کہ وہ اسلام کے محاسن اور دلائل کی قوت دیکھیں اور کتبِ قدیمہ میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت و صفت دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہونے کا موقع پائیں۔ (خزائن العرفان)

340 هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ (توبہ)

وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے پڑے برا مانیں مشرک (کنز الایمان)

341 اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ

اللهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۰﴾ (توبہ)

اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے، فرماتے تھے غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اس پر اپنا سکینہ اتارا، اور ان فوجوں سے اس کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں اور کافروں کی بات نیچے ڈالی، اللہ ہی کا بول بالا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے (کنز الایمان)

یعنی وقتِ ہجرت مکۂ مکرمہ سے جب کہ کُفّار نے دارالندوہ میں حضور کے لیے قتل وقید وغیرہ کے بُرے بُرے مشورے کئے تھے۔ (دونوں سے مراد) سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ یعنی سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے (فرماتے تھے)۔

مسئلہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت اس آیت سے ثابت ہے۔ حسن بن فضل نے فرمایا جو شخص حضرت صدیق اکبر کی صحابیت کا انکار کرے وہ نصِ قرآنی کا منکِر ہو کر کافر ہوا۔

اور قلب کو اطمینان عطا فرمایا (سکینہ اتار کر)۔

ان (فوجوں) سے مراد ملائکہ کی فوجیں ہیں جنہوں نے کُفّار کے رُخ پھیر دیئے اور وہ آپ کو دیکھ نہ سکے اور بدر واَحزاب وحُنین میں بھی انہیں غیبی فوجوں سے مدد فرمائی۔

(کافروں کی بات سے مراد یہ ہے کہ) دعوتِ کُفر وشرک کو پست فرمایا۔

342 وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾ (توبہ)

اور وہ جو خرچ کرتے ہیں اس کا قبول ہونا بند نہ ہوا مگر اسی لیے کہ وہ اللہ و رسول سے منکر ہوئے اور نماز کو نہیں آتے مگر جی ہارے اور خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری سے (کنز الایمان)

کیونکہ انہیں رضائے الٰہی مقصود نہیں۔ (خزائن العرفان)

343 وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗۤ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ (توبہ)

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ و رسول نے ان کو دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول ہمیں اللہ ہی کی طرف رغبت ہے۔ (کنز الایمان)

کہ ہم پر اپنا فضل وسیع کرے اور ہمیں خلق کے اموال سے غنی اور بے نیاز کردے

344 وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۱﴾ (توبہ)

اور ان میں کوئی وہ ہیں کہ ان غیب کی خبریں دینے والے (یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) کو ستاتے ہیں، اور کہتے ہیں وہ تو کان ہیں تم فرماؤ تمہارے بھلے کے لیے کان ہیں اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور مسلمانوں کی بات پر یقین کرتے ہیں (نہ منافقوں کی بات پر) اور جو تم میں مسلمان ہیں ان کے واسطے رحمت ہیں اور وہ جو رسول اللہ کو ایذاء دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے (کنز الایمان)

شانِ نزول: منافقین اپنے جلسوں میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ناشائستہ باتیں بکا کرتے تھے۔ ان میں سے بعضوں نے کہا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوگئی تو ہمارے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ جلاس بن سوید منافق نے کہا: ہم

کہیں حضور کے سامنے مکر جائیں گے اور قسم کھالیں گے، وہ تو کان ہیں ان سے جو کہہ دیا جائے سن کر مان لیتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور یہ فرمایا کہ اگر وہ سننے والے بھی ہیں تو خیر اور صلاح کے سننے اور ماننے والے ہیں شر اور فساد کے نہیں (خزائن

345 يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ (توبہ)

تمہارے سامنے اللہ کی قسم کھاتے ہیں (منافقین اس لیے) کہ تمہیں راضی کرلیں اور اللہ و رسول کا حق زائد تھا کہ اسے راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے (کنزالایمان)

شانِ نزول: منافقین اپنی مجلسوں میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طعن کیا کرتے تھے اور مسلمانوں کے پاس آکر اس سے مکر جاتے تھے اور قسمیں کھا کھا کر اپنا بری ہونا ثابت کرتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ مسلمانوں کو راضی کرنے کے لیے قسمیں کھانے سے زیادہ اہم اللہ اور اس کے رسول کو راضی کرنا تھا اگر ایمان رکھتے تھے تو ایسی حرکتیں کیوں کیں جو خدا اور رسول کی ناراضی کا سبب ہوں (خزائن العرفان)

346 اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۳﴾ (توبہ)

کیا انہیں خبر نہیں کہ جو خلاف کرے اللہ اور اس کے رسول کا تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے کہ ہمیشہ اس میں رہے گا یہی بڑی رسوائی ہے (کنزالایمان)

348,347 وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾ (توبہ)

اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے، تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو! بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر، اگر ہم تم میں سے کسی کو معاف کریں (اس کے تائب ہونے اور بہ اخلاص ایمان لانے سے) تو اوروں کو عذاب دیں گے اس لیے کہ وہ مجرم تھے (اور اپنے جرم پر قائم رہے اور تائب نہ ہوئے)۔ (توبہ) (کنزالایمان)

شانِ نُزول: غزوۂ تبوک میں جاتے ہوئے منافقین کے تین نفروں (گروہوں) میں سے دو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت تمسخراً کہتے تھے کہ ان کا خیال ہے کہ یہ روم پر غالب آجائیں گے، کتنا بعید خیال ہے اور ایک نفر (گروہ) بولتا تو نہ تھا مگر ان باتوں کو سن کر ہنستا تھا۔ حضور نے ان کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ تم ایسا ایسا کہہ رہے تھے انہوں نے کہا: ہم راستہ کاٹنے کے لیے ہنسی کھیل کے طور پر دل لگی کی باتیں کر رہے تھے۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ان کا یہ عذر و حیلہ قبول نہ کیا گیا اور ان کے لیے یہ فرمایا گیا جو اگلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

مسئلہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کُفر ہے جس طرح بھی ہو اس میں عذر قبول نہیں۔

محمد بن اسحٰق کا قول ہے کہ اس سے وہی شخص مراد ہے جو ہنستا تھا مگر اس نے اپنی زبان سے کوئی کلمۂ گستاخی نہ کہا تھا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ تائب ہوا اور اخلاص کے ساتھ ایمان لایا اور اس نے دعا کی کہ یاربّ مجھے اپنی راہ میں مقتول کر کے ایسی موت دے کہ کوئی یہ کہنے والا نہ ہو کہ میں نے غسل دیا، میں نے کفن دیا، میں نے دفن کیا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے اور ان کا پتہ ہی نہ چلا ان کا نام یحیٰی بن حمیر اشجعی تھا اور چونکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدگوئی سے زبان روکی تھی اس لیے انہیں توبہ و ایمان کی توفیق ملی۔

349 وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾(توبہ)

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں (اور باہم دینی محبت وموالات رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے معین ومددگار ہیں) بھلائی کا حکم دیں (یعنی اللہ اور رسول پر ایمان لانے اور شریعت کا اِتباع کرنے کا) اور برائی سے منع کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور اللہ و رسول کا حکم مانیں یہ ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم کرے گا بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے (کنزالایمان مع خزائن)

350 يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جٰهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۳﴾(توبہ)

اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر (کافِروں پر تو تلوار اور حرب سے اور منافقوں پر اقامتِ حُجّت سے) اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی (کنزالایمان مع خزائن)

351 يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِى الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۷۴﴾(توبہ)

اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہ کہا اور بے شک ضرور انہوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام میں آکر کافر ہو گئے اور وہ چاہا تھا جو انہیں نہ ملا، اور انہیں کیا برا لگا یہی نہ کہ

اللہ ورسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا (ایسی حالت میں ان پر شکر واجب تھا نہ کہ ناسپاسی (ناشکری)) تو اگر وہ توبہ کریں تو ان کا بھلا ہے اور اگر منہ پھیریں (توبہ وایمان سے اور کُفر ونفاق پر مُصِر رہیں) تو اللہ انہیں سخت عذاب کرے گا دنیا وآخرت میں اور زمین میں کوئی نہ ان کا حمایتی ہوگا نہ مددگار (کہ انہیں عذابِ الٰہی سے بچا سکے) (کنزالایمان مع خزائن العرفان)

شانِ نُزول: امام بغوی نے کلبی سے نقل کیا کہ یہ آیت جلاس بن سوید کے حق میں نازِل ہوئی۔ واقعہ یہ تھا کہ ایک روز سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبوک میں خُطبہ فرمایا اس میں منافقین کا ذکر کیا اور ان کی بدحالی و بدمآلی کا ذکر فرمایا یہ سن کر جلاس نے کہا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سچے ہیں تو ہم لوگ گدھوں سے بدتر۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ واپس تشریف لائے تو عامر بن قیس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جلاس کا مقولہ بیان کیا، جلاس نے انکار کیا اور کہا کہ یارسولَ اللہ عامر نے مجھ پر جھوٹ بولا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کو حکم فرمایا کہ منبر کے پاس قسم کھائیں، جلاس نے بعد عصر منبر کے پاس کھڑے ہو کر اللہ کی قسم کھائی کہ یہ بات اس نے نہیں کہی اور عامر نے اس پر جھوٹ بولا پھر عامر نے کھڑے ہو کر قسم کھائی کہ بے شک یہ مقولہ جلاس نے کہا اور میں نے اس پر جھوٹ نہیں بولا پھر عامر نے ہاتھ اٹھا کر اللہ کے حضور میں دعا کی "یاربّ اپنے نبی پر سچے کی تصدیق نازِل فرما"۔ ان دونوں کے جدا ہونے سے پہلے ہی حضرت جبریل یہ آیت لے کر نازِل ہوئے آیت میں "فَاِنْ یَّتُوْبُوْا یَكُ خَیْرًا لَّهُمْ" سن کر جلاس کھڑے ہو گئے اور عرض کیا یارسولَ اللہ سنئے اللہ نے مجھے توبہ کا موقع دیا، عامر بن قیس نے جو کچھ کہا سچ کہا، میں نے وہ کلمہ کہا تھا اور اب میں توبہ واستغفار کرتا ہوں حضور نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور وہ توبہ پر ثابت رہے۔

مجاہد نے کہا کہ جلاس نے افشائے راز کے اندیشہ سے عامر کے قتل کا ارادہ کیا تھا

اس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ پورا نہ ہوا۔ (خزائن العرفان)

352 اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۸۰﴾ (توبہ)

تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو اگر تم ستر باران کی معافی چاہو گے تو اللہ ہر گز انھیں نہیں بخشے گا (جو ایمان سے خارج ہوں جب تک کہ وہ کُفر پر رہیں، مدارک) یہ اس لیے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے منکر ہوئے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا (کنزالایمان مع خزائن العرفان)

شانِ نُزول: اوپر کی آیتیں جب نازِل ہوئیں اور منافقین کا نِفاق کھل گیا اور مسلمانوں پر ظاہر ہو گیا تو منافقین سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے معذرت کر کے کہنے لگے کہ آپ ہمارے لیے استِغفار کیجئے۔ اس پر یہ آیت نازِل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز اِن کی مغفرت نہ فرمائے گا چاہے آپ اِستِغفار میں مبالغہ کریں۔ (خزائن العرفان)

353 فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْۤا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۱﴾ (توبہ)

پیچھے رہ جانے والے اس پر خوش ہوئے کہ وہ رسول کے پیچھے بیٹھ رہے (اور غزوۂ تبوک میں نہ گئے) اور انہیں گوارا نہ ہوا کہ اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں لڑیں اور بولے اس گرمی میں نہ نکلو تم فرماؤ جہنم کی آگ سب سے سخت گرم ہے کسی طرح انہیں سمجھ ہوتی (تو تھوڑی دیر کی گرمی برداشت کرتے اور ہمیشہ کی آگ میں جلنے سے اپنے آپ کو بچاتے) (کنزالایمان مع خزائن العرفان)

354 وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰٓ اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾ (توبہ)

اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا بے شک اللہ اور رسول سے منکر ہوئے اور فسق ہی میں مر گئے (کنز الایمان)

اس آیت میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منافقین کے جنازے کی نماز اور ان کے دفن میں شرکت کرنے سے منع فرمایا گیا۔

مسئلہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ کافر کے جنازے کی نماز کسی حال میں جائز نہیں اور کافر کی قبر پر دفن و زیارت کے لیے کھڑے ہونا بھی ممنوع ہے اور یہ جو فرمایا (اور فِسق ہی میں مر گئے) یہاں فِسق سے کُفر مراد ہے۔ قرآنِ کریم میں اور جگہ بھی فِسق بمعنی کُفر وارِد ہوا ہے جیسے کہ آیت "اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا" میں۔

مسئلہ: فاسق کے جنازے کی نماز جائز ہے اس پر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے اور اس پر عُلماءِ صالحین کا عمل اور یہی اہلِ سنّت و جماعت کا مذہب ہے۔

مسئلہ: اس آیت سے مسلمانوں کے جنازے کی نماز کا جواز بھی ثابت ہوتا ہے اور اس کا فرضِ کفایہ ہونا حدیثِ مشہور سے ثابت ہے۔

مسئلہ: جس شخص کے مؤمن یا کافر ہونے میں شبہ ہو اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھی جائے۔

مسئلہ: جب کوئی کافر مر جائے اور اس کا ولی مسلمان ہو تو اس کو چاہیئے کہ بطریقِ مسنون غسل نہ دے بلکہ نجاست کی طرح اس پر پانی بہا دے اور نہ کفنِ مسنون دے بلکہ اتنے کپڑے میں لپیٹ دے جس سے ستر چھپ جائے اور نہ سنّت طریقہ پر دفن کرے اور نہ بطریقِ سنّت قبر بنائے صرف گڑھا کھود کر دبا دے۔

شانِ نُزول: عبداللہ بن اُبَیّ ابن سلول منافقوں کا سردار تھا جب وہ مرا تو ا

کے بیٹے عبداللہ نے جو مسلمان، صالح مخلص صحابی اور کثیر العبادت تھے۔ انہوں نے یہ خواہش کی کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے باپ عبداللہ بن اُبَی بن سلول کو کفن لیے اپنا قمیص مبارک عنایت فرمادیں اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اس کے خلاف تھی لیکن چونکہ اس وقت تک ممانعت نہیں ہوئی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم تھا کہ حضور کا یہ عمل ایک ہزار آدمیوں کے ایمان لانے کا باعث ہوگا اس لیے حضور نے اپنی قمیص بھی عنایت فرمائی اور جنازہ کی شرکت بھی کی۔ قمیص دینے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس جو بدر میں اسیر ہو کر آئے تھے تو عبداللہ بن اُبی نے اپنا کُرتہ انہیں پہنایا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا بدلہ کردینا بھی منظور تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس کے بعد پھر کبھی سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی منافق کے جنازہ کی شرکت نہ فرمائی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ مصلحت بھی پوری ہوئی چنانچہ جب کُفّار نے دیکھا کہ ایسا شدید العداوت شخص جب سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کُرتے سے برکت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسکے عقیدے میں بھی آپ اللہ کے حبیب اور اس کے سچے رسول ہیں۔ یہ سوچ کر ہزار کافر مسلمان ہوگئے۔ (خزائن العرفان)

355 وَإِذَآ أُنزِلَتْ سُورَةٌ أَنْ ءَامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَجَٰهِدُوا۟ مَعَ رَسُولِهِ ٱسْتَـْٔذَنَكَ أُو۟لُوا۟ ٱلطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوا۟ ذَرْنَا نَكُن مَّعَ ٱلْقَٰعِدِينَ ﴿٨٦﴾ (توبہ)

اور جب کوئی سورت اترے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ہمراہ جہاد کرو تو ان کے مقدور والے تم سے رخصت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں چھوڑ دیجیے کہ بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ ہولیں (توبہ)

356تا359 لَٰكِنِ ٱلرَّسُولُ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَعَهُۥ جَٰهَدُوا۟ بِأَمْوَٰلِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ۚ وَأُو۟لَٰٓئِكَ لَهُمُ ٱلْخَيْرَٰتُ ۖ وَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿٨٨﴾ أَعَدَّ ٱللَّهُ

لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۸۹﴾ وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِیُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِیْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ سَیُصِیْبُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۹۰﴾ لَیْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ مَا یُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ مَا عَلَى الْمُحْسِنِیْنَ مِنْ سَبِیْلٍ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۹۱﴾ (توبہ)

لیکن رسول اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں جانوں سے جہاد کیا اور انہیں کے لیے بھلائیاں ہیں (دونوں جہان کی) اور یہی مراد کو پہونچے ○ اللہ نے ان کے لیے تیار کر رکھی ہیں بہشتیں جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں گے یہی بڑی مراد ملنی ہے ○ اور بہانے بنانے والے گنوار آئے (سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جہاد سے رہ جانے کا عذر کرنے) کہ انہیں رخصت دی جائے اور بیٹھ رہے وہ جنہوں نے اللہ و رسول سے جھوٹ بولا تھا (یہ دوسرے گروہ کا حال ہے جو بغیر کسی عذر کے بیٹھ رہے، یہ منافقین تھے انہوں نے ایمان کا دعوٰی جھوٹا کیا تھا) جلد ان میں کے کافروں کو دردناک عذاب پہونچے گا (دنیا میں قتل ہونے کا اور آخرت میں جہنم کا) ○ ضعیفوں پر کچھ حرج نہیں (باطل والوں کا ذکر فرمانے کے بعد سچے عذر والوں کے متعلق فرمایا کہ ان پر سے جہاد کی فرضیت ساقط ہے۔ یہ کون لوگ ہیں؟ ان کے چند طبقے بیان فرمائے، پہلے ضعیف جیسے کہ بوڑھے، بچے، عورتیں اور وہ شخص بھی انہیں میں داخل ہے جو پیدائشی کمزور، ضعیف، نحیف، ناکارہ ہو) اور نہ بیماروں پر (یہ دوسرا طبقہ ہے جس میں اندھے، لنگڑے، اپاہج بھی داخل ہیں) اور نہ ان پر جنہیں خرچ کا مقدور نہ ہو (اور سامانِ جہاد نہ کر سکیں یہ لوگ رہ جائیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں) جب کہ اللہ و رسول کے خیر خواہ رہیں (ان کی اطاعت کریں اور مجاہدین کے گھر والوں کی خبر گیری رکھیں) نیکی والوں پر کوئی راہ نہیں (مؤاخذہ کی) اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

ضحاک کا قول ہے کہ یہ (عذر کرنے والے لوگ) عامر بن طفیل کی جماعت تھی انہوں نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا نبی اللہ اگر ہم آپ کے ساتھ جہاد میں جائیں تو قبیلۂ طے کے عرب ہماری بی بیوں بچوں اور جانوروں کو لوٹ لیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اللہ نے تمہارے حال سے خبردار کیا ہے اور وہ مجھے تم سے بے نیاز کرے گا۔ عمرو بن علاء نے کہا کہ ان لوگوں نے عذرِ باطل بنا کر پیش کیا تھا۔

360 يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾ (توبہ)

تم سے بہانے بنائیں گے (اور باطل عذر پیش کریں گے، یہ جہاد سے رہ جانے والے منافق تمہارے اس سفر سے واپس ہونے کے وقت) جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تم فرمانا بہانے نہ بناؤ ہم ہرگز تمہارا یقین نہ کریں گے اللہ نے ہمیں تمہاری خبریں دے دی ہیں اور اب اللہ و رسول تمہارے کام دیکھیں گے (کہ تم نِفاق سے توبہ کرتے ہو یا اس پر قائم رہتے ہو۔ بعض مفسّرین نے کہا کہ انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ زمانۂ مستقبل میں وہ مومنین کی مدد کریں گے، ہوسکتا ہے کہ اسی کی نسبت فرمایا گیا ہو کہ اللہ و رسول تمہارے کام دیکھیں گے کہ تم اپنے اس عہد کو بھی وفا کرتے ہو یا نہیں) پھر اس کی طرف پلٹ کر جاؤ گے جو چھپے اور ظاہر سب کو جانتا ہے وہ تمہیں جتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

361 اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۹۷﴾ (توبہ)

گنوار (جنگل کے رہنے والے) کفر اور نفاق میں زیادہ سخت ہیں (کیونکہ وہ

مجالسِ علم اور صحبتِ علماء سے دور رہتے ہیں) اور اسی قابل ہیں کہ اللہ نے جو حکم اپنے رسول پر اتارے اس سے جاہل رہیں اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔ (کنز الایمان مع خزائن)

362 وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾ (توبہ)

اور کچھ گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو خرچ کریں اسے اللہ کی نزدیکیوں اور رسول سے دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھیں، ہاں ہاں وہ ان کے لیے باعث قرب ہے اللہ جلد انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنز الایمان)

(ایمان والے) مجاہد نے کہا کہ یہ لوگ قبیلۂ مُزینہ میں سے بنی مقرن ہیں کلبی نے کہا: وہ اسلم اور غفار اور جُہینہ قبیلہ سے ہیں۔

بخاری اور مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قریش اور انصار اور جہینہ اور مزینہ اور اسلم اور شجاع اور غفار موالی ہیں، اللہ اور رسول کے سوا ان کا کوئی مولا نہیں۔

دعائیں لینے کا ذریعہ) کہ جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں صدقہ لائیں تو حضور ان کے لیے خیر و برکت و مغفرت کی دعا فرمائیں، یہی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ تھا۔ مسئلہ: یہی فاتحہ کی اصل ہے کہ صدقہ کے ساتھ دعائے مغفرت کی جاتی ہے لہذا فاتحہ کو بدعت و ناروا بتانا قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ (خزائن العرفان)

363 خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾ (توبہ)

اے محبوب! ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل کرو جس سے تم انھیں ستھرا اور

پاکیزہ کردو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بے شک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے اور اللہ سنتا جانتا ہے (کنز الایمان)

آیت میں جو صدقہ وارد ہوا ہے اس کے معنی میں مفسرین کے کئی قول ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ صدقہ غیر واجبہ تھا جو بطور کفارہ کے ان صاحبوں نے دیا تھا جن کا ذکر اوپر کی آیت میں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس صدقہ سے مراد وہ زکوٰۃ ہے جو ان کے ذمہ واجب تھی، وہ تائب ہوئے اور انہوں نے زکوٰۃ ادا کرنی چاہی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لینے کا حکم دیا۔ امام ابوبکر رازی جصاص نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ صدقہ سے زکوٰۃ مراد ہے۔ (خازن و احکام القرآن) مدارک میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ صدقہ لینے والا صدقہ دینے والے کے لیے دعا کرے اور بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کی حدیث ہے کہ جب کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صدقہ لاتا آپ اس کے حق میں دعا کرتے، میرے باپ نے صدقہ حاضر کیا تو حضور نے دعا فرمائی "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰٓى اٰلِ اَبِيْ اَوْفٰى" مسئلہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ فاتحہ میں جو صدقہ لینے والے صدقہ پا کر دعا کرتے ہیں، یہ قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔ (خزائن العرفان)

364 وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۚ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ (توبہ)

اور تم فرماؤ کام کرو اب تمہارے کام دیکھے گا اللہ اور اس کے رسول اور مسلمان اور جلد اس کی طرف پلٹو گے جو چھپا اور کھلا سب جانتا ہے تو وہ تمہارے کام تمہیں جتا دے گا (کنز الایمان)

365 وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ۚ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ (توبہ)

اور وہ جنہوں نے مسجد بنائی (مسجدِ قُبا والوں کے) نقصان پہنچانے کو اور کفر کے سبب (کہ وہاں خدا اور رسول کے ساتھ کُفر کریں اور نِفاق کو قوت دیں) اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو (جو مسجدِ قُبا میں نماز کے لیے مجتمع ہوتے ہیں) اور اُس کے انتظار میں جو پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کا مخالف ہے (یعنی ابو عامر راہب) اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے ہم نے تو بھلائی چاہی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بے شک جھوٹے ہیں (کنز الایمان مع خزائن)

شانِ نُزول: یہ آیت ایک جماعتِ منافقین کے حق میں نازِل ہوئی جنہوں نے مسجدِ قُبا کو نقصان پہنچانے اور اس کی جماعت متفرق کرنے کے لیے اس کے قریب ایک مسجد بنائی تھی۔ اس میں ایک بڑی چال تھی وہ یہ کہ ابو عامر جو زمانِ جاہلیت میں نصرانی راہب ہو گیا تھا، سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینۂ طیّبہ تشریف لانے پر حضور سے کہنے لگا یہ کون سا دین ہے جو آپ لائے ہیں، حضور نے فرمایا میں ملّتِ حنیفیہ، دینِ ابراہیم لایا ہوں، کہنے لگا میں اسی دین پر ہوں، حضور نے فرمایا نہیں، اس نے کہا کہ آپ نے اس میں کچھ اور ملا دیا ہے، حضور نے فرمایا نہیں، میں خالص، صاف ملّت لایا ہوں۔ ابو عامر نے کہا ہم میں سے جو جھوٹا ہو اللہ اس کو مسافرت میں تنہا اور بیکس کر کے ہلاک کرے، حضور نے آمین فرمایا۔ لوگوں نے اس کا نام ابو عامر فاسق رکھ دیا، روزِ اُحد ابو عامر فاسق نے حضور سے کہا کہ جہاں کہیں کوئی قوم آپ سے جنگ کرنے والی ملے گی میں اس کے ساتھ ہو کر آپ سے جنگ کروں گا چنانچہ جنگِ حُنین تک اس کا یہی معمول رہا اور وہ حضور کے ساتھ مصروفِ جنگ رہا، جب ہوازن کو شکست ہوئی اور وہ مایوس ہو کر مُلکِ شام کی طرف بھاگا تو اس نے منافقین کو خبر بھیجی کہ تم سے جو سامانِ جنگ ہو سکے قوت و سلاح سب جمع کرو اور میرے لیے ایک مسجد بناؤ، میں شاہِ روم کے پاس جاتا ہوں وہاں سے رومی لشکر لے کر آؤں گا اور (سیدِ عالَم) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اصحاب کو نکالوں گا۔ یہ خبر

پا کران لوگوں نے مسجدِ ضرار بنائی تھی اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا تھا یہ مسجد ہم نے آسانی کے لیے بنادی ہے کہ جو لوگ بوڑھے، ضعیف، کمزور ہیں وہ اس میں بہ فراغت نماز پڑھ لیا کریں، آپ اس میں ایک نماز پڑھ دیجئے اور برکت کی دعا فرمادیجئے۔ حضور نے فرمایا کہ اب تو میں سفرِ تبوک کے لیے پابرکاب ہوں، واپسی پر اللہ کی مرضی ہوگی تو وہاں نماز پڑھ لوں گا جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس ہوکر مدینہ شریف کے قریب ایک موضع میں ٹھہرے تو منافقین نے آپ سے درخواست کی کہ ان کی مسجد میں تشریف لے چلیں۔ اس پر یہ آیت نازِل ہوئی اور ان کے فاسد ارادوں کا اظہار فرمایا گیا تب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض اصحاب کو حکم دیا کہ اس مسجد کو جا کر ڈھادیں اور جلادیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور ابو عامر راہب مُلکِ شام میں بحالتِ سفر بے کسی و تنہائی میں ہلاک ہوا۔ (خزائن العرفان)

367,366 لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ﴿۱۲۹﴾ (توبہ)

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرمادو کہ مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے (کنز الایمان)

(رسول سے مراد) محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عربی قرشی، جن کے حسب و نسب کو تم خوب پہچانتے ہو کہ تم میں سب سے عالی نسب ہیں اور تم ان کے صدق و امانت، زہد و تقوٰی، طہارت و تقدس اور اخلاقِ حمیدہ کو بھی خوب جانتے ہو اور ایک قراءۃ میں "اَنْفَسِكُمْ" بفتحِ فا آیا ہے، اس کے معنٰی ہیں کہ تم میں سب سے نفیس تر اور اشرف و افضل۔

اس آیتِ کریمہ میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری یعنی آپ کے میلادِ مبارک کا بیان ہے۔ ترمذی کی حدیث سے بھی ثابت ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پیدائش کا بیان قیام کر کے فرمایا۔ مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ محفلِ میلادِ مبارک کی اصل قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

آیتِ اول میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے دوناموں سے مشرف فرمایا۔ یہ کمال تکریم ہے اس سرورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

منہ پھیرنے سے مراد ہے) منافقین و کفار کا آپ پر ایمان لانے سے اعراض کرنا ہے۔

حاکم نے مستدرک میں اُبی ابنِ کعب سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ "لَقَدْ جَاءَکُمْ" سے آخر سورت تک دونوں آیتیں قرآنِ کریم میں سب کے بعد نازِل ہوئیں۔ (خزائن العرفان)

368 ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ (مجادلہ)

کیا تم اس سے ڈرے کہ تم اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقے دو (بسبب اپنی غریبی وناداری کے) پھر جب تم نے یہ نہ کیا اور اللہ نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی (اور ترکِ تقدیمِ صدقہ کا مواخذہ تم پر سے اٹھالیا اور تم کو اختیار دے دیا) تو نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار رہو اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے (کنزالایمان مع خزائن العرفان)

369 یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾ (محمد)

اے ایمان والو اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو (یعنی ایمان وطاعت پر قائم رہو) اور اپنے عمل باطل نہ کرو (ریا یا نفاق سے) (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

شانِ نزول: بعض لوگوں کا خیال تھا کہ جیسے شرک کی وجہ سے تمام نیکیاں ضائع ہوجاتی ہیں اسی طرح ایمان کی برکت سے کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی گئی اور بتایا گیا کہ مومن کے لیے اطاعتِ خدا اور رسول ضروری ہے گناہوں سے بچنا لازم ہے۔

مسئلہ: اس آیت میں عمل کے باطل کرنے کی ممانعت فرمائی گئی تو آدمی جو عمل شروع کرے خواہ وہ نفل ہی ہو نماز یا روزہ یا اور کوئی، لازم ہے کہ اس کو باطل نہ کرے۔

370 يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿٦٦﴾ (احزاب)

جس دن ان کے منہ اُلٹ اُلٹ کر آگ میں تلے جائیں گے کہتے ہوں گے ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا (دنیا میں تو ہم آج عذاب میں گرفتار نہ ہوتے) (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

371 تا 373 وَيَقُولُونَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٧﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۖ وَ اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۚ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿٥٤﴾ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٥٦﴾ (نور)

اور کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ اور رسول پر اور حکم مانا پھر کچھ ان میں کے اس کے بعد پھر جاتے ہیں (اور اپنے قول کی پابندی نہیں کرتے) اور وہ مسلمان نہیں (منافق ہیں کیونکہ ان کے دل ان کی زبانوں کے موافق نہیں) تم فرماؤ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول

کا (سچے دل اور سچی نیت سے) پھر اگر تم منہ پھیرو (رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرمانبرداری سے تو اس میں ان کا کچھ ضرر نہیں) تو رسول کے ذمہ وہی ہے جو اس پر لازم کیا گیا (یعنی دین کی تبلیغ اور احکامِ الٰہی کا پہنچا دینا اس کو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اچھی طرح ادا کر دیا اور وہ اپنے فرض سے عہدہ برآ ہو چکے) اور تم پر وہ ہے جس کا بوجھ تم پر رکھا گیا (یعنی رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت و فرمانبرداری) اور اگر رسول کی فرماں برداری کرو گے راہ پاؤ گے اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا (چنانچہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت واضح طور پر پہنچا دیا) اور نماز برپا رکھو اور زکوٰۃ دو اور رسول کی فرمانبرداری کرو اس امید پر کہ تم پر رحم ہو۔ (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

374 قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ِالَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

تم فرماؤ اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کو ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں جلائے اور مارے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول بے پڑھے غیب بتانے والے پر کہ اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور انکی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ (اعراف/۱۵۸) (کنز الایمان)

یہ آیت سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عُمومِ رسالت کی دلیل ہے کہ آپ تمام خلق کے رسول ہیں اور کُل جہاں آپ کی اُمت۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے حضور فرماتے ہیں پانچ چیزیں مجھے ایسی عطا ہوئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملیں۔ (۱) ہر نبی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں سُرخ و سیاہ کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔ (۲) میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئیں اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے نہیں ہوئی تھیں۔ (۳) میرے لیے زمین پاک اور پاک کرنے والی (قابلِ تیمم) اور مسجد کی گئی جس کسی کو کہیں نماز کا وقت آئے وہیں پڑھ

لے۔ (۴) دشمن پر ایک ماہ کی مسافت تک میرا رُعب ڈال کر میری مدد فرمائی گئی۔ (۵) اور مجھے شفاعت عنایت کی گئی۔ مسلم شریف کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ میں تمام خلق کی طرف رسول بنایا گیا اور میرے ساتھ انبیاء ختم کیے گئے۔ (خزائن العرفان)

375 يَآ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۷﴾ (مائدہ)

اے رسول پہنچادو جو کچھ اُترا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے (اور کچھ اندیشہ نہ کرو) اور ایسا نہ ہو تو تم نے اس کا کوئی پیام نہ پہنچایا اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے بے شک اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا (کنزالایمان مع خزائن العرفان)

نگہبانی کرے گا) کُفّار سے جو آپ کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں۔ سفروں میں شب کو حضور اقدس سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دیا جاتا تھا جب یہ آیت نازل ہوئی پہرہ ہٹا دیا گیا اور حضور نے پہرہ داروں سے فرمایا کہ تم لوگ چلے جاؤ، اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت فرمائی۔ (خزائن العرفان)

376 وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾ (مائدہ)

اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ہوشیار رہو پھر اگر تم پھر جاؤ (اطاعتِ خدا اور رسول سے) تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف واضح طور پر حکم پہنچا دینا ہے (یہ وعید و تہدید ہے کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمِ الٰہی صاف صاف پہنچا دیا تو ان کا جو فرض تھا ادا ہو چکا اب جو اعراض کرے وہ مستحقِ عذاب ہے) (کنزالایمان مع خزائن)

377 وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا

يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ (مائدہ)

اور جب ان سے کہا جائے آؤ اس طرف جو اللہ نے اتارا اور رسول کی طرف (یعنی حکمِ خدا اور رسول کا اِتباع کرو اور سمجھ لو کہ یہ چیزیں حرام نہیں) کہیں ہمیں وہ بہت ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا کیا اگر چہ ان کے باپ دادا نہ کچھ جانیں نہ راہ پر ہوں (یعنی باپ دادا کا اِتباع جب درست ہوتا کہ وہ علم رکھتے اور سیدھی راہ پر ہوتے) (کنزالایمان مع خزائن العرفان)

378 يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۵۹﴾ (النساء)

اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اُسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو اگر اللہ و قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا۔ (کنزالایمان)

(حکم مانو) کہ رسول کی اِطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے بخاری و مسلم کی حدیث ہے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ کی نافرمانی کی۔

اسی حدیث میں حضور فرماتے ہیں جس نے امیر کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی اِس آیت سے ثابت ہوا کہ مُسلِم اُمراء و حکام کی اطاعت واجب ہے جب تک وہ حق کے موافق رہیں اور اگر حق کے خلاف حکم کریں تو ان کی اطاعت نہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ احکام تین قسم کے ہیں ایک وہ جو ظاہر کتاب یعنی قرآن سے ثابت ہوں ایک وہ جو ظاہر حدیث سے ایک وہ جو قرآن و حدیث کی طرف

بطریق قیاس رجوع کرنے سے۔ اولی الامر میں امام، امیر، بادشاہ، حاکم اور قاضی سب داخل ہیں خلافتِ کاملہ تو زمانۂ رسالت کے بعد تیس سال رہی مگر خلافتِ ناقصہ خلفاء عباسیہ میں بھی تھی اور اب تو امامت بھی نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ امام کے لیے قریش میں سے ہونا شرط ہے اور یہ بات اکثر مقامات میں معدوم ہے لیکن سلطنت و امارت باقی ہے اور چونکہ سلطان و امیر بھی اولوالامر میں داخل ہیں اِس لیے ہم پر اُن کی اطاعت بھی لازم ہے۔
(خزائن العرفان)

379 وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿٦١﴾ (النساء)

اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اُتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں (کنز الایمان)

380 وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿٦٤﴾ (النساء)

اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اُس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں (معصیت و نافرمانی کر کے) تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

(اللہ کے حکم سے رسول کی اطاعت کی جائے) جب کہ رسول کا بھیجنا ہی اس لیے ہے کہ وہ مُطاع بنائے جائیں اور اُن کی اطاعت فرض ہو تو جو اُن کے حکم سے راضی نہ ہوا اُس نے رسالت کو تسلیم نہ کیا وہ کافر واجب القتل ہے۔

(مہربان پائیں) اس سے معلوم ہوا کہ بارگاہِ الٰہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم کا وسیلہ اور آپ کی شفاعت کار برآری کا ذریعہ ہے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات شریف کے بعد ایک اعرابی روضہء اقدس پر حاضر ہوا اور روضہء شریفہ کی خاک پاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا یارسول اللہ جو آپ نے فرمایا ہم نے سُنا اور جو آپ پر نازل ہوا اس میں یہ آیت بھی ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا میں نے بے شک اپنی جان پر ظلم کیا اور میں آپ کے حضور میں اللہ سے اپنے گناہ کی بخشش چاہنے حاضر ہوا تو میرے رب سے میرے گناہ کی بخشش کرائیے اس پر قبر شریف سے ندا آئی کہ تیری بخشش کی گئی اس سے چند مسائل معلوم ہوئے:

مسئلہ: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرضِ حاجت کے لیے اُس کے مقبولوں کو وسیلہ بنانا ذریعہ کامیابی ہے۔

مسئلہ قبر پر حاجت کے لیے جانا بھی "جَآءُوْكَ" میں داخل اور خیرُ القرون کا معمول ہے مسئلہ: بعد وفات مقبولانِ حق کو (یا) کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے۔ (اس موقف کے خلاف کوئی دلیل نہیں اور اپنے پاس سے بچر لگانا قطعاً جائز نہیں اس لیے کوئی بھی بات بلا دلیل نہیں ہوسکتی، اگر کوئی کہے کہ زندہ سے مدد جائز اور مردہ سے ناجائز ہے۔ تو اس کی دلیل کیا ہے؟ یہ بلا دلیل بات ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔)

مسئلہ: مقبولانِ حق مدد فرماتے ہیں اور ان کی دعا سے حاجت روائی ہوتی ہے۔ (خزائن العرفان)

381 وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾

اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء (تو انبیاء کے مخلص فرمانبردار جنت میں اُن کی صحبت و دیدار سے محروم نہ ہوں گے) اور صدیق اور شہید (جنہوں نے راہِ خدا میں جانیں دیں) اور نیک لوگ یہ کیا

ہی اچھے ساتھی ہیں (النساء) (کنزالایمان مع خزائن العرفان)

صدیق انبیاء کے سچے متبعین کو کہتے ہیں جو اخلاص کے ساتھ اُن کی راہ پر قائم رہیں مگر اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افاضل اصحاب مُراد ہیں جیسے کہ حضرت ابوبکر صدیق۔

(نیک لوگ) وہ دیندار جوحق العباد اور حق اللہ دونوں ادا کریں اور اُن کے احوال واعمال اور ظاہر و باطن اچھے اور پاک ہوں شانِ نزول: حضرت ثوبان سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کمال محبت رکھتے تھے جُدائی کی تاب نہ تھی ایک روز اس قدر غمگین اور رنجیدہ حاضر ہوئے کہ چہرہ کا رنگ بدل گیا تھا تو حضور نے فرمایا آج رنگ کیوں بدلا ہوا ہے عرض کیا نہ مجھے کوئی بیماری ہے نہ درد بجز اس کے کہ جب حضور سامنے نہیں ہوتے تو انتہا درجہ کی وحشت و پریشانی ہوجاتی ہے جب آخرت کو یاد کرتا ہوں تو یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ وہاں میں کس طرح دیدار پاسکوں گا آپ اعلیٰ ترین مقام میں ہوں گے مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے جنت بھی دی تو اس مقام عالی تک رسائی کہاں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور انہیں تسکین دی گئی کہ باوجود فرق منازل کے فرمانبرداروں کو باریابی اور معیت کی نعمت سے سرفراز فرمایا جائے گا۔ (خزائن العرفان)

382 مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿٨٠﴾ (نساء)

جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ کا حکم مانا، اور جس نے منہ پھیرا (اور آپ کی اطاعت سے اعراض کیا) تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا (کنزالایمان

شانِ نزول: رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اُس نے اللہ سے محبت کی اِس پر آج کل کے گستاخ بددینوں کی طرح اُس زمانہ کے بعض منافقوں نے کہا کہ محمد مصطفےٰ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ چاہتے ہیں کہ ہم انہیں رب مان لیں جیسا نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کو رب مانا اس پر اللہ تعالیٰ نے اِن کے رَدّ میں یہ آیت نازل فرما کر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کی تصدیق فرمادی کہ بے شک رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے (خزائن

383 وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾ (نساء)

اور جو اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر نکلے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا اور جو اپنے گھر سے نکلا، اللہ ورسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنز الایمان مع خزائن العرفان

شان نزول: اس سے پہلی آیت جب نازل ہوئی تو جندع بن ضمرۃ اللیثی نے اس کو سنا یہ بہت بوڑھے شخص تھے کہنے لگے کہ میں مستثنیٰ لوگوں میں تو ہوں نہیں کیونکہ میرے پاس اتنا مال ہے کہ جس سے میں مدینہ طیبہ ہجرت کر کے پہنچ سکتا ہوں۔ خدا کی قسم مکہ مکرمہ میں اب ایک رات نہ ٹھہروں گا مجھے لے چلو چنانچہ ان کو چارپائی پر لے کے چلے مقام تنعیم میں آکر ان کا انتقال ہو گیا۔ آخر وقت انہوں نے اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور کہا یارب یہ تیرا اور یہ تیرے رسول کا میں اس پر بیعت کرتا ہوں جس پر تیرے رسول نے بیعت کی یہ خبر پا کر صحابہ کرام نے فرمایا کاش وہ مدینہ پہنچتے تو ان کا اجر کتنا بڑا ہوتا اور مشرک ہنسے اور کہنے لگے کہ جس مطلب کے لیے نکلے تھے وہ نہ ملا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا) اس کے وعدے اور اس کے فضل وکرم سے کیونکہ بطریق استحقاق کوئی چیز اس پر واجب نہیں اس کی شان اس سے عالی ہے۔

مسئلہ: جو کوئی نیکی کا ارادہ کرے اور اس کو پورا کرنے سے عاجز ہو جائے وہ اس طاعت کا ثواب پائے گا۔

مسئلہ: طلبِ علم، جہاد، حج، زیارت، طاعت، زہد و قناعت اور رزقِ حلال کی طلب کے لیے ترکِ وطن کرنا خدا اور رسول کی طرف ہجرت ہے اس راہ میں مرجانے والا اجر پائے گا۔

384 قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ (آل عمران)

تم فرمادو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کو خوش نہیں آتے کافر۔ (کنز الایمان)

یہی اللہ کی محبت کی نشانی ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت بغیر اطاعتِ رسول نہیں ہو سکتی بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ (خزائن العرفان)

385 كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾ (آل عمران

کیوں کر اللہ ایسی قوم کی ہدایت چاہے جو ایمان لا کر کافر ہو گئے اور گواہی دے چکے تھے کہ رسول (یعنی سید انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سچا ہے اور انہیں کھلی نشانیاں آچکی تھیں (اور وہ روشن معجزات دیکھ چکے تھے) اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔ (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

شانِ نزول: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے حق میں نازل ہوئی کہ یہود حضور کی بعثت سے قبل آپ کے وسیلہ سے دعائیں کرتے تھے اور آپ کی نبوت کے مُقِر تھے اور آپ کی تشریف آوری کا انتظار کرتے تھے جب حضور کی تشریف آوری ہوئی تو حسداً آپ کا انکار کرنے لگے اور کافر ہو گئے معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو کیسے توفیقِ ایمان دے کہ جو جان پہچان کر اور مان کر منکر ہو گئی۔ (خزائن)

386 وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ (آل عمران)

اور اللہ و رسول کے فرمانبردار رہو، اس اُمید پر کہ تم رحم کئے جاؤ (توبہ و ادائے فرائض و طاعات و اخلاصِ عمل اختیار کر کے) (کنز الایمان)

کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طاعت طاعتِ الٰہی ہے اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اللہ کا فرمانبردار نہیں ہوسکتا۔ (مع خزائن العرفان)

387 اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَہُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْہُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۷۲﴾ (آل عمران)

وہ جو اللہ و رسول کے بلانے پر حاضر ہوئے بعد اس کے کہ اُنہیں زخم پہنچ چکا تھا ان کے نکوکاروں اور پرہیزگاروں کے لیے بڑا ثواب ہے۔ (کنز الایمان)

شانِ نزول: جنگ احد سے فارغ ہونے کے بعد جب ابوسفیان مع اپنے ہمراہیوں کے مقام روحاء میں پہنچے تو انہیں افسوس ہوا کہ وہ واپس کیوں آگئے مسلمانوں کا بالکل خاتمہ ہی کیوں نہ کر دیا یہ خیال کر کے انہوں نے پھر واپس ہونے کا ارادہ کیا سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان کے تعاقب کے لیے روانگی کا اعلان فرمادیا صحابہ کی ایک جماعت جن کی تعداد ستر تھی اور جو جنگ احد کے زخموں سے چور ہو رہے تھے حضور کے اعلان پر حاضر ہوگئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جماعت کو لے کر ابوسفیان کے تعاقب میں روانہ ہوگئے جب حضور مقام حمراء الاسد پر پہنچے جو مدینہ سے آٹھ میل ہے تو وہاں معلوم ہوا کہ مشرکین مرعوب و خوف زدہ ہو کر بھاگ گئے اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ ((خزائن العرفان))

388 اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ ﴿۲۸۵﴾ (بقرہ)

رسول ایمان لایا اس پر جو اسکے رب کے پاس سے اس پر اُترا اور ایمان والے سب نے مانا، اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو یہ کہتے ہوئے کہ ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے (جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے کیا کہ بعض پر ایمان لائے بعض کا انکار کیا) اور عرض کی کہ ہم نے سنا اور مانا (تیرے حکم وارشاد کو) تیری معافی ہو، اے رب ہمارے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے (کنز الایمان)

زجاج نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں نماز۔ زکوۃ۔ روزے حج کی فرضیت اور طلاق۔ ایلاء حیض و جہاد کے احکام اور انبیاء کے واقعات بیان فرمائے تو سورت کے آخر میں یہ ذکر فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مؤمنین نے اس تمام کی تصدیق فرمائی اور قرآن اور اس کے جملہ شرائع و احکام کے منزّل مِنَ اللہ ہونے کی تصدیق کی۔

اصول وضروریاتِ ایمان کے چار مرتبے ہیں۔(۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا یہ اس طرح کہ اعتقاد و تصدیق کرے کہ اللہ واحد اَحَدٌ ہے اُس کا کوئی شریک ونظیر نہیں اس کے تمام اسمائے حسنہ وصفاتِ عُلیا پر ایمان لائے اور یقین کرے اور مانے کہ وہ علیم اور ہر شئے پر قدیر ہے اور اس کے علم و قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں۔(۲) ملائکہ پر ایمان لانا یہ اس طرح پر ہے کہ یقین کرے اور مانے کہ وہ موجود ہیں معصوم ہیں پاک ہیں اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسولوں کے درمیان احکام و پیام کے وسائط ہیں۔(۳) اللہ کی کتابوں پر ایمان لانا اس طرح کہ جو کتابیں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں اور اپنے رسولوں کے پاس بطریق وحی بھیجیں بے شک وشبہہ سب حق وصدق اور اللہ کی طرف سے ہیں اور قرآن کریم تغیر تبدیل تحریف سے محفوظ ہے اور محکم ومتشابہ پر مشتمل ہے۔(۴) رسولوں پر ایمان لانا اس طرح پر کہ ایمان لائے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں جنہیں اُس نے اپنے بندوں کی طرف بھیجا اس کی وحی کے امین ہیں گناہوں سے پاک معصوم ہیں ساری خلق سے افضل ہیں ان میں بعض حضرات بعض سے افضل ہیں۔(خزائن العرفان)

اسم محمد کا ذکر قرآن میں

389 وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ (آل عمران)

اور محمد تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے (اور اُنکے متبعین اُن کے بعد اُن کے دین پر باقی رہے) تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو اُلٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر والوں کو صلہ دے گا۔ (کنز الایمان)

(رسول ہیں) اور رسولوں کی بعثت کا مقصود رسالت کی تبلیغ اور حجت کا لازم کر دینا ہے نہ کہ اپنی قوم کے درمیان ہمیشہ موجود رہنا۔

شانِ نزول: جنگِ اُحد میں جب کافروں نے پکارا کہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے اور شیطان نے یہ جھوٹی افواہ مشہور کی تو صحابہ کو بہت اِضطراب ہوا اور اُن میں سے کچھ لوگ بھاگ نکلے پھر جب ندا کی گئی کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف رکھتے ہیں تو صحابہ کی ایک جماعت واپس آئی حضور نے انہیں ہزیمت پر ملامت کی اُنہوں نے عرض کیا ہمارے ماں اور باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی شہادت کی خبر سُن کر ہمارے دِل ٹوٹ گئے اور ہم سے ٹھہرا نہ گیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ انبیاء کے بعد بھی اُمتوں پر اُن کے دین کا اتباع لازم رہتا ہے تو اگر ایسا ہوتا بھی تو حضور کے دین کا اتباع اور اس کی حمایت لازم رہتی۔

(پھرے گا) جو نہ پھرے اور اپنے دین پر ثابت رہے ان کو شاکرین فرمایا کیونکہ اُنہوں نے اپنے ثبات سے نعمتِ اسلام کا شکر ادا کیا حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ امین الشاکرین ہیں (خزائن العرفان)

390 مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ وَلٰكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا ﴿۴۰﴾ (احزاب)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (کنزالایمان)

(باپ نہیں) تو حضرت زید کے بھی آپ حقیقت میں باپ نہیں کہ ان کی منکوحہ آپ کے لیے حلال نہ ہوتی، قاسم وطیب وطاہر وابراہیم حضور کے فرزند تھے مگر وہ اس عمر کو نہ پہنچے کہ انہیں مرد کہا جائے، انہوں نے بچپن میں وفات پائی۔

(اللہ کے رسول ہیں) اور سب رسول ناصح شفیق اور واجب التوقیر ولازم الطاعۃ ہونے کے لحاظ سے اپنی اُمت کے باپ کہلاتے ہیں بلکہ ان کے حقوق حقیقی باپ کے حقوق سے بہت زیادہ ہیں لیکن اس سے اُمت حقیقی اولاد نہیں ہو جاتی اور حقیقی اولاد کے تمام احکام وراثت وغیرہ اس کے لیے ثابت نہیں ہوتے۔

(نبیوں کے پچھلے) یعنی آخر الانبیاء کہ نبوت آپ پر ختم ہوگئی آپ کی نبوت کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی حتیٰ کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو اگرچہ نبوت پہلے پا چکے ہیں مگر نزول کے بعد شریعتِ محمدیہ پر عامل ہوں گے اور اسی شریعت پر حکم کریں گے اور آپ ہی کے قبلہ یعنی کعبہ معظمہ کی طرف نماز پڑھیں گے، حضور کا آخر الانبیاء ہونا قطعی ہے، نصِ قرآنی بھی اس میں وارد ہے اور صحاح کی بکثرت احادیث تو حدِ تواتر تک پہنچتی ہیں۔ ان سب سے ثابت ہے کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں جو حضور کی نبوت کے بعد کسی اور کو نبوت ملنا ممکن جانے، وہ ختمِ نبوت کا منکر اور کافر خارج از اسلام ہے۔ (خزائن العرفان)

391 وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الۡحَـقُّ مِنۡ رَّبِّهِمۡ‌ۙ كَفَّرَ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ وَاَصۡلَحَ بَالَهُمۡ ﴿۲﴾ (محمد)

اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور اس پر ایمان لائے جو محمد پر اتارا گیا (یعنی قرآنِ پاک) اور وہی ان کے رب کے پاس سے حق ہے اللہ نے ان کی برائیاں اتار دیں اور ان کی حالتیں سنوار دیں (کنزالایمان)

امورِ دین میں توفیق عطا فرما کر اور دنیا میں ان کے دشمنوں کے مقابل ان کی مدد فرما کر۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ان کے ایامِ حیات میں ان کی حفاظت فرما کر کہ ان سے عصیاں واقع نہ ہو۔ (خزائن العرفان)

392 مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ (فتح)

محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے (یعنی ان کے اصحاب) کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے (کثرت سے نمازیں پڑھتے، نمازوں پر مداومت کرتے) اللہ کا فضل و رضا چاہتے ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں (یہ مذکور ہے کہ) جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے تا کہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔ اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا (کنزالایمان)

(سخت ہیں) جیسا کہ شیر شکار پر۔ اور صحابہ کا تشدد کفار کے ساتھ اس حد پر تھا کہ وہ لحاظ رکھتے تھے کہ ان کا بدن کسی کافر کے بدن سے نہ چھو جائے اور ان کے کپڑے سے

کسی کافر کا کپڑا نہ لگنے پائے۔ (مدارک)

(نرم دل) ایک دوسرے پر محبت و مہربانی کرنے والے ایسے کہ جیسے باپ بیٹے میں ہو اور یہ محبت اس حد تک پہنچ گئی کہ جب ایک مومن دوسرے کو دیکھے تو فرطِ محبت سے مصافحہ و معانقہ کرے۔

(نشان سے) اور یہ علامت وہ نور ہے جو روزِ قیامت ان کے چہروں سے تاباں ہوگا، اس سے پہچانے جائیں گے کہ انہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے لیے بہت سجدے کئے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے چہروں میں سجدہ کا مقام ماہِ شب چہاردہم کی طرح چمکتا دمکتا ہوگا۔ عطاء کا قول ہے کہ شب کی دراز نمازوں سے ان کے چہروں پر نور نمایاں ہوتا ہے، جیسا کہ منقول ہے: جو رات کو نماز کی کثرت کرتا ہے صبح کو اس کا چہرہ خوب صورت ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ گرد کا نشان بھی سجدہ کی علامت ہے۔

(بھلی لگتی ہے) یہ مثال ابتدائے اسلام اور اس کی ترقی کی بیان فرمائی گئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنہا اٹھے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کے مخلصین اصحاب سے تقویت دی۔

قتادہ نے کہا کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی مثال انجیل میں یہ لکھی ہے کہ ایک قوم کھیتی کی طرح پیدا ہوگی، وہ نیکیوں کا حکم کریں گے، بدیوں سے منع کریں گے، کہا گیا ہے کہ کھیتی حضور ہیں اور اس کی شاخیں اصحاب اور مومنین۔

صحابہ سب کے سب صاحبِ ایمان و عملِ صالح ہیں، اس لیے یہ وعدہ سب ہی سے ہے۔ (خزائن العرفان)

لفظ "احمد"

393 وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ

أَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٦﴾ (صف)

اور یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوا، اوران رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے پھر جب احمد ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے بولے یہ کُھلا جادو ہے۔ (کنزالایمان)

(تصدیق کرتا ہوا) اور توریت ودیگر کُتُبِ الٰہیہ کا اقرار واعتراف کرتا ہوا اور تمام پہلے انبیاء کو مانتا ہوا۔

(نام احمد ہے) حدیث: رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اصحابِ کرام نجاشی بادشاہ کے پاس گئے تو نجاشی بادشاہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور وہی رسول ہیں جن کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی اگر امورِ سلطنت کی پابندیاں نہ ہوتیں تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر کفش برداری کی خدمت بجالاتا۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ توریت میں سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت مذکور ہے اور یہ بھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے پاس مدفون ہوں گے۔ ابوداؤد مدنی نے کہا کہ روضۂ اقدس میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔ (ترمذی) حضرت کعب احبار سے مروی ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا یاروح اللہ کیا ہمارے بعد اور کوئی امت بھی ہے فرمایا ہاں احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت، وہ لوگ حکماء، علماء، ابرار واتقیاء ہیں اور فقہ میں نائبِ انبیاء ہیں اللہ تعالیٰ سے تھوڑے رزق پر راضی اور اللہ تعالیٰ ان سے تھوڑے عمل پر راضی۔ (خزائن)

لفظ رسول کا ذکر (تنہا)

394 وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ

جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ (آل عمران)

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول (یعنی سید عالم محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے (اس طرح کہ انکے صفات واحوال اس کے مطابق ہوں جو کتب انبیاء میں بیان فرمائے گئے ہیں) تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں (کنز الایمان)

حضرت علی مرتضٰی نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے حضرت آدم اور ان کے بعد جس کسی کو نبوت عطا فرمائی ان سے سید انبیاء محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت عہد لیا اور ان انبیاء نے اپنی قوموں سے عہد لیا کہ اگر ان کی حیات میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوں تو آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی نصرت کریں اس سے ثابت ہوا کہ حضور تمام انبیاء میں سب سے افضل ہیں۔

اللہ ورسولہ

395 يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱﴾ (حجرات)

اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔ (کنز الایمان)

یعنی تمہیں لازم ہے کہ اصلاً تم سے تقدیم واقع نہ ہو، نہ قول میں، نہ فعل میں کہ

تقدیم کرنا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب واحترام کے خلاف ہے بارگاہِ رسالت میں نیازمندی وآداب لازم ہیں۔

شانِ نزول: چند شخصوں نے عید اضحٰی کے دن سیّدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے قربانی کرلی تو ان کو حکم دیا گیا کہ دوبارہ قربانی کریں اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ بعضے لوگ رمضان سے ایک روز پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کردیتے تھے، ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ روزہ رکھنے میں اپنے نبی سے تقدم نہ کرو (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (خزائن العرفان)

لفظ النبی

396 یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۲﴾ (حجرات)

اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہوجائیں اور تمہیں خبر نہ ہو (کنزالایمان)

یعنی جب حضور میں کچھ عرض کرو تو آہستہ پست آواز سے عرض کرو، یہی دربارِ رسالت کا ادب واحترام ہے۔

اس آیت میں حضور کا اجلال واکرام وادب واحترام تعلیم فرمایا گیا اور حکم دیا گیا کہ ندا کرنے میں ادب کا پورا لحاظ رکھیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہیں اس طرح نہ پکاریں بلکہ کلماتِ ادب وتعظیم وتوصیف وتکریم والقابِ عظمت کے ساتھ عرض کرو جو عرض کرنا ہو کہ ترکِ ادب سے نیکیوں کے برباد ہونے کا اندیشہ ہے۔

شانِ نزول: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت

ثابت بن قیس بن شماس کے حق میں نازل ہوئی انہیں ثقلِ سماعت تھا اور آواز ان کی اونچی تھی، بات کرنے میں آواز بلند ہو جایا کرتی تھی، جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ثابت اپنے گھر میں بیٹھ رہے اور کہنے لگے کہ میں اہلِ نار سے ہوں، حضور نے حضرت سعد سے ان کا حال دریافت فرمایا، انھوں نے عرض کیا کہ وہ میرے پڑوسی ہیں اور میرے علم میں انہیں کوئی بیماری تو نہیں ہوئی، پھر آ کر حضرت ثابت سے اس کا ذکر کیا، ثابت نے کہا، یہ آیت نازل ہوئی اور تم جانتے ہو کہ میں تم سب سے زیادہ بلند آواز ہوں تو میں جہنمی ہو گیا، حضرت سعد نے یہ حال خدمتِ اقدس میں عرض کیا تو حضور نے فرمایا کہ وہ اہلِ جنّت سے ہیں

397 اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾ (آل عمران)

بے شک سب لوگوں سے ابراہیم کے زیادہ حق دار وہ تھے جو ان کے پیرو ہوئے (اور ان کے عہدِ نبوت میں ان پر ایمان لائے اور انکی شریعت پر عامل رہے) اور یہ نبی (سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ایمان والے (آپ کے اُمتی) اور ایمان والوں کا والی اللہ ہے (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

398 وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾ (مائدہ)

اور اگر وہ ایمان لاتے (صدق واخلاص کے ساتھ بغیر نفاق کے) اللہ اور ان نبی پر اور اس پر جو ان کی طرف اترا تو کافروں سے دوستی نہ کرتے (اس سے ثابت ہوا کہ مشرکین کے ساتھ دوستی اور موالات علامتِ نفاق ہے) مگر اُن میں تو بہتیرے فاسق ہیں۔ (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

اس آیت کو غور سے پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ جس نے یہ کہا" صرف ایک اللہ کو مانیو کسی اور کو نہ مانیو" اس نے اس آیت کی مخالفت نہ کی؟، اور جو مخالفِ قرآن حکم لگائے اس

کے لیے آپ کا کیا فیصلہ ہے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ اور اس نبی پر اور اس پر جو ان کی طرف اترا تو کافروں سے دوستی نہ کرتے"

399 يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۴﴾

اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی اللہ تمہیں کافی ہے اور یہ جتنے مسلمان تمہارے پیرو ہوئے (انفال) (کنز الایمان)

شانِ نزول: سعید بن جبیر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کے بارے میں نازل ہوئی۔ ایمان سے صرف تینتیس مرد اور چھ عورتیں مشرف ہو چکے تھے تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اس قول کی بنا پر یہ آیت مکی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے مدنی سورت میں لکھی گئی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت غزوۂ بدر میں قبلِ قتال نازل ہوئی اس تقدیر پر آیت مدنی ہے اور مؤمنین سے یہاں ایک قول میں انصار، ایک میں تمام مہاجرین وانصار مراد ہیں۔ (خزائن العرفان)

400 يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ (انفال)

اے غیب کی خبریں بتانے والے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو اگر تم میں کے بیس صبر والے ہوں گے دو سو پر غالب ہوں گے اور اگر تم میں کے سو ہوں تو کافروں کے ہزار پر غالب آئیں گے اس لیے کہ وہ سمجھ نہیں رکھتے (کنز الایمان)

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ اور بشارت ہے کہ مسلمانوں کی جماعت صابر رہے تو بمددِ الٰہی دس گنے کافروں پر غالب رہے گی کیونکہ کُفّار جاہل ہیں اور ان کی غرض جنگ سے نہ حصولِ ثواب ہے، نہ خوفِ عذاب، جانوروں کی طرح لڑتے بھڑتے ہیں تو وہ

لِلّٰہیت کے ساتھ لڑنے والوں کے مقابل کیا ٹھہر سکیں گے۔ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازِل ہوئی تو مسلمانوں پر فرض کر دیا گیا کہ مسلمانوں کا ایک، دس کے مقابلہ سے نہ بھاگے پھر آیت "اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ" نازِل ہوئی تو یہ لازم کیا گیا کہ ایک سو دوسو ۲۰۰ کے مقابل قائم رہیں یعنی دس گنے سے مقابلہ کی فرضیت منسوخ ہوئی اور دو گنے کے مقابلہ سے بھاگنا ممنوع رکھا گیا۔

401 يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْۤ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۰﴾ (انفال)

اے غیب کی خبریں بتانے والے جو قیدی تمہارے ہاتھ میں ہیں ان سے فرماؤ اگر اللہ نے تمہارے دلوں میں بھلائی جانی (خلوصِ ایمان اور صحتِ نیت سے) تو جو تم سے لیا گیا (یعنی فدیہ) اس سے بہتر تمہیں عطا فرمائے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنزالایمان)

شانِ نُزول: یہ آیت حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازِل ہوئی ہے جو سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ہیں، یہ کُفّارِ قریش کے ان دس سرداروں میں سے تھے جنہوں نے جنگ بدر میں لشکرِ کُفّار کے کھانے کی ذمہ داری لی تھی اور یہ اس خرچ کے لیے بیس اوقیہ سونا ساتھ لے کر چلے تھے (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے) لیکن ان کے ذمے جس دن کھلانا تجویز ہوا تھا خاص اسی روز جنگ کا واقعہ پیش آیا اور قتال میں کھانے کھلانے کی فرصت و مہلت نہ ملی تو یہ بیس اوقیہ سونا ان کے پاس بچ رہا جب وہ گرفتار ہوئے اور یہ سونا ان سے لے لیا گیا تو انہوں نے درخواست کی کہ یہ سونا ان کے فدیہ میں محسوب کر لیا جائے مگر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکار فرمایا۔ ارشاد کیا جو چیز ہماری مخالفت میں صرف کرنے کے لیے لائے تھے وہ نہ چھوڑی جائے گی اور حضرت

عباس پر ان کے دونوں بھتیجوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث کے فدیئے کا بار بھی ڈالا گیا تو حضرت عباس نے عرض کیا یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم مجھے اس حال میں چھوڑو گے کہ میں باقی عمر قریش سے مانگ کر بسر کیا کروں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر وہ سونا کہاں ہے جس کو تمہارے مکّۂ مکرمہ سے چلتے وقت تمہاری بی بی ام الفضل نے دفن کیا ہے اور تم ان سے کہہ کر آئے ہو کہ خبر نہیں ہے مجھے کیا حادثہ پیش آئے اگر میں جنگ میں کام آجاؤں تو یہ تیرا ہے اور عبداللہ اور عبیداللہ کا اور فضل اور قثم کا (سب انکے بیٹے تھے) حضرت عباس نے عرض کیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے میرے ربّ نے خبردار کیا ہے اس پر حضرت عباس نے عرض کیا میں گواہی دیتا ہوں بے شک آپ سچے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اس کے بندے اور رسول ہیں میرے اس راز پر اللہ کے سوا کوئی مطلع نہ تھا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجوں عقیل و نوفل کو حکم دیا وہ بھی اسلام لائے۔

(تفسیر تبیان الفرقان، مصنفہ: علامہ غلامِ رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ، جلد دوم میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث کے متعدد حوالہ جات ذکر کرنے کے بعد مرقوم ہے: "اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمِ غیب کا ثبوت ہے اور یہ علم غیب آپ کو اللہ عزوجل کی عطا سے حاصل ہوا تھا۔ ہم نے اس کے ثبوت میں اس قدر حوالہ جات اس لیے ذکر کیے ہیں تا کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ ہر مکتبِ فکر کے قدیم اور جدید علماء اسلام .... سب کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم غیب مسلّم اور غیر نزاعی ہے۔" (تفسیر تبیان الفرقان، جلد دوم، صفحہ 753 تا 755، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بحرین کا مال آیا جس کی مقدار اسی ہزار تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ ظہر کے لیے وضو کیا اور نماز سے پہلے پہلے

کُل کا کُل تقسیم کر دیا، اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس میں سے لے لو، تو جتنا ان سے اٹھ سکا اتنا انہوں نے لے لیا وہ فرماتے تھے کہ یہ اس سے بہتر ہے کہ جو اللہ نے مجھ سے لیا اور میں اس کی مغفرت کی امید رکھتا ہوں اور ان کے تموّل کا یہ حال ہوا کہ ان کے بیس غلام تھے سب کے سب تاجر اور ان میں سب سے کم سرمایہ جس کا تھا اس کا بیس ہزار تھا

402 وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦١﴾ (توبہ)

اور ان میں کوئی وہ ہیں کہ ان غیب کی خبریں دینے والے کو ستاتے ہیں (یعنی سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) اور کہتے ہیں وہ تو کان ہیں تم فرماؤ تمہارے بھلے کے لیے کان ہیں اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور مسلمانوں کی بات پر یقین کرتے ہیں (نہ منافقوں کی بات پر) اور جو تم میں مسلمان ہیں ان کے واسطے رحمت ہیں اور وہ جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے (کنز الایمان)

شانِ نُزول: منافقین اپنے جلسوں میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ناشائستہ باتیں بکا کرتے تھے۔ ان میں سے بعضوں نے کہا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہو گئی تو ہمارے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ جلاس بن سوید منافق نے کہا ہم جو چاہیں کہیں حضور کے سامنے مُکر جائیں گے اور قسم کھا لیں گے وہ تو کان ہیں ان سے جو کہہ دیا جائے سن کر مان لیتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور یہ فرمایا کہ اگر وہ سننے والے بھی ہیں تو خیر اور صلاح کے سننے اور ماننے والے ہیں شر اور فساد کے نہیں۔ (خزائن)

403 يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿٧٣﴾ (توبہ)

اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر (کافروں

پر تو تلوار اور حرب سے اور منافقوں پر اقامتِ حجّت سے) اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی ۔ (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

404 لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ (توبہ)

بے شک اللہ کی رحمتیں متوجہ ہوئیں ان غیب کی خبریں بتانے والے اور ان مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے مشکل کی گھڑی میں ان کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ان میں کچھ لوگوں کے دل پھر جائیں (اور وہ اس شدت و سختی میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہونا گوارا کریں) پھر ان پر رحمت سے متوجہ ہوا (اور وہ صابر و ثابت رہے اور ان کا اخلاص محفوظ رہا اور جو خطرہ دل میں گزرا تھا اس پر نادم ہوئے) بے شک وہ ان پر نہایت مہربان رحم والا ہے (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

یعنی غزوۂ تبوک میں جس کو غزوۂ عُسرت بھی کہتے ہیں، اس غزوہ میں عسرت کا یہ حال تھا کہ دس دس آدمیوں میں سواری کے لیے ایک ایک اونٹ تھا، نوبت بہ نوبت (باری باری) اسی پر سوار ہو لیتے تھے اور کھانے کی قلت کا یہ حال تھا کہ ایک ایک کھجور پر کئی کئی آدمی بسر کرتے تھے اس طرح کہ ہر ایک نے تھوڑی تھوڑی چوس کر ایک گھونٹ پانی پی لیا، پانی کی بھی نہایت قلت تھی، گرمی شدت کی تھی، پیاس کا غلبہ اور پانی ناپید۔ اس حال میں صحابہ اپنے صدق و یقین اور ایمان و اخلاص کے ساتھ حضور کی جاں نثاری میں ثابت قدم رہے۔

حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے، فرمایا: کیا تمہیں یہ خواہش ہے؟ عرض کیا: جی ہاں تو حضور نے دستِ مبارک اٹھا کر دعا فرمائی اور ابھی دستِ مبارک اٹھے ہی ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اَبر بھیجا، بارش ہوئی، لشکر سیراب ہوا

لشکر والوں نے اپنے برتن بھر لیے اس کے بعد جب آگے چلے تو زمین خشک تھی، ابر نے لشکر کے باہر بارش ہی نہیں کی وہ خاص اسی لشکر کو سیراب کرنے کی لیے بھیجا گیا تھا (خزائن)

405 تا 407 یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًاۙ ﴿۱﴾ وَّ اتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤى اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًاۙ ﴿۲﴾ وَّ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ﴿۳﴾ (احزاب)

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) اللہ کا یوں ہی خوف رکھنا اور کافروں اور منافقوں کی نہ سننا بے شک اللہ علم و حکمت والا ہے اور اس کی پیروی رکھنا جو تمہارے رب کی طرف سے تمہیں وحی ہوتی ہے۔ اے لوگو اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے اور اے محبوب تم اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ بس ہے کام بنانے والا۔

(غیب کی خبریں بتانے والے) یعنی ہماری طرف سے خبریں دینے والے، ہمارے اسرار کے امین، ہمارا خطاب ہمارے پیارے بندوں کو پہنچانے والے، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ" کے ساتھ خطاب فرمایا جس کے یہ معنیٰ ہیں جو ذکر کیے گئے نامِ پاک کے ساتھ، یا محمّدُ ذکر فرما کر خطاب نہ کیا جیسا کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کو خطاب فرمایا ہے اس سے مقصود آپ کی تکریم اور آپ کا احترام اور آپ کی فضیلت کا ظاہر کرنا ہے۔ (مدارک)

(نہ سننا) شانِ نزول: ابوسفیان بن حرب اور عکرمہ بن ابی جہل اور ابوالاعور سلمی جنگ اُحد کے بعد مدینہ طیبہ میں آئے اور منافقین کے سردار عبداللہ بن اُبَیّ بن سلول کے یہاں مقیم ہوئے، سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کے لیے امان حاصل کر کے انہوں نے یہ کہا کہ آپ لات، عزّیٰ، منات وغیرہ بتوں کو جنہیں مشرکین اپنا معبود سمجھتے ہیں کچھ نہ فرمائیے اور یہ فرما دیجئے کہ ان کی شفاعت ان کے پجاریوں کے لیے ہے اور ہم لوگ آپ کو اور آپ کے رب کو کچھ نہ کہیں گے، سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی یہ گفتگو

بہت ناگوار ہوئی اور مسلمانوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا، سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قتل کی اجازت نہ دی اور فرمایا کہ میں انہیں امان دے چکا ہوں اس لیے قتل نہ کرو، مدینہ شریف سے نکال دو چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکال دیا۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اس میں خطاب تو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ہے اور مقصود ہے آپ کی اُمت سے فرمانا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے امان دی تو تم اس کے پابند رہو اور نقضِ عہد کا ارادہ نہ کرو اور کفّار و منافقین کی خلافِ شرع بات نہ مانو۔ (خزائن)

408 اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤی اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۶﴾ (احزاب)

یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں اور رشتہ والے اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں (توارث میں) بہ نسبت اور مسلمانوں اور مہاجروں کے، مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں پر کوئی احسان کرو یہ کتاب میں لکھا ہے (یعنی لوحِ محفوظ میں) (کنز الایمان مع خزائن)

(زیادہ مالک) دنیا و دین کے تمام امور میں اور نبی کا حکم ان پر نافذ اور نبی کی طاعت واجب اور نبی کے حکم کے مقابل نفس کی خواہش واجب الترک یا یہ معنٰی ہیں کہ نبی مومنین پر ان کی جانوں سے زیادہ رافت و رحمت اور لطف و کرم فرماتے ہیں اور نافع تر ہیں بخاری و مسلم کی حدیث ہے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں ہر مومن کے لیے دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ اولیٰ ہوں اگر چاہو تو یہ آیت پڑھو "اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ" حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قراءت میں "مِنْ اَنْفُسِهِمْ" کے بعد "وَ هُوَ اَبٌ لَّهُمْ" بھی ہے۔ مجاہد نے کہا کہ تمام انبیاء اپنی اُمت کے باپ

ہوتے ہیں اور اسی رشتہ سے مسلمان آپس میں بھائی کہلاتے ہیں کہ وہ اپنے نبی کی دینی اولاد ہیں۔

(ان کی مائیں) تعظیم وحرمت میں اور نکاح کے ہمیشہ کے لیے حرام ہونے میں اور اس کے علاوہ دوسرے احکام میں مثل وراثت اور پردہ وغیرہ کے ان کا وہی حکم ہے جو اجنبی عورتوں کا اور ان کی بیٹیوں کو مومنین کی بہنیں اور ان کے بھائیوں اور بہنوں کو مومنین کے ماموں خالہ نہ کہا جائے گا۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ اُولِی الْاَرحام ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں، کوئی اجنبی دینی برادری کے ذریعہ سے وارث نہیں ہوتا۔

(کوئی احسان کرو) اس طرح کہ جس کے لیے چاہو کچھ وصیّت کرو تو وصیّت ثُلُث مال کے قدر میں تو ارث پر مقدم کی جائے گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اوّل مال ذوِی الفروض کو دیا جائے گا پھر عصبات کو پھر نسبی ذوِی الفروض پر رد کیا جائے گا پھر ذوِی الارحام کو دیا جاوے گا پھر مولی الموالاۃ کو۔ (تفسیرِ احمدی) (خزائن العرفان)

409 وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ یٰۤاَهْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَ یَسْتَاْذِنُ فَرِیْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِیَّ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛؕ وَمَا هِیَ بِعَوْرَةٍ ۛۚ اِنْ یُّرِیْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾ (احزاب)

اور جب ان میں سے ایک گروہ (یعنی منافقین نے) نے کہا: اے مدینہ والو (یہ مقولہ منافقین کا ہے انہوں نے مدینہ طیبہ کو یثرب کہا) یہاں تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں (یعنی رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لشکر میں) تم گھروں کو واپس چلو اور ان میں سے ایک گروہ (یعنی بنی حارثہ و بنی سلمہ) نبی سے اذن مانگتا تھا یہ کہہ کر کہ ہمارے گھر بے حفاظت ہیں اور وہ بے حفاظت نہ تھے وہ تو نہ چاہتے تھے مگر بھاگنا (کنزالایمان مع خزائن العرفان)

مسئلہ: مسلمانوں کو یثرب نہ کہنا چاہیے حدیث شریف میں مدینہ طیبہ کو یثرب

کہنے کی ممانعت آئی ہے، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناگوار تھا کہ مدینہ پاک کو یثرب کہا جائے کیونکہ یثرب کے معنی اچھے نہیں ہیں۔ (خزائن العرفان)

410 یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ﴿۲۸﴾ (احزاب)

اے غیب بتانے والے (نبی) اپنی بیبیوں سے فرمادے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دوں اور اچھی طرح چھوڑ دوں (بغیر کسی ضرر کے) (کنز الایمان)

یعنی اگر تمہیں مالِ کثیر اور اسبابِ عیش درکار ہے۔

شانِ نزول: سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات نے آپ سے دنیوی سامان طلب کئے اور نفقہ میں زیادتی کی درخواست کی یہاں تو کمالِ زہد تھا سامانِ دنیا اور اس کا جمع کرنا گوارا ہی نہ تھا، اس لیے یہ خاطرِ اقدس پر گراں ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی اور ازواجِ مطہرات کو تخییر دی گئی، اس وقت حضور کی نو بیبیاں تھیں، پانچ قریشیہ (۱) حضرت عائشہ بنتِ ابی بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) (۲) حفصہ بنتِ فاروق (۳) اُمِّ حبیبہ بنتِ ابی سفیان (۴) اُمِّ سلمیٰ بنتِ امیہ (۵) سودہ بنتِ زَمْعہ اور چار غیر قریشیہ (۶) زینب بنتِ جحش اسدیہ (۷) میمونہ بنتِ حارث ہلالیہ (۸) صفیہ بنتِ حُیَی بن اخطب خیبریہ (۹) جویریہ بنتِ حارث مصطلقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنھن۔

سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ آیت سنا کر اختیار دیا اور فرمایا کہ جلدی نہ کرو اپنے والدین سے مشورہ کر کے جو رائے ہو اس پر عمل کرو، انھوں نے عرض کیا حضور کے معاملہ میں مشورہ کیسا، میں اللہ کو اور اس کے رسول کو اور دارِ آخرت کو چاہتی ہوں اور باقی ازواج نے بھی یہی جواب دیا۔

• مسئلہ: جس عورت کو اختیار دیا جائے وہ اگر اپنے زوج کو اختیار کرے تو طلاق

واقع نہیں ہوتی اور اگر اپنے نفس کو اختیار کرے تو ہمارے نزدیک طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے۔

جس عورت کے ساتھ بعدِ نکاح دخول یا خلوتِ صحیحہ ہوئی اس کو طلاق دی جائے تو کچھ سامان دینا مستحب ہے اور وہ سامان تین کپڑوں کا جوڑا ہوتا ہے، یہاں مال سے وہی مراد ہے۔

مسئلہ: جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اس کو قبلِ دخول طلاق دی تو یہ جوڑا دینا واجب ہے۔ (خزائن العرفان)

411 يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾ (احزاب)

اے نبی کی بیبیو جو تم میں صریح حیا کے خلاف کوئی جرأت کرے اس پر اوروں سے دونا عذاب ہوگا اور یہ اللہ کو آسان ہے (کنز الایمان)

جیسے کہ شوہر کی اطاعت میں کوتاہی کرنا اور اس کے ساتھ کج خُلقی سے پیش آنا کیونکہ بدکاری سے تو اللہ تعالیٰ انبیاء کی بیبیوں کو پاک رکھتا ہے۔

(دونا عذاب ہوگا) کیونکہ جس شخص کی فضیلت زیادہ ہوتی ہے اس سے اگر قصور واقع ہو تو وہ قصور بھی دوسروں کے قصور سے زیادہ سخت قرار دیا جاتا ہے۔

مسئلہ: اسی لیے عالم کا گناہ جاہل کے گناہ سے زیادہ قبیح ہوتا ہے اور اسی لیے آزادوں کی سزا شریعت میں غلاموں سے زیادہ مقرر ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیبیاں تمام جہان کی عورتوں سے زیادہ فضیلت رکھتی ہیں اس لیے ان کی اَدنیٰ بات سخت گرفت کے قابل ہے۔

فائدہ: لفظِ فاحشہ جب معرفہ ہو کر وارد ہو تو اس سے زنا و لواطت مراد ہوتی ہے اور اگر نکرہ غیرِ موصوفہ ہو کر لایا جائے تو اس سے تمام گناہ مراد ہوتے ہیں اور جب موصوف ہو کر

وارد ہوتو اس سے شوہر کی نافرمانی اور فسادِ معشرت مراد ہوتا ہے، اس آیت میں نکرہ موصوفہ ہے اسی لیے اس سے شوہر کی اطاعت میں کوتاہی اور کج خُلقی مراد ہے جیسا کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے۔ (جمل وغیرہ) (خزائن لعرفان)

412 يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ (احزاب)

اے نبی کی بیبیو تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر اللہ سے ڈرو تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے ہاں اچھی بات کہو (کنز الایمان)

تمہارا مرتبہ سب سے زیادہ ہے اور تمہارا اجر سب سے بڑھ کر جہان کی عورتوں میں کوئی تمہاری ہمسر نہیں۔

(لالچ کرے) اس میں تعلیمِ آداب ہے کہ اگر بہ ضرورت غیر مرد سے پسِ پردہ گفتگو کرنی پڑے تو قصد کرو کہ لہجہ میں نزاکت نہ آنے پائے اور بات میں لوچ نہ ہو، بات نہایت سادگی سے کی جائے، عِفت مآب خواتین کے لیے یہی شایاں ہے۔

(اچھی بات) دین و اسلام کی اور نیکی کی تعلیم اور پند و نصیحت کی اگر ضرورت پیش آئے مگر بے لوچ لہجہ سے۔ (خزائن العرفان)

413 مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا ﴿۳۸﴾ (احزاب)

نبی پر کوئی حرج نہیں اس بات میں جو اللہ نے اس کے لیے مقرر فرمائی اللہ کا دستور چلا آرہا ہے ان میں جو پہلے گزر چکے اور اللہ کا کام مقرر تقدیر ہے (کنز)

(کوئی حرج نہیں) یعنی اللہ تعالیٰ نے جو ان کے لیے مباح کیا اور بابِ نکاح میں جو وسعت انہیں عطا فرمائی اس پر اقدام کرنے میں کچھ حرج نہیں۔

(اللہ کا دستور) یعنی انبیاء علیہم السلام کو بابِ نکاح میں وسعتیں دی گئیں کہ

دوسروں سے زیادہ عورتیں ان کے لیے حلال فرمائیں جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیبیاں اور حضرت سلیمٰن علیہ السلام کی تین سو بیبیاں تھیں یہ ان کے خاص احکام ہیں ان کے سوا دوسروں کو روا نہیں، نہ کوئی اس پر معترض ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں جس کے لیے جو حکم فرمائے اس پر کسی کو اعتراض کی کیا مجال۔ اس میں یہود کا رد ہے جنہوں نے سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر چار سے زیادہ نکاح کرنے پر طعن کیا تھا اس میں انہیں بتایا گیا کہ یہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خاص ہے جیسا کہ پہلے انبیاء کے لیے تعدادِ ازواج میں خاص احکام تھے۔ (خزائن العرفان)

414 مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۴۰﴾ (احزاب)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے (کنز الایمان)

(باپ نہیں) تو حضرت زید کے بھی آپ حقیقت میں باپ نہیں کہ ان کی منکوحہ آپ کے لیے حلال نہ ہوتی، قاسم و طیّب و طاہر و ابراہیم حضور کے فرزند تھے مگر وہ اس عمر کو نہ پہنچے کہ انہیں مرد کہا جائے، انہوں نے بچپن میں وفات پائی۔

(رسول ہیں) اور سب رسول ناصح شفیق اور واجب التوقیر و لازم الطاعۃ ہونے کے لحاظ سے اپنی اُمت کے باپ کہلاتے ہیں بلکہ ان کے حقوق حقیقی باپ کے حقوق سے بہت زیادہ ہیں لیکن اس سے اُمت حقیقی اولاد نہیں ہو جاتی اور حقیقی اولاد کے تمام احکام وراثت وغیرہ اس کے لیے ثابت نہیں ہوتے۔

(نبیوں کے ۲ پچھلے) یعنی آخر الانبیاء کہ نبوّت آپ پر ختم ہو گئی آپ کی نبوّت کے بعد کسی کو نبوّت نہیں مل سکتی حتٰی کہ جب حضرت عیسٰی علیہ السلام نازل ہوں گے تو اگرچہ نبوّت پہلے پا چکے ہیں مگر نزول کے بعد شریعتِ محمدیہ پر عامل ہوں گے اور اسی شریعت پر

حکم کریں گے اور آپ ہی کے قبلہ یعنی کعبہ معظمہ کی طرف نماز پڑھیں گے، حضور کا آخر الانبیاء ہونا قطعی ہے، نصِ قرآنی بھی اس میں وارد ہے اور صحاح کی بکثرت احادیث توحدِ تواتر تک پہنچتی ہیں۔ ان سب سے ثابت ہے کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں جو حضور کی نبوت کے بعد کسی اور کو نبوت ملنا ممکن جانے، وہ ختمِ نبوت کا منکر اور کافر خارج از اسلام ہے۔ (خزائن العرفان)

416,415 يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شٰهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ (احزاب)

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا (یعنی ایمانداروں کو جنت کی خوشخبری اور کافروں کو عذابِ جہنم کا ڈر سناتا) اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا (یعنی خلق کو طاقتِ الٰہی کی دعوت دیتا) اور چمکا دینے والا آفتاب (کنزالایمان مع خزائن العرفان)

شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر بہت بہترین ترجمہ ہے، مفرداتِ راغب میں ہے "اَلشُّهُوْدُ وَ الشَّهَادَةُ الْحُضُوْرُ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ اِمَّا بِالْبَصَرِ اَوْ بِالْبَصِيْرَةِ" یعنی شہود اور شہادت کے معنٰی ہیں حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ساتھ اور گواہ کو بھی اسی لیے شاہد کہتے ہیں کہ وہ مشاہدہ کے ساتھ جو علم رکھتا ہے اس کو بیان کرتا ہے۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام عالم کی طرف مبعوث ہیں، آپ کا رسالت عامہ ہے جیسا کہ سورۂ فرقان کی پہلی آیت میں بیان ہوا تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قیامت تک ہونے والی ساری خلق کے شاہد ہیں اور ان کے اعمال وافعال واحوال، تصدیق، تکذیب، ہدایت، ضلال سب کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔ (ابوالسعود وجمل)

(چمکا دینے والا آفتاب) سراج کا ترجمہ آفتاب قرآنِ کریم کے بالکل مطابق ہے کہ اس میں آفتاب کو سراج فرمایا گیا ہے جیسا کہ سورۂ نوح میں "وَجَعَلَ الشَّمْسَ

سِرَاجًا" اور آخرِ پارہ کی پہلی سورۃ میں ہے "وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا" اور درحقیقت ہزاروں آفتابوں سے زیادہ روشنی آپ کے نورِ نبوّت نے پہنچائی اور کُفر و شرک کے ظلماتِ شدیدہ کو اپنے نُورِ حقیقت افروز سے دور کر دیا اور خلق کے لیے معرفت و توحیدِ الٰہی تک پہنچنے کی راہیں روشن اور واضح کر دیں اور ضلالت کی وادیٔ تاریک میں راہ گم کرنے والوں کو اپنے انوارِ ہدایت سے راہ یاب فرمایا اور اپنے نورِ نبوّت سے ضمائر و بصائر اور قلوب و ارواح کو منوّر کیا، حقیقت میں آپ کا وجود مبارک ایسا آفتابِ عالم تاب ہے جس نے ہزارہا آفتاب بنا دیئے اسی لیے اس کی صفت میں منیر ارشاد فرمایا گیا۔ (خزائن العرفان)

417 يَآيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۡ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۰﴾ (احزاب)

اے غیب بتانے والے (نبی) ہم نے تمہارے لیے حلال فرمائیں تمہاری وہ بیبیاں جن کو تم مہر دو اور تمہارے ہاتھ کا مال کنیزیں جو اللہ نے تمہیں غنیمت میں دیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور پھپیوں کی بیٹیاں اور ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی اور ایمان والی عورت اگر وہ اپنی جان نبی کی نذر کرے اگر نبی اسے نکاح میں لانا چاہے یہ خاص تمہارے لیے ہے امت کے لیے نہیں ہمیں معلوم ہے جو ہم نے مسلمانوں پر مقرر کیا ہے ان کی بیبیوں اور ان کے ہاتھ کے مال کنیزوں میں یہ خصوصیت تمہاری اس لیے کہ تم پر کوئی تنگی نہ ہو اور اللہ بخشنے والا مہربان
(کنزالایمان)

(مہر دو) مَہر کی تعجیل اور عقد میں تعیُّن افضل ہے شرطِ حلت نہیں کیونکہ مَہر کو مُعجَّل طریقہ پر دینا یا اس کو مقرر کرنا اَولیٰ اور بہتر ہے واجب نہیں۔ (تفسیرِ احمدی)

(غنیمت) مثل حضرت صفیہ و حضرت جویریہ کے جن کو سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آزاد فرمایا اور ان سے نکاح کیا۔

مسئلہ: غنیمت میں ملنے کا ذکر بھی فضیلت کے لیے ہے کیونکہ مملوکات بِملکِ یمین خواہ خرید سے مِلک میں آئی ہوں یا ہبہ سے یا وارثت سے یا وصیّت سے وہ سب حلال ہیں۔

(تمہارے ساتھ ہجرت کی) ساتھ ہجرت کرنے کی قید بھی افضل کا بیان ہے کیونکہ بغیر ساتھ ہجرت کرنے کے بھی ان میں سے ہر ایک حلال ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خاص حضور کے حق میں ان عورتوں کی حِلّت اس قید کے ساتھ مقیّد ہو جیسا کہ اُمِّ ہانی بنتِ ابی طالب کی روایت اس طرف مشیر ہے۔

(نبی اسے نکاح میں لانا چاہے) معنٰی یہ ہیں کہ ہم نے آپ کے لیے اس مومنہ عورت کو حلال کیا جو بغیر مَہر اور بغیر شروطِ نکاح اپنی جان آپ کو ہبہ کرے بشرطیکہ آپ اسے نکاح میں لانے کا ارادہ فرمائیں۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اس میں آئندہ کے حکم کا بیان ہے کیونکہ وقتِ نُزولِ آیت حضور کے ازواج میں سے کوئی بھی ایسی نہ تھیں جو ہبہ کے ذریعہ سے مشرف بزوجیت ہوئی ہوں اور جن مومنہ بیبیوں نے اپنی جانیں حضور سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نذر کردیں وہ میمونہ بنتِ حارث اور خولہ بنتِ حکیم اور اُمِّ شریک اور زینب بنتِ خزیمہ ہیں۔ (تفسیرِ احمدی)

(امت کے لیے نہیں) یعنی نکاح بے مَہر خاص آپ کے لیے جائز ہے اُمّت کے لیے نہیں، امت پر بہر حال مَہر واجب ہے خواہ وہ مَہر معیّن نہ کریں یا قصداً مَہر کی نفی کریں۔ مسئلہ: نکاح بلفظِ ہبہ جائز ہے۔

(کنیزوں میں) یعنی بیبیوں کے حق میں جو کچھ مقرر فرمایا ہے مَہر اور گواہ اور باری

کا واجب ہونا اور چار حُرّہ عورتوں تک کو نکاح میں لانا۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ شرعاً مہر کی مقدار اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقرر ہے اور وہ دس درہم ہیں جس سے کم کرنا ممنوع ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

(یہ خصوصیت تمہاری) جو اوپر ذکر ہوئی کہ عورتیں آپ کے لیے محض ہبہ سے بغیر مہر کے حلال کی گئیں۔ (خزائن العرفان)

418 يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾ (احزاب)

اے ایمان والو نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اذن نہ پاؤ مثلاً کھانے کے لیے بلائے جاؤ نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ تکو، ہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ (کہ یہ اہلِ خانہ کی تکلیف اور ان کے حرج کا باعث ہے) بے شک اس میں نبی کو ایذا ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے (اور ان سے چلے جانے کے لیے نہیں فرماتے تھے) اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا اور جب تم ان سے (یعنی ازواجِ مطہرات سے) برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو اس میں زیادہ ستھرائی ہے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی (کہ وساوس اور خطرات سے امن رہتی ہے) اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو ایذا دو (اور کوئی کام ایسا کرو جو خاطرِ اقدس پر گراں ہو) اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیبیوں سے نکاح کرو

، بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

(گھروں میں) مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ گھر مرد کا ہوتا ہے اور اسی لیے اس سے اجازت حاصل کرنا مناسب ہے، شوہر کے گھر کو عورت کا گھر بھی کہا جاتا ہے اس لحاظ سے کہ وہ اس میں سکونت کا حق رکھتی ہے اسی وجہ سے آیت ''وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ'' میں گھروں کی نسبت عورتوں کی طرف کی گئی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مکانات جن میں حضور کے ازواجِ مطہرات کی سکونت تھی اور حضور کے پردہ فرمانے کے بعد بھی وہ اپنی حیات تک انہی میں رہیں وہ حضور کی مِلک تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ازواجِ طاہرات کو ہبہ نہ فرمائے تھے بلکہ سکونت کی اجازت دی تھی اسی لیے ازواجِ مطہرات کی وفات کے بعد ان کے وارثوں کو نہ ملے بلکہ مسجد شریف میں داخل کر دیئے گئے جو وقف ہے اور جس کا نفع تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے۔

(اذن نہ پاؤ) اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں پر پردہ لازم ہے اور غیر مَردوں کو کسی گھر میں بے اجازت داخل ہونا جائز نہیں۔ آیت اگرچہ خاص ازواجِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حق میں وارد ہے لیکن حکم اس کا تمام مسلمان عورتوں کے لیے عام ہے۔

شانِ نُزول: جب سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت زینب سے نکاح کیا اور ولیمہ کی عام دعوت فرمائی تو جماعتیں کی جماعتیں آتی تھیں اور کھانے سے فارغ ہو کر چلی جاتی تھیں، آخر میں تین صاحب ایسے تھے جو کھانے سے فارغ ہو کر بیٹھے رہ گئے اور انہوں نے گفتگو کا طویل سلسلہ شروع کر دیا اور بہت دیر تک ٹھہرے رہے، مکان تنگ تھا اس سے گھر والوں کو تکلیف ہوئی اور حرج ہوا کہ وہ ان کی وجہ سے اپنا کام کاج کچھ نہ کر سکے، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اٹھے اور ازواجِ مطہرات کے حجروں میں تشریف لے گئے اور دورہ فرما کر تشریف لائے، اس وقت تک یہ لوگ اپنی باتوں میں لگے ہوئے تھے حضور پھر واپس ہو گئے یہ دیکھ کر وہ لوگ روانہ ہوئے تب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ

وسلم دولت سرائے میں داخل ہوئے اور دروازہ پر پردہ ڈال دیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اس سے سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کمالِ حیا اور شانِ کرم و حسنِ اخلاق معلوم ہوتی ہے کہ باوجود ضرورت کے اصحاب سے یہ نہ فرمایا کہ اب آپ چلے جایئے بلکہ جو طریقہ اختیار فرمایا وہ حسنِ آداب کا اعلیٰ ترین معلّم ہے۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ بغیر دعوت کسی کے یہاں کھانے نہ جائے۔

(ان کی بیبیوں سے نکاح) کیونکہ جس عورت سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عقد فرمایا وہ حضور کے سوا ہر شخص پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی اسی طرح وہ کنیزیں جو باریابِ خدمت ہوئیں اور قربت سے سرفراز فرمائی گئیں وہ بھی اسی طرح سب کے لیے حرام ہیں۔

(بڑی سخت بات ہے) اس میں اِعلام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بہت بڑی عظمت عطا فرمائی اور آپ کی حرمت ہر حال میں واجب کی (خزائن العرفان)

419 اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ (احزاب)

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو (کنز الایمان)

سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود و سلام بھیجنا واجب ہے ہر ایک مجلس میں آپ کا ذکر کرنے والے پر بھی اور سننے والے پر بھی ایک مرتبہ اور اس سے زیادہ مستحب ہے، یہی قول معتمد ہے اور اس پر جمہور ہیں اور نماز کے قعدۂ اخیرہ میں بعدِ تشہد درود شریف پڑھنا سنت ہے اور آپ کے تابع کر کے آپ کے آل واصحاب و دوسرے مومنین پر بھی درود بھیجا جا سکتا ہے یعنی درود شریف میں آپ کے نامِ اقدس کے بعد ان کو شامل کیا جا سکتا

ہے اور مستقل طور پر حضور کے سوا ان میں سے کسی پر درود بھیجنا مکروہ ہے۔ مسئلہ: درود شریف میں آل واصحاب کا ذکر متوارث ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آل کے ذکر کے بغیر مقبول نہیں۔ درود شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم ہے علماء نے اللھم صل علی محمدؐ کے معنٰی یہ بیان کئے ہیں کہ یارب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عظمت عطا فرما، دنیا میں ان کا دین بلند ان کی دعوت غالب فرما کر اور ان کی شریعت کو بقا عنایت کر کے اور آخرت میں ان کی شفاعت قبول فرما کر اور ان کا ثواب زیادہ کر کے اور اولین وآخرین پر ان کی فضیلت کا اظہار فرما کر اور انبیاء، مرسلین وملائکہ اور تمام خلق پر ان کی شان بلند کر کے۔

مسئلہ: درود شریف کی بہت برکتیں اور فضیلتیں ہیں حدیث شریف میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب درود بھیجنے والا مجھ پر درود بھیجتا ہے تو فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ مسلم کی حدیث شریف میں ہے جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار بھیجتا ہے۔ ترمذی کی حدیث شریف میں ہے بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ درود نہ بھیجے۔

420 يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰىٓ اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾ (احزاب)

اے نبی اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنز)

اور سر اور چہرے کو چھپائیں جب کسی حاجت کے لیے ان کو نکلنا ہو، تاکہ پہچان ہو جائے کہ یہ حُرّہ ہیں اور منافقین ان کے درپے نہ ہوں، منافقین کی عادت تھی کہ وہ

باندیوں کو چھیڑا کرتے تھے اس لیے حُرّہ عورتوں کو حکم دیا کہ وہ چادر سے جسم ڈھانک کر سر اور منہ چھپا کر باندیوں سے اپنی وضع ممتاز کر دیں۔ (خزائن العرفان)

421 يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ لَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَ لَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ (ممتحنہ)

اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضعِ ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی (نیک بات اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری ہے) تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے (کنز الایمان)

(نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی) جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں دستور تھا کہ لڑکیوں کو بخیالِ عار و باندیشۂ ناداری زندہ دفن کر دیتے تھے۔ اس سے اور ہر قتلِ ناحق سے باز رہنا اس عہد میں شامل ہے۔

(ولادت میں اٹھائیں) یعنی پرایا بچہ لے کر شوہر کو دھوکہ دیں اور اسے اپنے پیٹ سے جنا ہوا بتائیں۔ جیسا کہ جاہلیت کے زمانہ میں دستور تھا۔

مروی ہے کہ جب سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم روزِ فتحِ مکہ مَردوں کی بیعت لے کر فارغ ہوئے تو کوہِ صفاء پر عورتوں سے بیعت لینا شروع کیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نیچے کھڑے ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کلامِ مبارک عورتوں کو سناتے جاتے تھے، ہند بنتِ عتبہ ابوسفیان کی بیوی خوف زدہ برقع پہن کر اس طرح حاضر ہوئی کہ

پہچانی نہ جائے، سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو، ہند نے سر اٹھا کر کہا آپ ہم سے وہ عہد لیتے ہیں جو ہم نے آپ کو مَردوں سے لیتے نہیں دیکھا اور اس روز مَردوں سے صرف اسلام وجہاد پر بیعت لی گئی تھی۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اور چوری نہ کریں گی، تو ہند نے عرض کیا کہ ابوسفیان بخیل آدمی ہیں اور میں نے ان کا مال ضرور لیا ہے میں نہیں سمجھتی مجھے حلال ہوا یا نہیں، ابوسفیان حاضر تھے انہوں نے کہا جو تو نے پہلے لیا اور جو آئندہ لے سب حلال، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا تو ہند بنتِ عتبہ ہے؟ عرض کیا جی ہاں جو کچھ مجھ سے قصور ہوئے ہیں معاف فرمائیے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اور نہ بدکاری کریں گی، تو ہند نے کہا کیا کوئی آزاد عورت بدکاری کرتی ہے؟

پھر فرمایا نہ اپنی اولاد کو قتل کریں، ہند نے کہا ہم نے چھوٹے چھوٹے پالے جب بڑے ہو گئے تم نے انہیں قتل کر دیا تو تم جانو اور وہ جانیں اس کا لڑکا حنظلہ بن ابی سفیان بدر میں قتل کر دیا گیا تھا۔ ہند کی یہ گفتگو سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت ہنسی آئی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ پاؤں کے درمیان کوئی بہتان نہ گھڑیں گی، ہند نے کہا بخدا بہتان بہت بری چیز ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہم کو نیک باتوں اور برتر خصلتوں کا حکم دیتے ہیں، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ کسی نیک بات میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نافرمانی نہ کریں گی، اس پر ہند نے کہا اس مجلس میں ہم اس لیے حاضر ہی نہیں ہوئے کہ اپنے دل میں آپ کی نافرمانی کا خیال آنے دیں۔

عورتوں نے ان تمام امور کا اقرار کیا اور چار سو ستاون عورتوں نے بیعت کی اس بیعت میں سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مصافحہ نہ فرمایا اور عورتوں کو دستِ مبارک چھونے نہ دیا۔ بیعت کی کیفیت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ایک قدح پانی میں سیّدِ عالَم

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا دستِ مبارک ڈالا پھر اسی میں عورتوں نے اپنے ہاتھ ڈالے، اور یہ بھی کہا گیا ہے بیعت کپڑے کے واسطے سے لی گئی اور بعید نہیں ہے کہ دونوں صورتیں عمل میں آئی ہوں۔

مسائل: بیعت کے وقت مقراض کا استعمال مشائخ کا طریقہ ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنّت ہے خلافت کے ساتھ ٹوپی دینا مشائخ کا معمول ہے، اور کہا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے منقول ہے عورتوں کی بیعت میں اجنبیہ کا ہاتھ چھونا حرام ہے یا بیعت زبان سے ہو یا کپڑے وغیرہ کے واسطہ سے

422 يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَ لَا يَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ﴿۱﴾ (طلاق)

اے نبی (اپنی امت سے فرمادیجئے) جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو اور اپنے رب اللہ سے ڈرو عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا تمہیں نہیں معلوم شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے (رجعت کا)
(کنزوخزائن)

شانِ نزول: یہ آیت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں نازل ہوئی، انہوں نے اپنی بی بی کو عورتوں کے ایّامِ مخصوصہ میں طلاق دی تھی، سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ رجعت کریں، پھر اگر طلاق دینا چاہیں تو طہر یعنی پاکی کے زمانہ میں طلاق دیں، اس آیت میں عورتوں سے مراد مدخول بہا عورتیں ہیں (جو اپنے شوہروں کے

پاس گئی ہوں) صغیرہ، حاملہ اور آئسہ نہ ہوں۔ آئسہ وہ عورت ہے جس کے ایام بڑھاپے کی وجہ سے بند ہو گئے ہوں، ان کا وقت نہ رہا ہو۔

مسئلہ: غیرِ مدخول بہا پر عدّت نہیں ہے۔ باقی تینوں قسم کی عورتیں جو ذکر کی گئی تھیں انہیں ایام نہیں ہوتے تو ان کی عدّت حیض سے شمار نہ ہوگی۔

مسئلہ: غیرِ مدخول بہا کو حیض میں طلاق دینا جائز ہے۔ آیت میں جو حکم دیا گیا اس سے مراد ایسی مدخول بہا عورتیں ہیں جن کی عدّت حیض سے شمار کی جائے انہیں طلاق دینا ہو تو ایسے طُہر میں طلاق دیں جس میں ان سے جماع نہ کیا گیا ہو، پھر عدّت گذرنے تک ان سے تعرّض نہ کریں اس کو طلاقِ احسن کہتے ہیں۔ طلاقِ حسن غیرِ موطوءہ عورت یعنی جس سے شوہر نے قربت نہ کی ہو اس کو ایک طلاق دینا طلاق حسن ہے خواہ یہ طلاق حیض میں ہو۔ اور موطوءہ عورت اگر صاحبِ حیض ہو تو اسے تین طلاقیں ایسے تین طُہروں میں دینا جن میں اس سے قربت نہ کی ہو طلاقِ حسن ہے اور اگر موطوءہ صاحبِ حیض نہ ہو تو اس کو تین طلاقیں تین مہینوں میں دینا طلاقِ حسن ہے، طلاقِ بدعی حالتِ حیض میں طلاق دینا یا ایسے طُہر میں طلاق دینا جس میں قربت کی گئی ہو طلاقِ بدعی ہے، ایسے ہی ایک طُہر میں تین یا دو طلاقیں یکبارگی یا دو مرتبہ میں دینا طلاقِ بدعی ہے اگرچہ اس طُہر میں وطی نہ کی گئی ہو۔

مسئلہ: طلاقِ بدعی مکروہ ہے مگر واقع ہو جاتی ہے اور ایسی طلاق دینے والا گنہگار ہوتا ہے۔

(نہ وہ آپ نکلیں) مسئلہ: عورت کو عدّت شوہر کے گھر پوری کرنی لازم ہے نہ شوہر کو جائز کہ مطلّقہ کو عدّت میں گھر سے نکالے، نہ ان عورتوں کو وہاں سے خود نکلنا روا۔

(بے حیائی کی) ان سے کوئی فسق ظاہر صادر ہو جس پر حد آتی ہے مثل زنا اور چوری کے، اس لیے انہیں نکالنا ہی ہوگا۔

مسئلہ: اگر عورت فحش بکے اور گھر والوں کو ایذا دے تو اس کو نکالنا جائز ہے کیونکہ وہ ناشزہ کے حکم میں ہے۔

مسئلہ: جو عورت طلاقِ رجعی یا بائن کی عدّت میں ہو اس کو گھر سے نکلنا بالکل جائز نہیں اور جو موت کی عدّت میں ہو وہ حاجت پڑے تو دن میں نکل سکتی ہے لیکن شب گزارنا اس کو شوہر کے گھر ہی میں ضروری ہے۔

مسئلہ: جو عورت طلاقِ بائن کی عدّت میں ہو اس کے اور شوہر کے درمیان پردہ ضروری ہے اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ کوئی اور عورت ان دونوں کے درمیان حائل ہو

مسئلہ: اگر شوہر فاسق ہو یا مکان بہت تنگ ہو تو شوہر کو اس مکان سے چلا جانا بہتر ہے (خزائن العرفان)

423 يَاۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوٰجِكَ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱﴾ (تحریم)

اے غیب بتانے والے (نبی) تم اپنے اوپر کیوں حرام کئے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی اپنی بیبیوں کی مرضی چاہتے ہو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (کنز)

شانِ نزول: سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت اُمّ المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے محل میں رونق افروز ہوئے، وہ حضور کی اجازت سے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ماریہ قبطیہ کو سرفرازِ خدمت کیا، یہ حضرت حفصہ پر گراں گزرا، حضور نے ان کی دلجوئی کے لیے فرمایا کہ میں نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کیا اور میں تمہیں خوش خبری دیتا ہوں کہ میرے بعد امورِ امت کے مالک ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ہوں گے، وہ اس سے خوش ہو گئیں اور نہایت خوشی میں انہوں نے یہ تمام گفتگو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سنائی۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کی یعنی ماریہ قبطیہ آپ انہیں اپنے لیے کیوں حرام کئے لیتے ہیں، اپنی بیبیوں حفصہ و عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی رضا جوئی کے لیے، اور ایک قول اس آیت کی شانِ نزول میں یہ

بھی ہے کہ اُمّ المومنین زینب بنتِ جحش کے یہاں جب حضور تشریف لے جاتے تو وہ شہد پیش کرتیں، اس ذریعہ سے ان کے یہاں کچھ زیادہ دیر تشریف فرما رہتے۔ یہ بات حضرت عائشہ وحفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرھما کو ناگوار گزری اور انہیں رشک ہوا، انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ جب حضور تشریف فرما ہوں تو عرض کیا جائے کہ دہنِ مبارک سے مغافیر کی بُو آتی ہے اور مغافیر کی بُو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناپسند تھی، چنانچہ ایسا کیا گیا، حضور کو ان کا منشاء معلوم تھا، فرمایا مغافیر تو میرے قریب نہیں آیا، زینب کے یہاں شہد میں نے پیا ہے، اس کو میں اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ مقصود یہ کہ حضرت زینب کے یہاں شہد کا شغل ہونے سے تمہاری دل شکنی ہوتی ہے تو ہم شہد ہی ترک فرمائے دیتے ہیں۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (خزائن العرفان)

424 وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ۗ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۳﴾ (تحریم)

اور جب نبی نے اپنی ایک بی بی (سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے ایک راز کی بات فرمائی پھر جب وہ (سیدہ حفصہ) اس کا ذکر (سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے) کر بیٹھی اور اللہ نے اسے نبی پر ظاہر کر دیا تو نبی نے اسے کچھ جتایا اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی پھر جب نبی نے اسے اس کی خبر دی بولی (حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) حضور کو کس نے بتایا فرمایا مجھے علم والے خبردار نے بتایا (کنزالایمان مع خزائن العرفان)

(بات فرمائی) ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے اوپر حرام کر لینے کی اور اس کے ساتھ یہ فرمایا کہ اس کا کسی پر اظہار نہ کرنا۔

(چشم پوشی فرمائی) یعنی تحریم ماریہ اور خلافتِ شیخین کے متعلق جو دو باتیں فرمائی تھیں، ان میں سے ایک بات کا ذکر فرمایا کہ تم نے یہ بات ظاہر کر دی اور دوسری بات کا ذکر

نہ فرمایا۔ یہ شانِ کریمی تھی کہ گرفت فرمانے میں بعض سے چشم پوشی فرمائی۔

(علم والے خبردار نے بتایا) جس سے کچھ بھی چھپا نہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ حضرت عائشہ و حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو خطاب فرماتا ہے۔ (خزائن العرفان)

426,425 يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَ اغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۸﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۹﴾ (تحریم)

اے ایمان والو اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے قریب ہے کہ تمہارا رب (توبہ قبول فرمانے کے بعد) تمہاری برائیاں تم سے اتار دے اور تمہیں باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں بہیں جس دن اللہ رسوا نہ کرے گا نبی اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو، ان کا نور دوڑتا ہوگا ان کے آگے اور ان کے دہنے (صراط پر۔ اور جب مومن دیکھیں گے کہ منافقوں کا نور بجھ گیا) عرض کریں گے اے ہمارے رب ہمارے لیے ہمارا نور پورا کردے (یعنی اس کو باقی رکھ کر دخولِ جنت تک باقی رہے) اور ہمیں بخش دے بے شک تجھے ہر چیز پر قدرت ہے، اے غیب بتانے والے (نبی) (تلوار سے) کافروں پر اور منافقوں پر (قولِ غلیظ اور وعظِ بلیغ اور حجتِ قوی سے) جہاد کرو اور ان پر سختی فرماؤ اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور کیا ہی برا انجام (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

(نصیحت ہو جائے) یعنی توبۂ صادقہ جس کا اثر توبہ کرنے والے کے اعمال میں ظاہر ہو اور اس کی زندگی طاعتوں اور عبادتوں سے معمور ہو جائے اور وہ گناہوں سے مجتنب رہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اور دوسرے اصحاب نے فرمایا توبۂ نصوح وہ

ہے کہ توبہ کے بعد آدمی پھر گناہ کی طرف نہ لوٹے جیسا کہ نکلا ہوا دودھ پھر تھن میں واپس نہیں ہوتا۔

(ایمان والوں کو) اس میں کفار پر تعریض ہے کہ وہ دن ان کی رسوائی کا ہوگا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضور کے ساتھ والوں کی عزت کا۔ (خزائن العرفان)

لفظ الرسول

427 يَآيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۚ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ۭ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ۭ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ۭ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ښ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۴۱﴾ (مائدہ)

اے رسول تمہیں غمگین نہ کریں وہ جو کفر پر دوڑتے ہیں کچھ وہ جو اپنے منہ سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور اُن کے دل مسلمان نہیں (یہ ان کے نفاق کا بیان ہے) اور کچھ یہودی جھوٹ خوب سنتے ہیں (اپنے سرداروں سے اور ان کے افتراؤں کو قبول کرتے ہیں) اور لوگوں کی خوب سنتے ہیں جو تمہارے پاس حاضر نہ ہوئے اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں کے بعد بدل دیتے ہیں کہتے ہیں یہ حکم تمہیں ملے تو مانو اور یہ نہ ملے تو بچو اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو ہرگز تو اللہ سے اس کا کچھ بنا نہ سکے گا وہ ہیں کہ اللہ نے اُن کا دل پاک کرنا نہ چاہا انہیں دنیا میں رسوائی ہے اور انہیں آخرت میں بڑا عذاب (کنزالایمان)

اللہ تعالیٰ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو "یَآيُّهَا الرَّسُوْلُ" کے خطابِ عزت کے ساتھ مخاطب فرما کر تسکینِ خاطر فرماتا ہے کہ اے حبیب میں آپ کا ناصر و مُعین ہوں،

منافقین کے کُفر میں جلدی کرنے یعنی ان کے اظہارِ کُفر اور کُفّار کے ساتھ دوستی و موالات کر لینے سے آپ رنجیدہ نہ ہوں۔

(لوگوں کی خوب سنتے ہیں) ماشاء اللہ حضرت مترجم قدّس سرّہ نے بہت صحیح ترجمہ فرمایا، اس مقام پر بعض مُترجمین و مفسّرین سے لغزش واقع ہوئی کہ انہوں نے لِقَوْمٍ کے لام کو علّت قرار دے کر آیت کے معنی یہ بیان کئے کہ منافقین و یہود اپنے سرداروں کی جھوٹی باتیں سنتے ہیں، آپ کی باتیں دوسری قوم کی خاطر سے کان دھر کر سنتے ہیں جس کے وہ جاسوس ہیں مگر یہ معنٰی صحیح نہیں اور نظمِ قرآنی اس سے بالکل موافقت نہیں فرماتی بلکہ یہاں لام مِنْ کے معنٰی میں ہے اور مراد یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے سرداروں کی جھوٹی باتیں خوب سنتے ہیں اور لوگ یعنی یہودِ خیبر کی باتوں کو خوب مانتے ہیں جن کے احوال کا آیت شریف میں بیان آرہا ہے۔ (تفسیر ابوالسعود و جمل)

(یہ نہ ملے تو بچو) شانِ نُزول: یہودِ خیبر کے شرفاء میں سے ایک بیاہے مرد اور بیاہی عورت نے زنا کیا، اس کی سزا توریت میں سنگسار کرنا تھی یہ انہیں گوارا نہ تھا اس لیے انہوں نے چاہا کہ اس مقدمے کا فیصلہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کرائیں چنانچہ ان دونوں (مجرموں) کو ایک جماعت کے ساتھ مدینہ طیّبہ بھیجا اور کہہ دیا کہ اگر حضور حد کا حکم دیں تو مان لینا اور سنگسار کرنے کا حکم دیں تو مت ماننا، وہ لوگ یہودِ بنی قُریظہ و بنی نُضیر کے پاس آئے اور خیال کیا کہ یہ حضور کے ہم وطن ہیں اور ان کے ساتھ آپ کی صلح بھی ہے، ان کی سفارش سے کام بن جائے گا چنانچہ سردارانِ یہود میں سے کعب بن اشرف و کعب بن اسد و سعید بن عمرو و مالک بن صیف و کنانہ بن ابی الحقیق وغیرہ انہیں لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ دریافت کیا، حضور نے فرمایا کیا میرا فیصلہ مانو گے؟ انہوں نے اقرار کیا، آیت رجم نازل ہوئی اور سنگسار کرنے کا حکم دیا گیا، یہود نے اس حکم کو ماننے سے انکار کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں ایک نوجوان گورا، یک چشم فدک کا باشندہ ابنِ

صوریا نامی ہے، تم اس کو جانتے ہو؟ کہنے لگے ہاں، فرمایا وہ کیسا آدمی ہے؟ کہنے لگے کہ آج روئے زمین پر یہود میں اس کے پایہ کا عالم نہیں، توریت کا یکتا ماہر ہے، فرمایا اس کو بلاؤ چنانچہ بلایا گیا، جب وہ حاضر ہوا تو حضور نے فرمایا تو ابنِ صوریا ہے؟ اس نے عرض کیا جی ہاں فرمایا یہود میں سب سے بڑا عالم تو ہی ہے؟ عرض کیا لوگ تو ایسا ہی کہتے ہیں، حضور نے یہود سے فرمایا اس معاملہ میں اس کی بات مانو گے؟ سب نے اقرار کیا تب حضور نے ابنِ صوریا سے فرمایا میں تجھے اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جس نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر توریت نازل فرمائی اور تم لوگوں کو مِصر سے نکالا، تمہارے لیے دریا میں راہیں بنائیں، تمہیں نجات دی، فرعونیوں کو غرق کیا، تمہارے لیے اَبر کو سایہ بان بنایا "مَنٌّ و سلوٰی" نازل فرمایا، اپنی کتاب نازل فرمائی جس میں حلال وحرام کا بیان ہے کیا تمہاری کتاب میں بیاہے مرد وعورت کے لیے سنگسار کرنے کا حکم ہے؟ ابنِ صوریا نے عرض کیا بے شک ہے اسی کی قَسم جس کا آپ نے مجھ سے ذکر کیا عذاب نازل ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اقرار نہ کرتا اور جھوٹ بول دیتا مگر یہ فرمایئے کہ آپ کی کتاب میں اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا جب چار عادل و معتبر شاہدوں کی گواہی سے زنا بصراحت ثابت ہو جائے تو سنگسار کرنا واجب ہو جاتا ہے، ابنِ صوریا نے عرض کیا بخدا بعینہٖ ایسا ہی توریت میں ہے پھر حضور نے ابنِ صوریا سے دریافت فرمایا کہ حکمِ الٰہی میں تبدیلی کس طرح واقع ہوئی، اس نے عرض کیا کہ ہمارا دستور یہ تھا کہ ہم کسی شریف کو پکڑتے تو چھوڑ دیتے اور غریب آدمی پر حد قائم کرتے، اس طرزِ عمل سے شرفاء میں زنا کی بہت کثرت ہوگئی یہاں تک کہ ایک مرتبہ بادشاہ کے چچازاد بھائی نے زنا کیا تو ہم نے اس کو سنگسار نہ کیا پھر ایک دوسرے شخص نے اپنی قوم کی عورت سے زنا کیا تو بادشاہ نے اس کو سنگسار کرنا چاہا، اس کی قوم اٹھ کھڑی ہوئی اور انہوں نے کہا جب تک بادشاہ کے بھائی کو سنگسار نہ کیا جائے اس وقت تک اس کو ہرگز سنگسار نہ کیا جائے گا، تب ہم نے جمع ہو کر

غریب شریف سب کے لیے بجائے سنگسار کرنے کے یہ سزا نکالی کہ چالیس کوڑے مارے جائیں اور منہ کالا کر کے گدھے پر الٹا بٹھا کر گشت کرائی جائے، یہ سن کر یہود بہت بگڑے اور ابنِ صوریا سے کہنے لگے تو نے حضرت کو بڑی جلدی خبر دے دی اور ہم نے جتنی تیری تعریف کی تھی تو اس کا مستحق نہیں، ابنِ صوریا نے کہا کہ حضور نے مجھے توریت کی قسم دلائی اگر مجھے عذاب کے نازل ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں آپ کو خبر نہ دیتا، اس کے بعد حضور کے حکم سے ان دونوں زنا کاروں کو سنگسار کیا گیا اور یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (خازن)(خزائن العرفان)

428 يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٧﴾(مائدہ)

اے رسول پہنچادو جو کچھ اُترا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے (اور کچھ اندیشہ نہ کرو) اور ایسا نہ ہو تو تم نے اس کا کوئی پیام نہ پہنچایا اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے بے شک اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا (کنزالایمان)

(تمہاری نگہبانی کرے گا) یعنی کُفّار سے جو آپ کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں۔ سفروں میں شب کو حضور اقدس سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دیا جاتا تھا جب یہ آیت نازل ہوئی پہرہ ہٹا دیا گیا اور حضور نے پہرہ داروں سے فرمایا کہ تم لوگ چلے جاؤ، اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت فرمائی۔

مزمل

429 يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴿١﴾(مزمل)

اے جھرمٹ مارنے والے (کنزالایمان)

یعنی اپنے کپڑوں سے لپٹنے والے۔ اس کے شانِ نزول میں کئی قول ہیں بعض

مفسّرین نے کہا کہ ابتداءِ زمانۂ وحی میں سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خوف سے اپنے کپڑوں میں لپٹ جاتے تھے، ایسی حالت میں آپ کو حضرت جبریل نے یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ کہہ کر ندا کی۔ ایک قول یہ ہے کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چادر شریف میں لپٹے ہوئے آرام فرما رہے تھے، اس حالت میں آپ کو ندا کی گئی یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ بہرحال یہ ندا بتاتی ہے کہ محبوب کی ہر ادا پیاری ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنٰی یہ ہیں کہ رداءِ نبوّت و چادرِ رسالت کے حامل و لائق۔

مدثر

430 یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ﴿۱﴾ (مدثر)

اے بالاپوش اوڑھنے والے (کنزالایمان)

یہ خطاب حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہے۔

شانِ نزول: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا میں کوہِ حرا پر تھا کہ مجھے ندا کی گئی یَا مُحَمَّدُ اِنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا کچھ نہ پایا، اوپر دیکھا، ایک شخص آسمان زمین کے درمیان بیٹھا ہے (یعنی وہی فرشتہ جس نے ندا کی تھی) یہ دیکھ کر مجھ پر رعب ہوا اور میں خدیجہ کے پاس آیا اور میں نے کہا کہ مجھے بالاپوش اڑھاؤ انھوں نے اڑھا دیا تو جبریل آئے، انھوں نے کہا: یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ۔ (خزائن العرفان)

الرسول، النبی یکجا

431 اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىٕثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ

وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ (اعراف)

وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لیے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں اُن پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جوان پر تھے اتارے گا تو وہ جو اس پر (یعنی محمدِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر) ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اُترا وہی بامراد ہوئے (کنز الایمان)

یہاں رسول سے بہ اجماع مفسّرین سیدِ عالم محمدِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں آپ کا ذکر وصفِ رسالت سے فرمایا گیا کیونکہ آپ اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔ فرائضِ رسالت ادا فرماتے ہیں، اللہ تعالٰی کے اوامر و نہی و شرائع و احکام اس کے بندوں کو پہنچاتے ہیں، اس کے بعد آپ کی توصیف میں نبی فرمایا گیا اس کا ترجمہ حضرت مترجم قدّس سرّہ نے (غیب کی خبریں دینے والے) کیا ہے اور یہ نہایت ہی صحیح ترجمہ ہے کیونکہ نبأ خبر کو کہتے ہیں جو مفیدِ علم ہو اور شائبۂ کذب سے خالی ہو۔ قرآنِ کریم میں یہ لفظ اس معنٰی میں بکثرت مستعمل ہوا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوا "قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِیْمٌ" ایک جگہ فرمایا "تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَآ اِلَیْكَ" ایک جگہ فرمایا "فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ" اور بکثرت آیات میں یہ لفظ اس معنٰی میں وارد ہوا ہے۔

پھر یہ لفظ یا فاعل کے معنٰی میں ہوگا یا مفعول کے معنٰی میں، پہلی صورت میں اس کے معنٰی غیب کی خبریں دینے والے اور دوسری صورت میں اس کے معنٰی ہوں گے غیب کی خبریں دیئے ہوئے اور دونوں معنٰی کو قرآنِ کریم سے تائید پہنچتی ہے۔ پہلے معنٰی کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے "نَبِّئْ عِبَادِیْ" دوسری آیت میں فرمایا "قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ" اور

اسی قبیل سے ہے حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد جو قرآنِ کریم میں وارِد ہوا "اُنَبِّئُکُمۡ بِمَا تَاۡکُلُوۡنَ وَمَا تَدَّخِرُوۡنَ" اور دوسری صورت کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے۔ "نَبَّاَنِیَ الۡعَلِیۡمُ الۡخَبِیۡرُ" اور حقیقت میں انبیاء علیہم السلام غیب کی خبریں دینے والے ہی ہوتے ہیں۔

تفسیرِ خازن میں ہے کہ آپ کے وصف میں نبی فرمایا کیونکہ نبی ہونا اعلیٰ اور اشرف مراتب میں سے ہے اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ اللہ کے نزدیک بہت بلند درجے رکھنے والے اور اس کی طرف سے خبر دینے والے ہیں "اُمّی" کا ترجمہ حضرت مترجم قدّس سرُّہ نے (بے پڑھے) فرمایا یہ ترجمہ بالکل حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے ارشاد کے مطابق ہے اور یقیناً اُمّی ہونا آپ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے کہ دنیا میں کسی سے پڑھا نہیں اور کتاب وہ لائے جس میں اوّلین و آخرین اور غیبوں کے علوم ہیں (خازن)

خاکی و بَراوج عرش منزل * اُمّی و کتاب خانہ در دِل،،، دیگر اُمّی و دقیقہ دان عالَم * بے سایہ و سائبان عالَم * صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ وسَلاَمُہ۔

(توریت اور انجیل میں) یعنی توریت و انجیل میں آپ کی نعت و صفت و نبوّت لکھی پائیں گے۔

حدیث: حضرت عطاء ابنِ یسار نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اوصاف دریافت کئے جو توریت میں مذکور ہیں انہوں نے فرمایا کہ حضور کے جو اوصاف قرآنِ کریم میں آئے ہیں انہیں میں کے بعض اوصاف توریت میں مذکور ہیں، اس کے بعد انہوں نے پڑھنا شروع کیا اے نبی ہم نے تمہیں بھیجا شاہد و مبشّر اور نذیر اور اُمّیوں کا نگہبان بنا کر۔ تم میرے بندے اور میرے رسول ہو میں نے تمہارا نام متوکّل رکھا، نہ بدخُلق ہو نہ سخت مزاج، نہ بازاروں میں آواز بلند کرنے والے، نہ

بُرائی سے بُرائی کو دفع کرو لیکن خطا کاروں کو معاف کرتے ہو اوران پر احسان فرماتے ہو، اللہ تعالیٰ تمہیں نہ اُٹھائے گا جب تک کہ تمہاری برکت سے غیر مُستقیم مِلّت کو اس طرح راست نہ فرماوے کہ لوگ صِدق و یقین کے ساتھ " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ " پکارنے لگیں اور تمہاری بدولت اندھی آنکھیں بینا اور بہرے کان شنوا اور پردوں میں لپٹے ہوئے دل کشادہ ہو جائیں۔

اور حضرت کعب اَحبار سے حضور کی صفات میں توریت شریف کا یہ مضمون بھی منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی صفت میں فرمایا کہ میں انہیں ہر خوبی کے قابل کروں گا ،اور ہر خُلقِ کریم عطا فرماؤں گا اور اطمینانِ قلب و وقار کو ان کا لباس بناؤں گا اور طاعات و اِحسان کو ان کا شعار کروں گا اور تقوٰی کو ان کا ضمیر اور حکمت کو ان کا راز اور صدق و وفا کو ان کی طبیعت اور عفو و کرم کو ان کی عادت اور عدل کو ان کی سیرت اور اظہارِ حق کو ان کی شریعت اور ہدایت کو ان کا اِمام اور اسلام کو ان کی مِلّت بناؤں گا۔

اَحمد ان کا نام ہے، خَلق کو ان کے صدقے میں گمراہی کے بعد ہدایت اور جہالت کے بعد علم و معرِفت اور گمنامی کے بعد رِفعت و منزِلت عطا کروں گا اور انہیں کی برکت سے قِلّت کے بعد کثرت اور فقر کے بعد دولت اور تفرّقے کے بعد مَحبت عنایت کروں گا، انہیں کی بدولت مختلف قبائل غیر مجتمع خواہشوں اور اختلاف رکھنے والے دلوں میں اُلفت پیدا کروں گا اور ان کی اُمّت کو تمام اُمّتوں سے بہتر کروں گا۔

ایک اور حدیث میں توریت شریف سے حضور کے یہ اوصاف منقول ہیں میرے بندے احمدِ مختار، انکا جائے ولادت مکۂ مکرمہ اور جائے ہجرت مدینہ طیبہ ہے، ان کی اُمّت ہر حال میں اللہ کی کثیر حمد کرنے والی ہے۔

یہ چند نقول احادیث سے پیش کئے گئے، کُتُبِ اِلٰہیہ حضور سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و صِفت سے بھری ہوئی تھیں۔ اہلِ کتاب ہر قرن میں اپنی کتابوں میں تراش

خراش کرتے رہے اوران کی بڑی کوشش اس پر مسلط رہی کہ حضور کا ذکر اپنی کتابوں میں نام کو نہ چھوڑیں۔ توریت انجیل وغیرہ ان کے ہاتھ میں تھیں اس لیے انہیں اس میں کچھ دشواری نہ تھی لیکن ہزاروں تبدیلیاں کرنے کے بعد بھی موجودہ زمانہ کی بائیبل میں حضور سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کا کچھ نہ کچھ نشان باقی رہ ہی گیا۔ چنانچہ برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی لاہور ۱۹۳۱ء کی چھپی ہوئی بائیبل میں یوحنا کی انجیل کے باب چودہ کی سولھویں آیت میں ہے:

'' اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے ''

لفظِ مددگار پر حاشیہ ہے اس میں اس کے معنٰی وکیل یا شفیع لکھے تو اب حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ایسا آنے والا جو شفیع ہو اور ابد تک رہے یعنی اس کا دین کبھی منسوخ نہ ہو بجز سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم کے کون ہے پھر اُنتیسویں تیسویں آیت میں ہے:

'' اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تا کہ جب ہو جائے تو تم یقین کرو اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں ''

کیسی صاف بشارت ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی اُمّت کو حضور کی ولادت کا کیسا منتظر بنایا اور شوق دلایا ہے اور دنیا کا سردار خاص سیدِ عالَم کا ترجمہ ہے اور یہ فرمانا کہ مجھ میں اس کا کچھ نہیں حضور کی عظمت کا اظہار اور اس کے حضور اپنا کمالِ ادب و انکسار ہے پھر اسی کتاب کے باب سولہ کی ساتویں آیت ہے:

'' لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا ''

اس میں حضور کی بشارت کے ساتھ اس کا بھی صاف اظہار ہے کہ حضور خاتم الانبیاء ہیں، آپ کا ظہور جب ہی ہوگا جب حضرت عیسٰی علیہ السلام بھی تشریف لے جائیں۔
اس کی تیرھویں آیت ہے:
"لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔"

اس آیت میں بتایا گیا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر دینِ الٰہی کی تکمیل ہو جائے گی اور آپ سچائی کی راہ یعنی دینِ حق کو مکمل کر دیں گے۔ اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ان کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور یہ کلمہ کہ اپنی طرف سے نہ کہے گا جو کچھ سنے گا وہی کہے گا خاص 432 "مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى" کا ترجمہ ہے اور یہ جملہ کہ تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا اس میں صاف بیان ہے کہ وہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غیبی علوم تعلیم فرمائیں گے جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا: 433 "يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ" اور 434 "مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ"۔

(ان پر سے وہ بوجھ) یعنی سخت تکلیفیں جیسے کہ توبہ میں اپنے آپ کو قتل کرنا اور جن اعضاء سے گناہ صادر ہوں ان کو کاٹ ڈالنا۔

(اور گلے کے پھندے) یعنی احکامِ شاقہ جیسے کہ بدن اور کپڑے کے جس مقام کو نجاست لگے اس کو قینچی سے کاٹ ڈالنا اور غنیمتوں کو جلانا اور گناہوں کا مکانوں کے دروازوں پر ظاہر ہونا وغیرہ۔

اس نور سے قرآن شریف مراد ہے جس سے مومن کا دل روشن ہوتا ہے اور شک و جہالت کی تاریکیاں دور ہوتی ہیں اور علم و یقین کی ضیاء پھیلتی ہے۔ (خزائن العرفان)

435 قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ (اعراف)

تم فرماؤ اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کو ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں جلائے اور مارے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول بے پڑھے غیب بتانے والے پر کہ اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ۔ (کنز الایمان)

یہ آیت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عُموم رسالت کی دلیل ہے کہ آپ تمام خَلق کے رسول ہیں اور کُل جہاں آپ کی اُمت۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے حضور فرماتے ہیں پانچ چیزیں مجھے ایسی عطا ہوئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملیں۔ (۱) ہر نبی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں سُرخ و سیاہ کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔ (۲) میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئیں اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے نہیں ہوئی تھیں۔ (۳) میرے لیے زمین پاک اور پاک کرنے والی (قابلِ تیمّم) اور مسجد کی گئی جس کسی کو کہیں نماز کا وقت آئے وہیں پڑھ لے۔ (۴) دشمن پر ایک ماہ کی مَسافت تک میرا رُعب ڈال کر میری مدد فرمائی گئی۔ (۵) اور مجھے شفاعت عنایت کی گئی۔ مسلم شریف کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ میں تمام خَلق کی طرف رسول بنایا گیا اور میرے ساتھ انبیاء ختم کیے گئے۔

لفظ انت، یا صیغہ خطاب

436 وَلَئِنْ اَتَیْتَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰیَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۴۵﴾

اور اگر تم ان کتابیوں کے پاس ہر نشانی لے کر آؤ وہ تمہارے قبلہ کی پیروی نہ

کریں گے اور نہ تم ان کے قبلہ کی پیروی کرو، اور وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے قبلہ کے تابع نہیں اور (اے سننے والے کسے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں پر چلا بعد اس کے کہ تجھے علم مل چکا تو اس وقت تو ضرور ستم گار ہوگا (بقرہ) (کنز الایمان)

(پیروی نہ کریں گے) کیونکہ نشانی اس کو نافع ہوسکتی ہے جو کسی شبہ کی وجہ سے منکر ہو یہ تو حسد و عناد سے انکار کرتے ہیں انہیں اس سے کیا نفع ہوگا۔

(نہ تم ان کے قبلہ کی پیروی کرو) معنی یہ ہیں کہ یہ قبلہ منسوخ نہ ہوگا تو اب اہل کتاب کو یہ طمع نہ رکھنا چاہیے کہ آپ ان میں سے کسی کے قبلہ کی طرف رخ کریں گے۔

(ایک دوسرے کے قبلہ کے تابع نہیں) ہر ایک کا قبلہ جدا ہے یہود تو صخرہ بیت المقدس کو اپنا قبلہ قرار دیتے ہیں اور نصاریٰ بیت المقدس کے اس مکان شرقی کو جہاں نفخِ روحِ حضرتِ مسیح واقع ہوا۔ (فتح) (خزائن العرفان)

437 وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۷﴾ (انعام)

اور اللہ چاہتا تو وہ شریک نہیں کرتے اور ہم نے تمہیں ان پر نگہبان نہیں کیا اور تم ان پر کڑوڑے (نگران) نہیں (کنز الایمان)

438 وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾ (انفال)

اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں جب تک وہ بخشش مانگ رہے ہیں (کنز)

کیونکہ رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجے گئے ہو اور سنتِ الٰہیہ یہ ہے کہ جب تک کسی قوم میں اس کے نبی موجود ہوں ان پر عام بربادی کا عذاب نہیں بھیجتا جس سے سب کے سب ہلاک ہوجائیں اور کوئی نہ بچے۔ ایک جماعت مفسّرین کا قول ہے کہ یہ آیت سیدِ عالم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس وقت نازِل ہوئی جب آپ مکّہ مکرمہ میں مقیم تھے پھر جب آپ نے ہجرت فرمائی اور کچھ مسلمان رہ گئے جو استغِفار کیا کرتے تھے تو "وَمَاكَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ" نازِل ہوا جس میں بتایا گیا کہ جب تک استغِفار کرنے والے ایماندار موجود ہیں اس وقت تک بھی عذاب نہ آئے گا پھر جب وہ حضرات بھی مدینہ طیّبہ کو روانہ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے فتحِ مکّہ کا اِذن دیا اور یہ عذابِ مَوعود آ گیا جس کی نسبت اس آیت میں فرمایا: "وَمَالَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ" محمد بن اسحاق نے کہا کہ "مَاكَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ" بھی کُفّار کا مقولہ ہے جو ان سے حکایۃً نقل کیا گیا، اللہ عزوجل نے ان کی جہالت کا ذکر فرمایا کہ اس قدر احمق ہیں، آپ ہی تو یہ کہتے ہیں کہ یاربّ اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر عذاب نازِل کر اور آپ ہی یہ کہتے ہیں کہ یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب تک آپ ہیں عذاب نازِل نہ ہوگا کیونکہ کوئی اُمت اپنے نبی کی موجودگی میں ہلاک نہیں کی جاتی ،کس قدر مُعارِض اقوال ہیں۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ استغِفار عذاب سے امن میں رہنے کا ذریعہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کے لیے دو/ ۲، امانیں اتاریں۔ایک میرا اُن میں تشریف فرما ہونا، ایک ان کا استغِفار کرنا۔(خزائن العرفان)

439 وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾ (انفال)

اور اے محبوب اگر وہ (قیدی) تم سے دغا چاہیں گے (تمہاری بیعت سے پھر کر اور کُفر اختیار کرکے) تو اس سے پہلے اللہ ہی کی خیانت کر چکے ہیں جس پر اس نے اتنے تمہارے قابو میں دے دیئے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے (کنزالایمان)

(قابو میں دے دیئے) جیسا کہ وہ بدر میں دیکھ چکے ہیں کہ قتل ہوئے، گرفتار ہوئے، آئندہ بھی اگر ان کے اطوار وہی رہے تو انہیں اسی کا امیدوار رہنا چاہیے۔

440 وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۱﴾(یونس)

اور اگر وہ تمہیں جھٹلائیں تو فرما دو کہ میرے لیے میری کرنی اور تمہارے لیے تمہاری کرنی (ہر ایک اپنے عمل کی جزا پائے گا) تمہیں میرے کام سے علاقہ نہیں اور مجھے تمہارے کام سے تعلق نہیں (کنزالایمان)

(تمہیں جھٹلائیں) اے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی راہ پر آنے اور حق وہدایت قبول کرنے کی امید منقطع ہو جائے۔

کسی کے عمل پر دوسرا ماخوذ نہ ہو گا جو پکڑا جائے گا خود اپنے عمل پر پکڑا جائے گا۔

یہ فرمانا بطور زجر کے ہے کہ تم نصیحت نہیں مانتے اور ہدایت قبول نہیں کرتے تو اس کا وبال خود تم پر ہو گا کسی دوسرے کا اس سے ضرر نہیں۔

441 وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۲﴾(یونس)

اور ان میں کوئی وہ ہیں جو تمہاری طرف کان لگاتے ہیں تو کیا تم بہروں کو سنا دو گے اگرچہ انہیں عقل نہ ہو (اور وہ نہ حواس سے کام لیں نہ عقل سے) (کنز)

اور آپ سے قرآنِ پاک اور احکامِ دین سنتے ہیں اور بغض وعداوت کی وجہ سے دل میں جگہ نہیں دیتے اور قبول نہیں کرتے تو یہ سننا بے کار ہے اور وہ ہدایت سے نفع نہ پانے میں بہروں کی مثل ہیں۔ (خزائن العرفان)

442 وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۴۳﴾(یونس)

اور ان میں کوئی تمہاری طرف تکتا ہے کیا تم اندھوں کو راہ دکھا دو گے اگرچہ وہ نہ سوجھیں۔ (کنزالایمان)

اور دلائلِ صدق اور اعلامِ نبوّت کو دیکھتا ہے لیکن تصدیق نہیں کرتا اور اس دیکھنے سے نتیجہ نہیں نکالتا، فائدہ نہیں اٹھاتا، دل کی بینائی سے محروم اور باطن کا اندھا ہے (خزائن العرفان)

443 وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ (یونس)

اور اگر تمہارا رب چاہتا زمین میں جتنے ہیں سب کے سب ایمان لے آتے، تو کیا تم لوگوں کو زبردستی کرو گے یہاں تک کہ مسلمان ہو جائیں (کنز الایمان)

یعنی ایمان لانا سعادتِ ازلی پر موقوف ہے، ایمان وہی لائیں گے جن کے لیے توفیقِ الٰہی مُساعِد ہو۔ اس میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی ہے کہ آپ چاہتے ہیں کہ سب ایمان لے آئیں اور راہِ راست اختیار کریں پھر جو ایمان سے محروم رہ جاتے ہیں ان کا آپ کو غم ہوتا ہے اس کا آپ کو غم نہ ہونا چاہیے کیونکہ ازل سے جو شقی ہے وہ ایمان نہ لائے گا۔

اور ایمان میں زبردستی نہیں ہو سکتی کیونکہ ایمان ہوتا ہے تصدیق و اقرار سے اور جبر و اکراہ سے تصدیقِ قلبی حاصل نہیں ہوتی۔ (خزائن العرفان)

444 فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۲﴾ (ہود)

تو کیا جو وحی تمہاری طرف ہوتی ہے اس میں سے کچھ تم چھوڑ دو گے اور اس پر دل تنگ ہو گے اس بناء پر کہ وہ کہتے ہیں ان کے ساتھ کوئی خزانہ کیوں نہ اترا یا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ آتا تم تو ڈر سنانے والے ہو (تمہیں کیا پروا اگر کفار نہ مانیں یا تمسخر کریں) اور اللہ ہر چیز پر محافظ ہے (کنز الایمان)

ترمذی نے کہا کہ استفہام نہی کے معنی میں ہے یعنی آپ کی طرف جو وحی ہوتی ہے وہ سب آپ انہیں پہنچائیں اور دل تنگ نہ ہوں، یہ تبلیغِ رسالت کی تاکید ہے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادائے رسالت میں کمی کرنے والے نہیں اور اس نے ان کو اس سے معصوم فرمایا ہے۔ اس تاکید میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسکینِ خاطر بھی ہے اور کُفّار کی مایوسی بھی کہ ان کا استہزاء تبلیغ کے کام میں مُخل نہیں ہو سکتا۔

شانِ نُزول: عبداللہ بن اُمیہ مخزومی نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا کہ اگر آپ سچے رسول ہیں اور آپ کا خدا ہر چیز پر قادِر ہے تو اس نے آپ پر خزانہ کیوں نہیں اتارا یا آپ کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا؟ جو آپ کی رسالت کی گواہی دیتا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازِل ہوئی۔ (خزائن العرفان)

445 تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۹﴾ (ہود)

یہ غیب کی خبریں ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں (یہ خطاب سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا) انہیں نہ تم جانتے تھے نہ تمہاری قوم اس (خبر دینے) سے پہلے تو صبر کرو بے شک بھلا انجام پرہیزگاروں کا (کہ دنیا میں مظفر و منصور اور آخرت میں مُثاب و ماجور) (تو صبر کرو) اپنی قوم کی ایذاؤں پر جیسا کہ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کی ایذاؤں پر صبر کیا۔ (کنزالایمان مع خزائن العرفان)

446 فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾ (ذاریات)

تو اے محبوب تم ان سے منہ پھیر لو تو تم پر کچھ الزام نہیں (کنزالایمان)

کیونکہ آپ رسالت کی تبلیغ فرما چکے اور دعوت و ارشاد میں جہدِ بلیغ صرف کر چکے اور آپ نے اپنی سعی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔

شانِ نزول: جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غمگین ہوئے اور آپ کے اصحاب کو بہت رنج ہوا کہ جب رسول علیہ السلام کو اعراض کرنے کا حکم مل گیا تو اب وحی کیوں آئے گی اور جب نبی نے امت کو تبلیغ بطریقِ اتم فرمادی اور امت سرکشی سے باز نہ آئی اور رسول کو ان سے اعراض کا حکم مل گیا تو وقت آگیا کہ ان پر عذاب نازل ہو، اس پر وہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی جو اس آیت کے بعد ہے اور اس میں تسکین دی گئی کہ سلسلۂ وحی منقطع نہیں ہوا ہے، سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت سعادت مندوں کے لیے جاری رہے گی چنانچہ ارشاد ہوا :

447 وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ (ذاریات)

اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے (کنز الایمان)

کچھ حوالہ جات مزید

1 (رعد/ ۷)، (نحل/ ۱۰۱) 2 (فرقان/ ۴۳) 3 (شعراء/ ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷) 4 (نمل/ ۸۱، ۸۰)، (روم/ ۵۳) 5 (سجدہ/ ۳۰) 6 (احزاب/ ۵۱، ۵۲، ۵۳) 7 (فاطر/ ۲۲، ۲۳) 8 (زمر/ ۱۹، ۴۱) 9 (شوریٰ/ ۶) 10 (زخرف/ ۴۰) 11 (طور/ ۲۹) 12 (سورۂ نجم/ ۲، ۳۲، ۳۳) 13 (قلم/ ۲، ۳) 14 (نزعت/ ۴۳، ۴۴، ۴۵) 15 (عبس/ ۶، ۱۰) 16 (غاشیہ/ ۲۱، ۲۲) 17 (بلد / ۲) 18 (ضحیٰ/ پوری سورہ) 19 (کافرون) 20 وغیرہ کئی جگہ ذکر رسول پاک ہے۔

۶۲۱ بار لفظِ "قُل" (اے محبوب تو کہہ دے)

"كَ" "تَ" وغیرہ بے شمار ہے۔

درجِ بالا سورتوں اور آیتوں کے حوالہ جات کو دیکھا جائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وعترتہ واصحابہ وآباۂ وامہاتہ ووالدیہ وبارک وسلم کی شان وعظمت کا پتہ چلتا ہے، اور یہ

واضح ہوتا ہے کہ رب العالمین اپنے محبوب کے علاوہ کسی سے کلام نہیں کرنا چاہتا، اگر کلام کسی سے کرتا ہے تو بزبانِ محبوبِ خدا کرتا ہے۔

ایک سوال

اب سوال یہ ہے کہ جس محبوب کا رب العالمین اس قدر ذکر قرآنِ پاک میں کیے ہوئے ہے، اس کے ذکر کو کون بند کر سکتا ہے؟ اگر تقریروں سے روک لے گا تو کتابوں اور قرآن پاک کی تلاوت سے تو نہیں روکا جا سکتا، لہٰذا یہ "وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ" کی تفسیر ہے۔ عشق قریب کرتا ہے اور بغض و عقل دور کر دیتے ہیں۔ رب کریم بغض و عقلِ ناموافق سے بچائے! آمین

اللہ تعالیٰ پاک پروردگار سے دعا و التجاء ہے کہ ہماری طرف سے اس بیانِ حق کو قبول فرمائے اور مزید حق شناسی کی توفیق دے! اور ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم سے ہمیں محبت و مودت عطا کرے اور آپ کی اتباع و اطاعت کی توفیق عطا کرے، اور آپ کے قدموں میں جنت کا اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور بلا حساب و کتاب داخلۂ جنت ہو، قبر حشر حساب و کتاب کی سختیوں سے اپنی خصوصی پناہ عطا فرمائے، اور مزید تحقیقی کام کرنے کی توفیق ملے، تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانیں بیان کرتے رہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری امت کی بخشش ہو! مزید دعا ہے کہ ربِ کریم ہم سے قبول کر کے ہمیں غلامانِ محبوبِ خدا میں شامل فرما لے، تاکہ مقصودِ زندگی حاصل ہو جائے! الحمد للہ علیٰ ذلک!

آپ بھی کچھ کیجیے

447 آیات پر مشتمل یہ تحقیق ہے جس سے اپنا موقف واضح طور پر بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کتاب کے حوالوں کے علاوہ بھی ذکرِ رسولِ پاک قرآن مجید

میں موجود ہے،خود کوشش کریں،غور کریں،کامیابی ہوگی،ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یہ کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے اگرچہ مکمل ہے مگر مکمل نہیں کہ اور بھی بہت کچھ اس میں درج کیا جاسکتا ہے،ایک فکر دی ہے اور اس پر دلائل پیش کر دیے ہیں۔

قاری محمد یاسین قادری شطاری ضیائی

مدرس،مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد حیدری کامونکی

خطیب و امام،جامع مسجد عمر چشمہ رفیضِ محمدی کامونکی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ شطاریہ ضیائیہ لاہور

سرپرست،امامِ اعظم ٹرسٹ کامونکی

FACEBOOK ID: YASEEN SHATTARI

SKYPE ID : qariyaseen24

m no: 03334289323 * 03005360583

03225690550 * 03454538920 * 03137929475

شعورِ نعت

الحمدللہ رب العٰلمین، والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء و المرسلین۔ معزز قارئین!

استاذ الاساتذہ، تابشِ اہلسنت، حضرتِ علامہ، مولانا، محمد منشا تابش قصوری ،مدظلہ العالی، کی کاوش "میلادِ مصطفیٰ بزبانِ مصطفیٰ"، جسے میرے شیخِ طریقت، حضرتِ علامہ، مولانا قاری محمد یاسین قادری، شطاری، ضیائی، دامت برکاتہم العالیہ، نے پایۂ تکمیل تک پہنچایا؛ اِس تالیفِ لطیف "میلادِ مصطفیٰ بکلامِ خدا" کا سبب بنی؛ جیسا کہ اوائل کتاب میں اُستادِ گرامی نے مفصل ذکر فرمایا۔

"میلادِ مصطفیٰ بکلامِ خدا" پر میری طرف سے ابتداءً جو کام ہوا، محرم 1435ھ میں عالمی مدنی مرکز کراچی جاتے اور آتے ہوئے ٹرین میں راقم الحروف نے اس کی پروف ریڈنگ کی۔ بعد ازاں استادِ محترم نے اس مضمون میں مزید اضافہ کیا، حتیٰ کہ یہ تقریباً ساڑھے چار سو آیاتِ قرآنیہ کا حسین وجمیل مرقع بن گیا۔

محترم قارئین! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اُستادِ گرامی اور ان جیسے محبین علماء، جن کی زندگی کا مقصدِ وَحید محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شمعیں روشن کرنا ہے؛ ہم اہل سنت و جماعت عوام کے لیے اللہ جل جلالہ کی نعمتِ غیر مترقبہ ہیں، بقولِ شاعر۔

اِنھی کے دَم سے درخشاں ہیں مِلتوں کے چراغ

زمانہ صحبتِ اربابِ فن کو ترسے گا

آج ہمارے عوام، اِن ربانی علماء سے دُور ہونے کے باعث، شیاطین کے جال میں پھنستے چلے جارہے ہیں؛ جس کا نتیجہ یہ سامنے آیا ہے کہ اچھے بھلے پڑھے لکھے لوگوں کے عقائد متزلزل ہورہے ہیں۔ برسہابرس سے مسلمانوں میں جو روایات چلی آرہی ہیں، ان

کے متعلق چند لوگوں کا منفی پروپیگنڈا (propaganda) عوام الناس کو شکوک وشبہات میں ڈال رہا ہے۔

چناں چہ ہر ذی علم کا یہ فرضِ اوّلین ہے کہ ایسے لوگوں کے فتنہ کی بیخ کنی میں اپنا کردار ادا کرے۔ ویسے بھی نبی اکرم ﷺ کی تعریف وثناء کرنا ہم پر لازم ہے، کہ

شعورِ نعت بھی ہو، اور زبان بھی ہو ادیبؔ   وہ آدمی نہیں جو اُن کا حق ادا نہ کرے

سچ تو یہ کہ میں کئی دِنوں سے سوچ بچار کر رہا تھا کہ اِس کتاب کی تصحیح مکمل ہونے پر اپنی طرف سے کیا لکھوں؛ متعدد عنوانات کے بعد، بالآخر حضرت ادیبؔ کا درجِ بالا شعر ذہن میں آیا، تو اسی کے متعلق چند سطور لکھ دیں؛ تا کہ سرکارِ دو عالم، فخرِ بنی آدم ﷺ کے ثناخوانوں میں مجھ ناکارہ کا بھی نام آجائے؛ اور جب جب اِس کتاب کو محبت سے پڑھنے والے اِسے تیار کرنے والوں کے لیے دعائے خیر کریں، تو اُن کی دعا سے مجھے بھی فیض پہنچے۔

میں اپنی بات کو حضور سرورِ کائنات ﷺ کی بارگاہ میں وہ نعت پیش کر کے ختم کرتا ہوں، جس کے متعلق استادِ گرامی نے مجھے شاملِ کتاب کرنے کو کہا تھا؛ اس لئے بھی کہ اس نعت میں نبی کریم ﷺ کے ذکر کو کلام مجید سے اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالی نے بیان کیا ہے:

	ہے کلامِ الٰہی میں شمس و ضحیٰ، ترے چہرۂ نورفزا کی قسم	
	قسمِ شبِ تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلفِ دوتا کی قسم	
	ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا، تری خَلق کو حق نے جمیل کیا	
	کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا! ترے خالقِ حسن و ادا کی قسم	
	وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا، نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا	
	کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا! ترے شہر و کلام و بقا کی قسم	
	ترا مسندِ ناز ہے عرشِ بریں، ترا محرمِ راز ہے روحِ امیں	

	تو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا! ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم	
	یہی عرض ہے خالقِ ارض وسما! وہ رسول ہیں تیرے، میں بندہ ترا	
	مجھے اُن کے جوار میں دے وہ جگہ، کہ ہے خلد کو جس کی صفا کی قسم	
	تو ہی بندوں پہ کرتا ہے لطف وعطا، ہے تجھی پہ بھروسا تجھی سے دعا	
	مجھے جلوۂ پاکِ رسول دکھا، تجھے اپنے ہی عزّ و علا کی قسم	
	مرے گرچہ گناہ ہیں حد سے سوا، مگر اُن سے اُمید ہے، تجھ سے رَجا	
	تو رحیم ہے، اُن کا کرم ہے گواہ، وہ کریم ہیں، تیری عطا کی قسم	
	یہی کہتی ہے بلبلِ باغِ جناں، کہ رِضاؔ کی طرح کوئی سحر بیاں	
	نہیں ہند میں واصفِ شاہِ ہدیٰ، مجھے شوخیٔ طبعِ رِضاؔ کی قسم	

(اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ)

طالبِ دعائے بخشش ورحمتِ خداوشفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

محمد شکیل قادری شطاری

2015/10/12

میلاد مناؤ
محمد اکمل

دافع الاوہام فی محفل خیر الانام
محفل میلاد کیا اور کیوں؟

جلد اول
فیضانِ حسان
محمد سہیل قادری
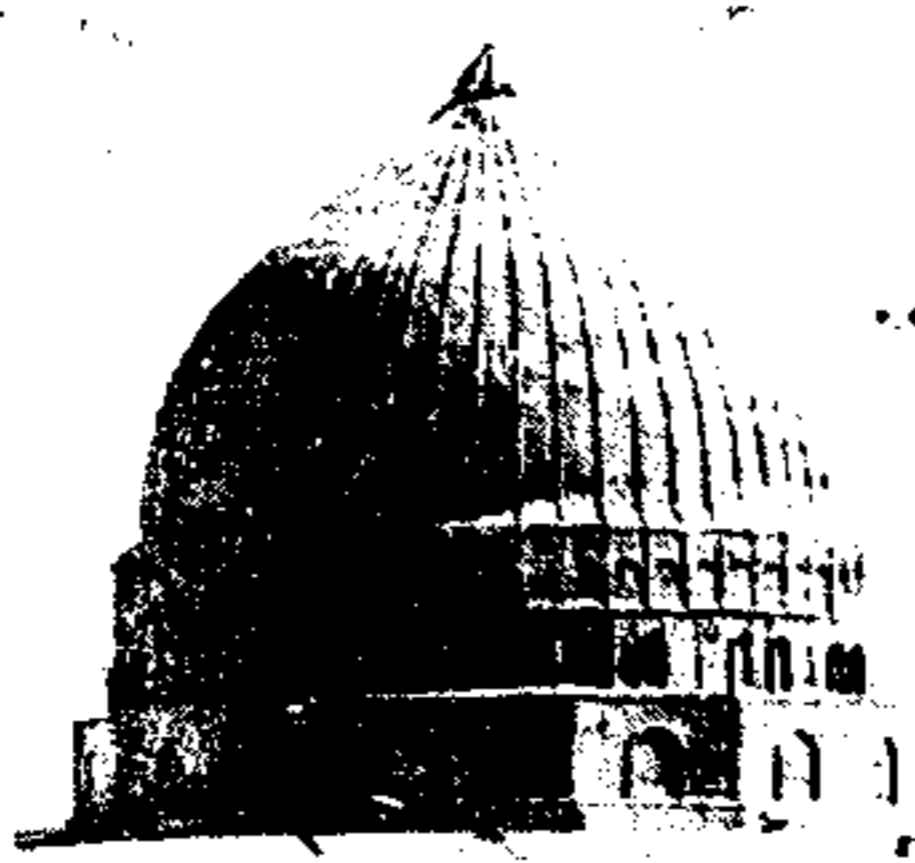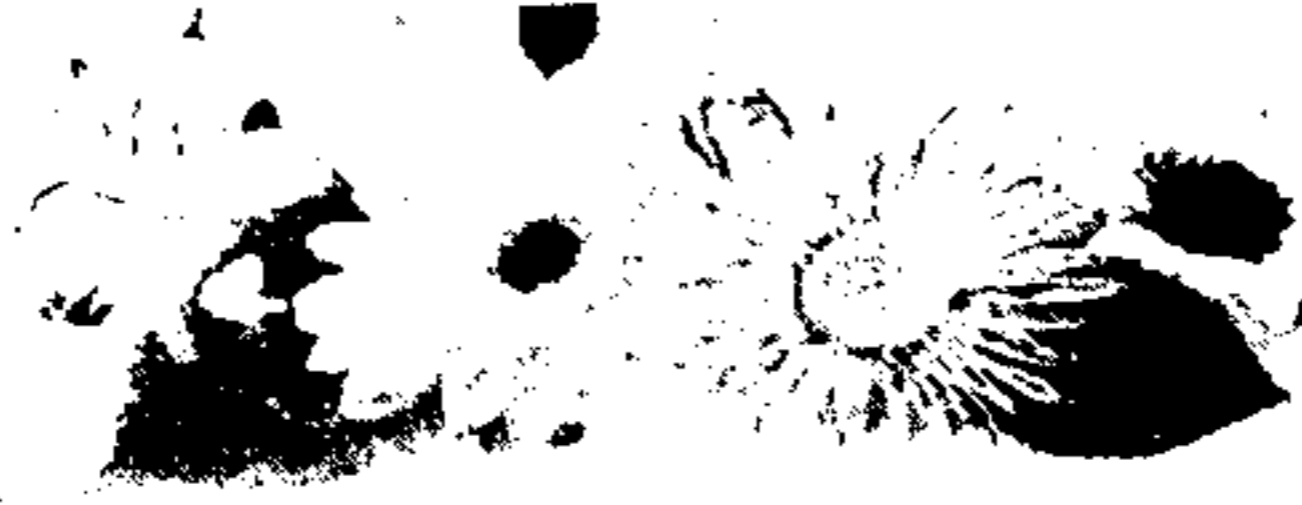
نہ بھولنے والی پنجابی نعتوں کا مجموعہ بنام

پنجابی نعتاں دا خزانہ

مرتب

محمد سہیل قادری

مکتبہ اعلیٰ حضرت

داتا دربار مارکیٹ۔ لاہور

042-37247301

0300-8842540

عشق رسول اکرم ﷺ اور خوف خدا عزوجل اپنے دلوں میں
پیدا کرنے کے لیے چند قابل مطالعہ کتابیں